طبع اول : جون ، ۱۹۶۳ء

تعداد : ۲۱۰۰

ناشر : سید امتیاز علی تاج ستارۂ امتیاز
ناظم مجلس ترقیٔ ادب ، لاہور

مطبع : مدنی پرنٹنگ پریس ، ۳۴ ریلوے روڈ ، لاہور

مہتمم : ظفر الحسن رضوی

سرورق : زرین آرٹ پریس ، ۶۱ ریلوے روڈ ، لاہور

قیمت : سفید کاغذ پر : دس روپے
اخباری کاغذ پر : دو روپے پچیس پیسے

بعون صناع مکین و مکان بفضل خلاق زمین و زمان

۳۳

اردو کا کلاسیکی ادب

جامع الحکایاتِ ہندی

شیخ حسن اللہ محمد عثمانی

ناشر

مجلسِ ترقیِ ادب ۲۔ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

فہرست مندرجات[۱]

صفحہ نمبر

۱- یہ فہرست اصل نسخے میں نہیں ہے -

صفحہ نمبر

صفحہ نمبر

تیسرا باب بادشاہوں کی سیرت کا

حکایت ۱ :

حکایت ۲ :

صفحہ نمبر

صفحہ نمبر

پانچواں باب فراست اور تدبیر کا

صفحہ نمبر

صفحہ نمبر

چھٹا باب وحدانیت کا

صفحہ نمبر

دسواں باب حسد اور حرص کا

پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر

تعارف

ادب عالم میں جن کتابوں کو قدامت اور بقائے دوام کا شرف حاصل ہے ، اُن میں سے ایک عوفی کی "جوامع الحکایات و لوامع الروایات" ہے ۔ اس مشہور عالم کتاب کے چار حصے ہیں جن میں سے ہر ایک کے پچیس باب ہیں ۔ کتاب کی تاریخ تالیف معین نہیں کی جا سکتی ، البتہ اتنا پتا چلتا ہے کہ عوفی ۶۳۰ ہجری قمری تک اس کتاب کی تالیف میں مشغول تھا ۔ اصل کتاب کے خطی نسخے ایران ، ہندوستان اور یورپ کے کتاب خانوں میں موجود ہیں ، لیکن ابھی تک یہ کتاب کاملاً شایع نہیں ہوئی ۔

"جوامع الحکایات" کا مصنف سدید الدین محمد بن یحییٰ بن طاہر بن عثمان العوفی البخاری الحنفی الاشعری چھٹی صدی ہجری کے ماوراءالنہر کے فضلاء میں شمار ہوتا تھا ۔ چونکہ وہ رسول کریم کے معروف صحابی عبدالرحمن بن عوف کی اولاد میں سے تھا اس لیے اُس نے اپنے لیے عوفی کی نسبت اختیار کی ۔ عوفی کی بھی قطعی تاریخ ولادت معلوم نہیں لیکن یہ اطلاع ملتی ہے کہ وہ بخارا میں پیدا ہوا اور ۵۹۷ ہجری قمری (۱۲۰۰ میلادی) تک وہ اس قدر عالم اور فاضل ہوچکا تھا کہ اپنا شہر چھوڑ کر حاکم سمرقند جلال الدین ابراہیم بن حسین طمغاج خان کے دربار میں آ کر ملازم ہوگیا ۔ اس کے بعد وہ ماوراءلنہر ، خراسان ، سیستان اور ہندوستان کے کئی شہروں میں سیاحت کرتا رہا اور علماء اور مشائخ سے ملا ۔ اس سیاحت اور ان بزرگوں کا ذکر اُس نے

انی بصانیف میں کیا ہے ۔ ہم طوالت کے خوف سے اُس کی ان تصانیف کو زیر بحث نہیں لانا چاہتے ۔ عوفی ۶۱۷ ہجری کے قریب سندھ میں ناصرالدین قباچہ کے دربار میں پہنچا اور ۶۲۵ میں شمس الدین التمش کے دربار میں شرف یاب ہوا ۔ اس کے بعد وہ دھلی سے متعلق رہا ۔ '' جوامع الحکایات '' میں اُس نے جس آخری واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے وہ ملک اختیار الدین دولت شاہ والی لکھنوتی کی التمش کے خلاف بغاوت ہے ۔ التمش نے لکھنوتی پر چڑھائی کی اور دولت شاہ کو شکست دے کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ یہ واقعہ ۶۲۸ ہجری قمری میں پیش آیا ۔ اس کے بعد ہمیں عوفی کے سوانح حیات کے متعلق کچھ پتا نہیں چلتا ۔

گذشتہ ساڑھے سات سو سال میں ''جوامع الحکایات'' کے مختلف انتخابات فارسی میں متعدد مرتبہ شائع ہوئے اور اس طرح اس کے مختلف حصوں کے تراجم انگریزی ، فرانسیسی ، جرمن اور دیگر زبانوں میں بھی شائع ہوئے ۔ عوفی کی اس تالیف کا کینوس بہت وسیع ہے ۔ اس میں اُس نے ایسی پند آمیز تاریخی اور غیر تاریخی حکایات جمع کی ہیں جن کا مقصود معاشرے کی اصلاح ہے ۔ ان حکایات میں کہیں وہ مشہور بادشاہوں کے عبرت انگیز واقعات بیان کرتا ہے ، کبھی علماء اور بزرگوں کے اقوال نقل کرتا ہے اور کبھی عینی مشاہدات لکھتا ہے ۔ اس کی فارسی زبان میں اس قسم کی گیرائی ، صفائی اور جاذبیت ہے کہ اُس کی ہر حکایت آج بھی اسی ہی معاشرے کی اصلاح احوال کے لیے مفید ثابت ہوسکتی ہے جتنی ساڑھے سات سو سال قبل تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ ''جوامع الحکایات'' کے انتخابات مختلف ادوار اور ممالک میں طلباء کی تربیت کرنے کے لیے نصاب میں شامل رہے ۔ افسوس ہے کہ پاکستان میں ہم نے اس عظیم اور گراں‌قدر سرمایۂ تہذیب اخلاق

سے منہ موڑ لیا ہے۔

جامع الحکایات

زیر نظر کتاب ''سیر عشرت'' یا ''جامع الحکایات'' اردو میں ''جوامع الحکایات'' کے دس ابواب میں سے چند منتخب حکایات کا ترجمہ ہے جو شیخ صالح محمد عثمانی نے ۱۲۴۰ ہجری قمری (۱۸۲۵ عیسوی) میں کیا ہے۔ پاکستان میں اس کا صرف ایک ہی مطبوعہ نسخہ محفوظ ہے جو راقم کے پاس ہے۔ اور یہ ۱۸۵۶ء کا چھپا ہوا ہے۔ اردو میں بھی کتاب کی مقبولیت کا اس امر سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ۱۸۲۵ اور ۱۸۵۶ کے درمیان اس کے چھ ایڈیشن نکل چکے تھے کیونکہ کتاب کے ابتدائی صفحات پر درج ہے :

''جزیرۂ معمورۂ منبئی میں
گنپت کرسناجی کے چھاپے خانے میں
سن ۱۸۵۶ عیسویہ میں چھٹھی وقت
کی چھپی ہے''۔

مؤلف

جامع الحکایات کے مؤلف شیخ صالح محمد عثمانی کے تفصیلی حالات تلاش اور جستجو کے باوجود راقم کی دسترس سے باہر رہے۔ اس کتاب کے مندرجات سے جو کچھ معلوم ہوسکا ہے وہ یہ ہے کہ شیخ صالح محمد عثمان انگریزوں کی ملازمت کے سلسلے میں

کئی سال تک دکن میں رہے اور گورنر الفنسٹن ' کے عہد (۱۸۱۹ - ۱۸۲۷ء) میں ۱۲۴۰ ہجری (۱۸۲۵ء) میں بمبئی پہنچے -

---

1. ELPHINSTONE, MOUNTSTUART (1779-1859) Governor: I.C S.. son of John, eleventh Baron Elphinstone born Oct 6, 1779 · educated at the High School, Edinburgh, and at Kensington · went out to Bengal as a "writer" in the E. I. Co.'s service in 1795: stationed at Benares, he had to ride for his life when European officers, including Cherry, the Agent to the Governor-General, were massacred there in Jan. 1799, by order of Wazir Ali, the Ex-Nawab of Oudh. In 1801 he was appointed Assistant to Sir Barry Close, the Resident at the court of Baji Rao, the Peshwa at Poona at the battles of Assaye and Argaum, he was on the Staff of Colonel Arthur Wellesley who told him that he ought to have been a soldier. He was Resident at Nagpur from 1804 to 1808 was sent as Envoy to Kabul, with a view to establish English influence there against the supposed French designs on India: Shah Shuja received him at Peshawar on March 5, 1809. the negotiations produced little result, as Shah Shuja was himself ejectet from Afghanistan in 1809. Elphinstone was appointed Resident at Poona in 1817. In 1815 he insisted on the surrender of Trimbakji Danglia, the Pesawa's minister, for the murder of Gungadhar Sastri, the minister and envoy of the Gaekwar of Baroda, at Poona. In

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

1817 Elphinstone concluded the treaty dated June 13, of Poona as dictated to the Peshwa, who, however, continued to intrigue. Elphinstone was, for a time, superseded by Sir T. Hislop, the General commanding the Army collected against the Pindaris: the Peshwa eventually attacked the British force at Kirki on Nov. 5, 1817, and was defeated : Elphinstone' s residence at Poona, library, and papers were all burnt: he himself showed great skill and military courage : he annexed the Peshwa's territory, as ordered, and administered it, interfering as little as possible with native usages. He was Governor of Bompay from Nov. 1819, to Nov. 1827 : instituted legislative and judicial reforms, had a a code of Regulations drawn up, and advanced popular education. The Elphinstone College was founded in his honour. He travelled in Europe, 1827- 9, and led a retired life : twice refused the offer of the Governor-General-ship of India, and declined the Under Secretaryship of the Board of Control and a special mission to Canada He wrote *An Account of the Kingdom of Caubul and its Dependencies in Persia, Tartary and India, 1815:* his *History of India*, 1841, for which he was called the Tacitus of modern historians : and *The Rise of British Power in the East*, edited in 1887, by Sir E. Colebrooke. He was not ambitious, occupied his time with study, and maintained his interest in Indian affairs, being regarded as the Nestor of Indian statesmanship. He was a Vice-

کرنل کنیڈی' اس وقت بمبئی کی فوج کے جج ایڈووکیٹ جنرل تھے - کنیڈی نے اپنی ملازمت ۱۸۰۰ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج میں شروع کی تھی اور ۱۸۰۷ء میں وہ فارسی مترجم کے فرائض ادا کر رہا تھا - ظاہر ہے کہ آپ فارسی زبان اور ادبیات

President of the Royal Asiatic Society. He combined through life a keenness for field sports with his love of Books and the despatch of public business. Bishop Heber wrote of him, "of Mr. Elphinstone everybody spoke highly": no Indian civilian has gained a greater name as a statesman and a ruler He died Nov. 20, 1859 : a statue was erected in St Paul's Cathedral in his honour (Buckland,) C E., *Dictionary of Indian Biography, pp.* 137-38).

1. KENNEDY, VANS (1784-1846) Son of Robert Kennedy: born 1784. educated at Edinburgh, Berkhamsted, Monmouth: went to Bombay in the E. I. Co. 's military service in 1800 studied languages and became Persian interpreter to the Peshwa's subsidiary force at Sirur, 1807· Judge-Advocate-General to the Bombay Army, 1817-35· oriental Translator to the Bombay Government, 1835-46· became a Maj-General. was a great student: published a Mahratti dictionary: wrote on questions connected with languages and mythology, and on military law, e. g. the *Ancient Chronology and History of Persia: Researches into the Origin and Affinity of the Princpal Languages of Asia and Europe:* also on

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

سے بہت تعلق خاطر تھا ۔ بمبئی میں سیخ صالح محمد عثمانی نے کرنل کینڈی کی فرمایش پر یہ کتاب لکھی ۔ یہ وہ وقت ہے جب زبان کا نام ابھی متعقہ طور پر اردو مقرر نہیں ہوا تھا ۔ چنانچہ کتاب کے پہلے صفحے پر کتاب کا عنوان

"جامع الحکایات ہندی"

درج ہے ، اور عثمانی نے کرنل کینڈی کی تعریف کرتے ہوئے آسے " ہند کی بولی کا ماہر " قرار دیا ہے :

ہند کی بولی میں ماہر اس قدر
کب ہو ایسا اہل ہندوستان میں

مؤلف کے متعلق اس سے زیادہ تفاصیل معلوم نہیں ہوسکیں ۔

کتاب جامع الحکایات

جیساکہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے ، مؤلف نے یہ کتاب ۱۲۴۰ھ (۱۸۲۵ء) میں مکمل کی اور اس کے دو نام یعنی "سیر عسرت" اور "جامع الحکایات" رکھے ۔ "سیر عسرت" سے ۱۲۴۰ھ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں اور دونوں ناموں کو جمع کرنے سے عیسوی سن کے اعداد برآمد ہوتے ہیں ۔ مؤلف نے خود اس اہتمام کا ذکر یوں کیا ہے :

Ancient and Hindu Mythology, 1831 ; on the *Vedanta Philosophy of the Hindus*, and on Muhammadan Law: an active member of the Bombay Literary Society : for some time its President: died at Bombay, Dec. 29, 1846 (Bruckland, C. E., *Dictionary of Indian Biography*, pp. 233-34).

"اب یہاں سے یہ کتاب حکایت شیرین کلام سے ساتھ نظم و نثر کے انتظام تا آخر بخوبی سر انجام کو پہنچی - ارادہ ہوا کہ اس کا نام بھی ایسا رکھنا چاہیے کہ جس میں تاریخ بھی نکلے - دل نے کہا "سیر عشرت" اچھا نام ہے کیونکہ اس کتاب کے دس باب ہیں اور تاریخ سن بارہ سو چالیس ہجری اسی نام سے نکلتی ہے - پس "سیر عشرت" اس کا نام رکھا - لیکن "جامع الحکایات" سے یہ کتاب ماخوذ ہوئی اور عہد میں عیسویوں کے ترتیب پائی ، اس لیے منظور ہوا کہ سن عیسوی بھی لکھنا ضرور ہے - وہی لفظ "جامع الحکایات" کا اس کے نام سے ملانا تو سن اٹھارہ سو خمس عیسوی اس سے نکلی"۔

مؤلف نے مندرجہ بالا بیان میں یہ بھی اشارہ کیا ہے کہ اس نے یہ کتاب "جامع الحکایات" (صحیح نام "جوامع الحکایات" ہے) سے اخذ کی ہے - لیکن حقیقت یہ ہے کہ اردو کے متن کی حکایات تقریباً تقریباً فارسی کی حکایات کا آزاد ترجمہ ہیں - ہم نمونے کے لیے دو حکایات کے انتخابات درج کرتے ہیں :

اردو ترجمہ	فارسی متن
ایک دن نوشیروان نے وزیر سے پوچھا " باز کوتاہ عمر اور چڑیا دراز زندگی کیوں کرتی ہے "؟	روزی نوشیروان از وزیر سوال کرد که سبب چیست که باز کوتاه عمر بود و کنجشک دراز عمر ؟
بولا " باز ظالم اور چڑیا ضعیف	وزیر گفت : از آنکه باز ظالم

است و جبار و گنجشک ضعیف و کم آزار ـ	و کم آزار ہے ۔"

(پہلا باب حکایت[1])

وقتی جہودی با مغی در راه می رفتند ـ جہود مردی مقل حال بود ، ساده و بی زاد و راحله می رفت و مغ ثروتی داشت ، برأستری برف گام باد حرکت نشسته بود و جملهٔ اسباب سفر از توسه و لباس و غیرآن مہیا کرده ، و ہردو ہمراه شدند ـ	ایک روز ایک مغ اور ایک جہودی کسی بیابان میں ہمراه ہولیے ـ مغ مرفه حال لباس معقول پہنے ہوئے توسه وغیره اسباب سفر سمیت ایک شتر پر سوار تھا ـ اور جہودی کنگال وضع بے خرچ مفلس پاپیاده پاؤں کو چندیاں باندھے راه کاٹتا ـ

(چھٹا باب حکایت[2])

کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ مؤلف عثمانی نے اصل کتاب کے دس ابواب سے مختلف تعداد میں اپنی دل پسند حکایات چن کر ان کا ترجمہ کر دیا ہے اور آٹھویں باب کے سوا ہر باب کے اختتام پر پانچ اشعار کی ایک غزل درج کی ہے ـ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مؤلف شاعر بھی تھا ـ دسویں باب کے اختتام پر غزل کے صرف دو شعر درج ہیں ـ ان اختتامی غزلیات کا کچھ ربط متعلقه باب کے نفس مضمون سے ہے اور بالواسطه یمنٰی یا اپنے ممدوحین کی تعریف کو موضوع سخن قرار دیا ہے ـ مثلاً دوسرا باب

---

(۱) منتخب جوامع الحکایات و لوامع الروایات محمد تقی بہار ، صفحه ۸۸ ـ

(۲) جوامع الحکایات و لوامع الروایات (بخش اول) به تصحیح و اہتمام دکتر محمد معین ، صفحه ۱۰۶ ـ

دور اندیشی کے متعلق ھے تو دور اندیشی کا ذکر کرتے ہوئے غزل کے آخری سعر میں گورنر الفنسٹن کی تعریف یوں کر دی ھے :

دور اندیس نو اس دور میں ھے الفنسٹن
فرق عالی پہ رکھے ناح سر حزم ضرور

تیسرے باب میں بادساھوں کی سیرت زیر بحث آئی ھے تو باب کے اختتام پر غزل کے آخری سعر میں انگریزوں کے آئین کی توصیف کی ھے :

فی‌الحقیقت میں جو آئین رکھے ھیں انگریز
آج تک کوئی سہنسہ نہ بنایا ھوگا

رسم‌الخط

اس کتاب میں رسم‌الخط کی جو نامانوس سکلیں نظر آئی ھیں اُن کو درج ذیل کیا جاتا ھے :

(الف) کلمات بسیط

اکثر ایسے کلمات کو اکٹھا لکھا گیا ھے جن کی ظاھری سکل خوس‌نما نہیں رھی ۔ ھم نے ان کو اب متن میں الگ الگ کر دیا ھے ۔ مثلاً : اسقدر (اس قدر) ، اسبہ (اس نہ) ، کسطرح (کس طرح) ، نکرے (نہ کرے) جہانکا (جہان کا) ، آپہی (آپ ھی) ، اورونکی (اورں کی) وغیرہ ۔

(ب) غیر متداول شکلیں

مندرجہ ذیل الفاظ کی غیر متداول سکلیں کتاب کے رسم الخط

میں موجود ہیں :

انرابل (آنریبل) ، منبئی (بمبئی) ، نڑبھکے (تڑپ کے) ، گھنس (گھس) ، مکرانا (مکرتا) ، یے (یہ کا صیغۂ جمع) ، وے (وہ کا صغہ جمع) ، اما (اماں) ، ما (ماں) ، اچمبھے (اچنبے) ، بعضے (بعض) ، یونہیں (یوں ہی) ، ووھیں (ویسے ہی) ، جبھائی (جماہی) ، لڑکھ (لڑھک) ، لنبے (لمبے) ، یہہ (یہ) ، مین میکھ (مین میخ) ، چھٹھا (چھٹا) ، لودھے (بودے) ، پنکھیرو (نکھڑو) ، سامھنے سامنے ، نائکن (نایکا) ، لونچھی (نوچی) ، کوئے (کنویں) ، آنھ (آن) ، نہ جانیں (نجانے) ، بھکھ (بھک) ، ایکساں (یکساں) ، آستے آستے (آهسته آهسته) ، سوجتا (سوجھتا) ، ڈھونڈھورا (ڈھنڈورا) ، نیں (تو) ، بہاری (بیوپاری) ، داھیں (دائیں) ، کھوکھرا (کھوکھلا) ، لاوبالی (لاآبالی) وغیرہ۔

زیر نظر کتاب کے متن میں اصل سکل کے ساتھ قوسین میں ( ) متداول شکل بھی درج کردی گئی ہے تاکہ دونوں میں فرق قاری کے پیش نظر رہے۔

(ج) کلمات مرکب

چند ایسے مرکب الفاظ کو کھول کر لکھا گیا ہے جن کو مرکب لکھنے کا رواج ہوگیا ہے ، مثلاً :

ایک لوتے (اکلوتے) ، کن آنکھوں (کنکھیوں) وغیرہ۔

اردو میں عربی اور فارسی مفاہیم کے کلمات

چونکہ یہ حکایات فارسی سے ترجمہ کی گئی ہیں اور عربی

ماخذ سے ماخوذ ہیں اس لیے کہیں کہیں ایسے کلمات استعمال ہوے ہیں جن کے فارسی اور عربی مفاہیم کو اردو میں روا رکھا گیا ہے - یہ امر قابل غور ہے کہ اس عہد میں الفاظ کے فارسی اور عربی مفاہیم کو بے تکلفی سے اردو میں جگہ دی جاتی تھی - اس طرح زبان روز بہ روز مالا مال ہو رہی تھی اور اس کی توسیع ہو رہی تھی - بد قسمتی سے یہ سلسلہ اس وقت سے منقطع ہوگیا ہے جب سے اردو کے ادبا نے فارسی عربی کا مطالعہ ترک کر دیا ہے - اس طرح زبان کی نشو و نما بھی رک گئی ہے - ذیل میں ان الفاظ کی مختصر فہرست درج ہے جن کو عربی یا فارسی سے اس زبان کے مفاہیم میں استعمال کیا گیا ہے :

السنہ	یعنی
خوش تقریر	اچھی تقریر
خاوند	مالک
خیمہ مار کر	(خیمہ زدن کا ترجمہ ہے) خیمہ ڈال کر
درماہہ	ماہوار تنخواہ
دستوری	رخصت - اجازت
سیاست	سزا
علاقہ رکھنا	تعلق ہونا
قیافہ	چہرہ
قسمت کر دیا	تقسیم کر دیا
گاومیش	بھینس
مگر	شاید
والا نہ	وگرنہ

تذکیر و تانیث

اس کتاب میں کہیں کہیں الفاظ کی تذکیر و تانیث مروجہ استعمال کے برخلاف ملحوظ رکھی گئی ہے ۔ مندرجہ ذیل فہرستوں میں ان الفاظ کو درج کر دیا گیا ہے :

وہ الفاظ جنھیں مذکر لکھا گیا ہے	وہ الفاظ جنھیں مؤنث لکھا گیا ہے
الماس	التفات
انتہا	حضور
تخت گاہ	خمار
جان	شر
جبین	عقاب
خلعت	غور
شراب	مذاق
کرن	مرقد
لشکر گاہ	
مرتبہ (باری)	

محاورات کی نامانوس شکلیں

اردو میں رائج محاورات کی بعض نامانوس شکلیں اس کتاب میں مشاہدے میں آئی ہیں ۔ ان کی فہرست درج ذیل ہے :

ابھی کے ابھی	ابھی ابھی
اپنے سے باھر ھو جانا	آپے سے باھر ھو جانا

اتفاق پڑا	اتفاق ہوا
ان بن آئی	ان بن ہو گئی
بات چیت کی چاہیے	بات چیت کیا چاہیے
باتوں ہی باتوں میں	باتوں باتوں میں
حسن و قبح	حسن و قبح
حکم کیا	حکم دیا
دم چھوڑ دیا	دم توڑ دیا
دنگ ہو گئے	دنگ رہ گئے
شب خون چلانا	شب خون مارا
شب خون لے جانا	شب خون مارنا
کان پر بھنک پڑی	کان میں بھنک پڑی
کوئی بیرا بال بیکا نہ کرے گا	کوئی بیرا بال بیکا نہ کرے گا
لشکر کی ایڑی اٹھی	لشکر پسپا ہوا
مرد کو کہا	مرد سے کہا
مل بیٹھ	ملیا میٹ
من میں یہی ٹھانا ہے	من میں یہی ٹھانی ہے
نام پکڑا	نام پایا
نظر آئی دیتا ہے	نظر آتا ہے
ہلدی لگی نہ پھٹکری	ہینگ لگی نہ پھٹکری
یاد آئی	یاد آیا

نامانوس تلفظ

بعض کلمات کا تلفظ اشعار میں مروج تلفظ سے الگ ہے
ملاحظہ ہو :

۱- ضرب رکھ داد و دھش سے جو تو '' چاھتا '' ھے رواج
(چاھتا کو '' چہنا '' پڑھیں تو وزن درست رھتا ھے)

۲- '' ساہ '' شب وقت جوانی اس میں کرنا ھو سو کر
(سناہ '' ساہ '' پڑھا جاتا ھے)

۳- کھووے سرمایہ جو غفلت کے '' جنگل '' میں سو جائے
(جنگل بہ اعلان نون پڑھا جاتا ھے)

۴- بادسہ مہر صفت بیک نظر کرتے ھیں
(نہ یک '' بیک '' پڑھا جاتا ھے)

۵- جو راست '' معاملہ '' هووے دین دار ھے
(معاملہ '' ماملہ '' پڑھا جاتا ھے)

۶- یہاں سے بس نہ لکھ ''زیادہ'' عبارت
(زیادہ '' زادہ'' پڑھا جاتا ھے)

غیر متداول تصریف

صیغے اور بعض کلمات کی تصریف کا اردو میں رواج ھی نہیں اور اُن کی اصلی شکل ھر مقام پر بحال رھتی ھے ، لیکن اس کتاب میں اُن الفاظ کی تصریف کو بھی روا رکھا گیا ھے جو عام طور پر اردو میں متداول نہیں ، مثلاً :

مرتبہ (باری) سے مرتبے
سودا (بمعنی جنون) سے سودے
روز مرہ سے روز مرے

مہمل اور تابع مہمل

مہمل اور تابع مہمل کی جو نئی شکلیں مشاہدے میں آتی ہیں وہ درج ذیل ہیں :

لوٹ پاٹ	مال غنیمت
مان پان	فخر ، عزت ، شان
ٹکڑا ٹیرا	روٹی کے ٹکڑے
ڈانڈے منڈے	حد ، سرحد
ننگا منگا	بالکل ننگا
اهالی موالی	رهنے والے ، بسنے والے
ننھے نتھوا	بچے بالے
بھل بھلاری	بھل بھول
بوڑھا ٹھیرا	بالکل بوڑھا (پنجابی میں بھی مستعمل ہے)

امثال اور کہاوتیں

ان حکایات میں نتائج اخذ کرنے اور تنبیہ و تادیب کی منطق کو مؤثر بنانے کے لیے امثال اور کہاوتوں کا کثرت سے استعمال ہوا ہے ، اور کچھ ایسی امثال اور کہاوتیں بھی درج ہوئی ہیں جو عام طور پر اردو میں متداول نہیں ۔ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں :

۱۔ آؤ جاؤ گھر تمہارا ہے (کھلے بندوں آؤ) ۔

۲۔ آبری گھاٹی ہوئی ماٹی (قبر میں پہنچتے ہی آدمی خاک ہو جاتا ہے) ۔

۳۔ ایسر سے بھبٹ نہیں دندر کیوں توڑیے (مفہوم واضح نہ ہوا) ۔

۴- بے خرچی میں آٹا گیلا (مفلسی میں آٹا گیلا)۔

۵- ببل بھوٹی اور رائی دانہ دان (سردار کی شکست سے لشکری بھی تتر بتر ہو جاتے ہیں)۔

۶- باپ کا گھڑا ایک نہ ایک دن بھوٹتا ہے (گناہ بالاخر ظاہر ہو جاتا ہے)۔

۷- جگ بھوٹا اور نرد ماری گئی (جوڑا ٹوٹا اور مہرا مات ہوا۔ چوسر کے کھیل کی اصطلاح میں جب دو گوٹیں ایک ہی خانے میں آ جاتی ہیں تو اس جوڑے کو ''جُگ'' کہتے ہیں۔ ان کو کوئی مار نہیں سکتا۔ لیکن جب یہ الگ الگ ہو جاتی ہیں تو پھر انہیں مارا جا سکتا ہے)۔

۸- جو چڑھا سو بڑے گا (عروج کو زوال ہے)۔

۹- جو خال اپنی حد سے بڑھا سو مسا ہوا (حد سے بڑھ کر خوبصورت چیزیں بد صورت بن جاتی ہے)۔

۱۰ جیسا منہ وسی چپیڑ (جیسی روح ویسے فرسے، یہ کہاوت پنجابی میں بھی مستعمل ہے)۔

۱۱- درزی کا بیٹا جب تک جیے گا سیے گا (ہر ایک کو اپنا کام کرنا ہی پڑتا ہے)۔

۱۲- دس پانچ کی لاٹھی ایک جنے کا بوجھ (تھوڑا تھوڑا کرکے بہت ہو جاتا ہے)۔

۱۳- دو جھگڑیں تیسرے کو لابھ (جب دو عزیز لڑ رہے ہوں اغیار کو فائدہ پہنچتا ہے)۔

۱۴- رسی جلی پر آس کا بل نہ گیا۔ (رسی جل گئی پر بل نہ گیا)

۱۵- سو دن چور کے تو ایک دن ساہ کا (چوری بالآخر
پکڑی ھی جاتی ھے)۔
۱۶- سورماں چنا بھاڑ نہیں پھوڑنا (اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑتا)۔
۱۷- طوطے ھانھ سے آڑ گئے (ھاتھوں کے طوطے اڑ گئے)۔
۱۸- لڑائی سے زیادہ دھاک مارتی ھے (مارنے سے ڈانٹ ڈپٹ
کرنا بہتر ھے)۔
۱۹- مار کے آگے بندر ناچے (سزا سے ھر ایک آدمی ڈرتا ھے)۔

ھندی ، پنجابی ، سنسکرت اور دکنی الفاظ کا استعمال

اس کتاب میں ھندی ، پنجابی ، سنسکرت اور دکنی کے آن الفاظ کا بہ کثرت استعمال ھوا ھے جو آج کل اردو میں رائج نہیں ۔ ان کلمات کی الگ الگ نشان دھی کرنے کی بجائے یہ مناسب سمجھا گیا ھے کہ ان کی ایک مفصل فہرست تیار کی جائے ۔ چنانچہ کتاب کے اختتام پر ایک فرہنگ شامل کر دی گئی ھے جس میں الفاظ کے معانی بھی درج کر دیے گئے ھیں ۔

حوالے کی کتابیں

اس تعارف کی تدوین میں مندرجہ ذیل کتابوں کے حوالے دیے گئے ھیں :

Buckland, C.E., *Dictionary of Indian Biography*

" منتخب جوامع الحکایات و لوامع الروایات " (بخش نخست) مرتبہ محمد تقی بہار ، تہران ، ۱۳۲۴ شمسی ۔

" جوامع الحکایات و لوامع الروایات " (بخش اول) تالیف سدید الدین محمد عوفی ، بہ تصحیح و اہتمام دکتر محمد معین ، تہران ۱۳۳۵ شمس ۔

" جامع الحکایات " شیخ صالح محمد عثمانی ، بمبئی ، ۱۸۵۶ میلادی ۔

۲۶ اپریل ۱۹۶۳ — محمد باقر
ماڈل ٹاؤن (لاھور)

سیر عشرت

سن ۱۲۴۰ هجری

سیر عشرت جامع الحکایات

سن ۱۸۲۵ عیسوی

جب تلک خون جگر اپنا نہ کھانے کو لگے
کس طرح سنگیں عمارت کے بنانے کو لگے
سیر عشرت کی کرے گر صاحب عزم عظیم
اس کو سب دنیا کی لذت پیش آنے کو لگے

بسم اللہ الرّحمان الرّحیم

دیباچہ

سپاس بے قیاس اُس بادشاہ علی‌الاطلاق کو کہ سارے بادشاہ و رعیت و سپاہ اُس کے فرمان سے سر اُٹھا نہیں سکتے اور وہ یکتا بدون مشورت مشیر ہردہ (ہجدہ) ہزار عالم کا بندوبست کرتا ہے۔ پتھر کے کیڑے سے لے کر سارے جان داروں کو گھر بیٹھے بنا خدمت تنخواہ پہنچاتا ہے۔ سب کو کھلاتا ہے اور آپ نہیں کھاتا، سب کو آرام دیتا ہے اور خود نہیں سوتا۔ اس کے قدرت کے کارخانے میں کسو کو دخل نہیں:

عجب سلطنت لاوبالی بنائی
نرالی ہے سب سے خدا کی خدائی
غنی ذات اور ملک اُس کا ہے باقی
اُسی کو سزاوار ہے کبریائی

اور درود نا محدود اُس کے حبیب تاج دار اقلیم نبوت پر کہ جس کے آستانہ بوسی سے شاہ و گدا کو فخر و عزت ہے اور اُس کے آل و اصحاب پر۔

یہ فقیر حقیر شیخ صالح محمد عثمانی اگرچہ مدت سے اس خطۂ خوش سواد دکھن میں وارد ہے اور کئی سال سے خدمت میں صاحبان عالی شان کے علاقہ رکھتا ہے، پر ان دنوں انرابل (آنریبل) گورنر الفنسٹن صاحب بہادر دام اقبالہ کے عہد میں کہ

جن کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ اظہر من الشّمس و شہرۂ آفاق ہیں :

وہ حسن خلق میں گل عنبر شمیم ہے
خوشبو سے جس کی باغ جہاں میں نسیم ہے
ابر کرم سے اُس کے جہاں پر بہار ہے
اور تیغ عدل اُس کی سے ظالم دو نیم ہے
جس طرف یہ سکندر ذوالعزم رخ کرے
ہمراہ اُس کی فوج کے فتح عظیم ہے
ہتھیار باندھ جب کہ وہ ہو مستعد جنگ
بھاگے ہزار کوس جو اُس کا غنیم ہے

سن بارہ سو چالیس ہجری مطابق سن اٹھارہ سو بتیس عیسوی میں اس حقیر کو بندر ممبئی (بمبئی) میں آنے کا اتفاق پڑا تو یہ کتاب موافق مرضی جناب فیاض زماں، نکتہ رس قدردان یعنی کرنل کنڈی صاحب بہادر دام حشمتہ کے تصنیف ہوئی۔ امید ہے کہ اُن کی توجہ سے مطبوع طبع خاص و عام ہو :

کچھ نہیں آتا ہے میرے دھیان میں
جو لکھوں میں وصف اُس کی شان میں
مہر سے گر وہ کرے یک دم نظر
سنگ ہو لعل بدخشاں کان میں
جو کوئی محتاج آتا اس کے پاس
کر دیا مطلب روا اک آن میں
ہند کی بولی میں ماہر اس قدر
کب ہو ایسا اہل ہندوستان میں

فی‌الحقیقت وہ ہے اہل امتحان
آزمایش سب کی اُس کے گیان میں

اب التماس داناؤں سے یہ ہے، دیکھا چاہیے کہ کیا کیا مضمون باندھا ہے اور کس کس طرح خون جگر کھایا ہے، پس بر احیاناً بہ مقتضائے بشریت سہو یا خطا یا نامربوطی عبارت کی پائی جاوے تو اصلاح دیں اور زبان طعن دراز نہ کریں:

جو بہر صلاح اس پہ خامہ رکھے
خدایا کبھی اُس کو کچھ غم نہ دے
الٰہی! بہ حق نبی الکرام
یہ مجھ سے ہو جلدی حکایت تمام

کہتے ہیں کہ اگلے دنوں میں شہر پٹن میں ایک بڑا بادشاہ تھا۔ اُس نے اپنے لڑکے کو کسی اُستاد دانا کے پاس تربیت کے لیے سونپا۔ چنانچہ وہ معلم نہ حکایات لطف اُسے سکھایا کرتا کہ تدبیر جہاں بانی و کامرانی میں کام آویں۔

پہلا باب عدل کا

حکایت ۱

ایک روز سلطان محمود نے بستر راحت پر چین سے آرام کیا تھا۔ یکایک آدھی رات کو آنکھ کھل گئی، نیند اُچاٹ ہوگئی، کروٹیں لیتا پڑا رہا۔ بہترا ہی چاہا، پر آنکھ ایک پل مطلق نہ جھکی، بلکہ تمام جسم جوں کی توں کھلی کی کھلی رہی۔ سب خیال گزرا کہ شاید کوئی مظلوم خاک پر غلطاں ہے کہ اُس کے درد کی تاثیر نے مجھے بے کل کیا:

ستم رسیدہ اگر نیم شب کو آہ کرے
تڑپ کے بجلی سا عالم کو خاک راہ کرے
یہ تیر وہ ہے کہ ہرگز خطا نہیں ہوتا
تمام خلق کو اک پل میں ہے خراب کرے
عجب ہے درد دل دردمند کی سوزش
مثال شعلے کے بھڑکے جدھر کو آہ کرے
وہی ہے شعلۂ آتش یہ خانۂ باروت
کہیں بھڑک نہ اٹھے جو وہ ٹک نگاہ کرے

یہ سوچ کر پاسبان کو پکارا "دیکھو تو ڈیوڑھی پر کون ہے؟" چوکیدار نے ادھر اُدھر پھر کے عرض کی کہ یہاں تو کوئی نظر نہیں آتا۔ بادشاہ پھر چھپرکھٹ پر لیٹا لیکن نیند نہ آئی، وہی بے کلی رہی۔ دوسرے مرتبے پھر فرمایا " دیکھو باہر کون ہے؟" غلام دوڑ پڑے، ہر طرف دیکھ کے گزارش کی کہ یہاں تو

کوئی نہیں ۔ تب سلطان سمجھا یہ لوگ غفلت کرتے ہیں ۔ نیمچا بغل میں دبا محل سرا سے نکل ہر کہیں ڈھونڈنے لگا ۔ دیوان خانے کے آگے جو مسجد تھی اس میں گیا تو بھنک نالہ و زاری کی اُس کے کان پر پڑی ۔ دیکھا تو ایک شخص سر خاک پر سجدے میں دھرے بے اختیار رو رو کر جناب الٰہی میں التجا کر رہا ہے :

سلطان گرچہ خواب میں غافل مدام ہے
کیا فکر ذات حضرت حق لاینام ہے
سلطان حرم خاص میں ہے بند کرکے در
لیکن ترے حرم کا سدا بار عام ہے

جب اُس نے سر اُٹھایا تو پوچھا " اے عزیز ! تیری تلاش میں تو میں تمام شب رہا ۔ اب حاضر ہوں کہ تیرا مطلب کیا ہے ؟" بولا " آپ کے مصاحبوں سے ایک شخص مجھ غریب کے گھر میں ہر روز سرسام گھس کے زبردستی سے چاہتا ہے کہ میرے قبیلے کی چادر عصمت کو پھاڑ دے ۔ اب جو تمھاری تیغ آب دار اُس آلائش کو میرے دامن خاندان عفّت سے پاک نہ کرے تو حشر میں میرا ہاتھ اور آپ کا دامن ہوگا "۔ سلطان کو غیرت آئی ۔ پوچھا " کیا وہ موذی اس وقت تیرے گھر میں ہے ؟" کہا " نہیں ، پر خوف ہے کہ پھر آوے گا ۔" فرمایا " جا اندیشہ نہ کر ، اب کی بار جو آوے تو ترنت مجھے خبر کرنا ۔" اور چوب داروں کو تاکید کر دی کہ یہ شخص جس گھڑی آوے ، بلا توقف حضور میں لے آؤ ۔ تب وہ مرد دعا دیتا ہوا چلا گیا ۔ بعد دو شب کے وہی بدکار اس بے چارے کے گھر میں بیٹھا ۔ تب اُس نے دوڑ کے شاہ کو آگاہ کیا ۔ سلطان سپر دل شمشیر آب دار حمایل کرکے اُس کے ساتھ ہولیا کہ مجھے اُس کتے کو بتلا دے تو ۔

ایک هی هاتھ میں اُس کو اس خواب خرگوش کے بدلے خواب عدم میں قیامت تک سلا رکھوں۔ آخر سلطان وهاں پہنچا جہاں یہ غفلت میں پڑا تھا ۔ فرمایا '' شمع بجھاؤ '' اور بڑھ کے ایک هی ضرب میں لال کر دیا ۔ بعد شمع سلگا کے اُس کا منہ دیکھا ۔ سجدہ شکر کا بجا لایا اور اس مرد کو کہا ''جو کھانا تیرے یہاں اس وقت موجود ہو سو لا ۔'' اُس نے تھوڑا پانی اور سوکھی روٹی کے ٹکڑے روبرو لا رکھے ۔ سلطان نے وہ روٹی ایسی رغبت سے کھائی کہ شاید عمر بھر میں بھی یہ مزا نہ پایا تھا : تب اُس درویش نے دست بستہ ہو کر عرض کی :

سزائی سلطاں مور سے کب ہو سکے

'' اپنی رغبت سے توش جان فرمانا کیا باعث تھا اور شمع اول بجھانی اور پھر سلگانی کیا سبب ؟'' جواب دیا ''جس وقت تو نے مجھ سے داد چاهی ، میں نے دل میں عہد کیا تھا کہ جب لگ (تک) شر اس فتنے کی تیرے حرم سے دفع نہ ہو، کھانا مجھے حرام ہے، اور یہ بھی خیال تھا کہ سوائے میرے فرزند کے اور کسی کی کیا جرأت کہ باوجود دبدبۂ شاهی میرے ایسی حرکت کرے ، کیوں کہ بادشاهی خاندان میں بادۂ نخوت سے اکثر سرشار رہتے هیں ۔ اور شمع اس لیے بجھائی کہ اگر میرا فرزند ہو تو روشنی میں اُس کا منہ دیکھ کے مجھے مہر پدری آوے اور نہ ماروں ، لیکن مار کے جب دیکھا تو غیر شخص نظر پڑا ، اس لیے شکریہ ادا کیا کہ میرا بیٹا نہیں :

آتش سوزاں نہیں رکھتی کبھی روی ریا
دوست دشمن عدل میں یکساں هیں اس میں خشک و تر

حکایت ۲

ایک سخص نے بادساہ کے یہاں جاکر فریاد کی کہ میں ایک توڑہ اسرفیوں کا قاضی پاس بہ طریق امانت رکھ کے سفر کو گیا۔ بدیس سے پھر آ کر وہ تھیلی جوں کی توں جیسی کہ سر بہ مہر دی تھی، ویسی ھی لی، پر اسے کھول کر دیکھا تو پیسے تھے۔ یہ بات قاضی سے کہتا ھوں تو نہیں مانتا۔ بادساہ نے فرمایا "خاطر جمع رکھ اور یہ تھیلی میرے پاس رکھ دے، تیرا انصاف ھو رہے گا" اور جامدار (جامہ دار) سے فرمایا "خاصی دستار لے آ۔" جب وہ لے آیا، کسی بہانے سے اسے کچھ کام کو بھیجا اور پگڑی میں چھید ڈال کر رکھ چھوڑا۔ جوں ھی جامہ دار نے وہ سوراخ دیکھا کانپنے لگا اور دوسرے جامہ دار سے بولا "بادساہ جو یہ عمامہ دیکھے گا تو مار ھی ڈالے گا۔" اس نے کہا "اندیسہ مت کر، اس سہر میں بڑا ھی کاریگر ایک رفوگر رھتا ھے کہ اس کے رفو کے ٹانکے کو کوئی ھوس مند تاڑ نہیں سکتا۔" آخر یہ اسی کی دکان پر گیا اور وہ دستار اسے دکھلائی۔ اس نے جو کچھ محنت مانگی وہ دی اور بہ خوبی رفو کروا کے لے آیا۔

دوسرے روز ساہ نے جب وہ پگڑی ثابت دیکھی، پوچھا "اسے کس نے رفو کیا؟" جامہ دار رو رو کر ٹالنے لگا۔ فرمایا "ڈر مت، میں نے ھی کسی کام کی خاطر پھاڑ ڈالی تھی۔" تب اس نے رفوگر کا پتا دیا۔ آخر اس رفوگر کو حضور میں بلا کر کہا "تو نے ایک تھیلی بھی اسی طرح رفو کی ھے، جو دیکھے تو پہنچانے؟" بولا "ھاں" تب وہ تھیلی اسے دکھلائی اور پوچھا کہ سچ کہہ تجھے کس نے دی تھی؟ کہا "اس سہر کے قاضی نے۔" تب تو شاہ نے رفوگر کے مقابلے سے قاضی کو قائل کرکے

اس شخص کا مال اسے دلوایا اور قاضی کو غرق کروا ڈالا :

نہیں اور کوئی عدل سا کام نیک
کہ جس سے دو جگ میں رہے نام نیک
عجب کیا ہے فرعون جو غرق ہو
بدوں کا نہیں ہے سر انجام نیک

حکایت ۳

ایک روز معتضد خلیفہ نے اپنے وزیر کو کسی کام کے لیے روانہ کیا تھا، وہ رستے میں سے پلٹ حضور میں آکر عرض کرنے لگا کہ خداوند! جب میں دربار سے نکلا تو دیکھا کہ ایک شخص عین سر راہ کھڑا ہوا اس شہر بغداد تخت گاہ جہاں پناہ کو بد دعا دے رہا ہے۔ پس اسے ڈانٹ کر میں نے کہا ''مگر تو دیوانہ ہے جو ایسے بلدۂ دارالخلافت کو کہ جائے امن و اماں و ملجا و ماوائے بے کساں ہے، کیوں بیہودہ بکتا ہے :

فوقیت اس کو ہی ہے خلد بریں کے اوپر
چشمہ فیض ہے یہ روئے زمیں کے اوپر
صبح کو جو کوئی اس شہر میں آوے کنگال
شام سے پہلے سواری کرے زیں کے اوپر

بولا ' ایسے شہر نارسان پر پتھر کیوں نہیں پڑتے کہ جہاں کا بادشاہ غافل اور قاضی بددیانت ہو۔ چنانچہ کئی برس گزرے میں نے دو آفتابے طلائی یہاں کے قاضی کے سپرد کیے تھے، اب

جو طلب کرتا ہوں تو مکرتا ھے۔ وہ کہاوت ھے کہ جھوٹے کے آگے سچا رو مرے۔ اس بات کا کوئی شاھد گواہ بھی نہیں ' لاچار چلا جاتا ہوں۔' قبلۂ عالم ! جس دم میں نے سنا مجھے مارے شرم کے عرق آگیا۔ اُس شخص کو جانے سے باز رکھ کر حضور عالی میں لے آیا ہوں۔ تب خلیفہ نے اُسے اور نزدیک بلاکر ساری کیفیت مفصل دریافت کی۔ فرمایا " ابھی تو تو فلانے مکان میں رہ ، تیرے مال کی تحقیقات کی جائے گی۔" پھر خلیفہ نے قاضی سے رشتہ دوستی کا بڑھایا ، یہاں تک کہ گاہ بگاہ اُس کے ساتھ بیٹھ کر ہم کلام ہوا کرتا۔ ایک روز اخلاق کی باتیں کرتے کرتے یہ سخن درمیان رکھا کہ قاضی صاحب ! ایک مشورہ میرے خیال میں گزرتا ھے ، جو تم عہد کرو کہ یہ راز فاش نہ ہو ، کسی کے کان نہ پڑے تو دوستی کے بھروسے اپنے دل کی بات زبان پر لاتا ہوں۔ بولا " از براے خدا یہ کیا مذکور ھے ! ایسا بھی کم ظرف اوچھا اس بندے کو تصور نہ فرمائیے ، شوق سے جو مرضی میں آوے ، ارشاد کیجیے ، ممکن نہیں کہ اس اسرار سے فرشتے کو بھی خبر ہو ؛ تب خلیفہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا " یہ اوج ریاست اور امورات سلطنت حما کی لنگی[1] اور ڈھلتی پھرتی چھاؤں ھے۔ اس کا کیا اعتبار' آج ھے اور کل نہیں' تس پر دشمنوں سے دغدغہ رات دن ' مبادا کہیں قابض ہو جاویں یا قابو پاکر مار ڈالیں تو پیچھے خاندان کی خرابی ہو ، اس سے کچھ ذخیرہ کر رکھوں تو بہتر ؛ خدا نخواستہ نیک و بد ہو تو بال بچوں کے کام آوے ، پر ایسا ایمان دار اپنی نگاہ میں کوئی نہیں ٹھہرتا

۱۔ اس کا مفہوم معلوم نہ ہو سکا

کہ کچھ امانت جس کے حوالے کروں ۔ لیکن الحمد للہ کہ ایک آپ ھی کی ذات شریف نور تقویٰ و دیانت سے مانند خورشید اس دور قمر میں جلوہ گر ھے ۔ ھر چند آپ کو تکلیف ھوگی لیکن میری خاطر جمعی اسی میں ھے کہ از روے الطاف کے کل علی الصباح سے کچھ زر نقد آپ ھی کے نزدیک رھے تو سب سے اچھی بات ھے ۔ قاضی نے یہ سن کر جواب دیا ''حق تعالیٰ حضرت کی صد و بیست سال عمر کرے اور ھم غریبوں کو دامن دولت کے سائے میں رکھے ، دوست شاد دشمن پامال ھوں ! لیکن جہاں پناہ کا فرمایا سر آنکھوں پر ۔ بندہ سب طرح تابعدار ھے ، کسی صورت سے نابر نہیں ۔'' آخر ایسا ھی مقرر فرمایا کہ دو لاکھ روپے کل قاضی صاحب کے حوالے کیے جائیں گے ۔ غرض قاضی حضور سے رخصت ھو کر اپنے گھر آیا اور دولت کے لالچ میں کہاں کی نیند اور کہاں کی بھوک ؟:

لالچ بری بلا ھے سبھی خاص و عام میں
لالچ سے مرغ زیرک پھنستا ھے دام میں

جب شاہ نے معلوم کیا کہ اب تو یہ دام میں آچکا ، اس شخص کو بلا کر کہا ''کل فجر جس وقت قاضی دربار میں آکے بیٹھے تو تو اپنا مال اس سے مانگیو البتہ دیوے گا''۔ دوسرے دن قاضی دربار بادشاھی میں آیا ، تب وہ آدمی بڑے ادب سے جھک کر تسلیمات بجا لایا اور کہا ''شریعت پناہ ! ان دنوں میں سفر جاتے وقت دو آفتابے جو میں نے آپ کے حوالے کیے تھے ، اب مجھے درکار ھیں ، عنایت کیجیے ۔'' قاضی تو طمع کے کمند میں گرفتار ھی تھا ، اندیشے میں گیا کہ جواب دیتا ھوں تو وہ خزانہ ھاتھ سے جاتا ھے اور بدنامی حاصل ھوتی ھے ۔ بولا ''اوھو ! اے عزیز تو نے سفر میں بہت دن لگائے ، خوب ھوا جو تو آیا ۔

وہ جنس موجود ہے ، اپنی لے ۔" شاہ نے اُس وقت قاضی کی دیانت پر آفرین کی اور کچھ عذر کرکے اُس دن تو وہ خزانہ اُس کے سپرد نہ کیا ۔ جب حق حقدار کو پہنچ چکا ، خدمت قضا سے اُسے تغیر کیا :

ملک دانش پہ شہ عقل کی سرداری ہے
عدل با احسن تدبیر جہاں داری ہے

حکایت ۲

کرپال نام ایک راجا بڑا عادل تھا ۔ ایک روز ہاتھی پر سوار ہو شہر کی سیر کرنے نکلا ۔ ہر طرف دیکھتا بھالتا پھرتا تھا ۔ کہیں ایک عورت حسین اُس کی نظر پڑی ۔ دیکھتے ہی عاشق ہوگیا اور ہاتھی اُسی طرف ہولا ، چاہتا تھا کہ اسے پکڑ کر آتش شہوت آب وصال سے بجھاوے اور کچھ مزہ اُٹھاوے ، پر پاسبان ہوش نے منع کیا ۔ آخر وہاں سے پھر کر محل میں داخل ہوا ۔ دوسرے روز سارے اہل کار اور برہمن جمع کرکے بولا " میں چاہتا ہوں کہ جیتے جی اپنے تئیں آگ میں گراکر بھسمنت کروں ۔ سبھوں نے پوچھا " کیا سبب؟" بولا " کل مجھ سے ایسی حرکت ظہور میں آئی کہ پرائی استری پر میرا من ڈگا ۔ پنڈت یہ سن کر بولے " تم راجا ہوکے ایسی پاپ کی کھوٹی نگاہ رکھو تو ہمیں بھی تمھارا جینا نہیں بھاتا ۔ اب یہی آتم ہے کہ اس کودھرمی سے اپنے تئیں پھونک کر راکھ بناؤ ۔" ندان جب چتا چنی گئی اور اگن

بھڑک اُٹھی ، تب راجا نے ارادہ کیا کہ اس میں کود پڑے - برھمنوں نے ھاتھ پکڑ لیا کہ بس تدارک ھوچکا کیونکہ بدن کی کچھ تقصیر نہ تھی، یہ سب ھئے کا دوش تھا - ایسے سیاست ملی جو اتنی دیر اُس پر کوفت رھی - تب راجا نے جان کے عوض بہت سا روپیہ خیر خیرات کیا -

حکایت ۵

ایک روز ملک شاہ کی سواری ایک شہر میں سے ھوچلی - کسی حویلیٔ بلند کی منڈیر جو آسمان سے باتیں کر رھی تھی ، اُس پر ایک لڑکا بیٹھا ھوا دیکھ رھا تھا ، پر نیچے کے آدمیوں کو ایسا معلوم ھوتا تھا کہ یہ کوئی پنکھیرو ھے - شاہ نے بھی جانور کے شبہے پر نشست لگا کر تیر اُسی طرف چھوڑا ، وہ تیر اُسے جا لگا - تیر کے لگتے ھی وہ زمین پر آپڑا تو معلوم ھوا کہ لڑکا ھے - شاہ دیکھتے ھی بے اختیار رونے لگا - فرمایا کہ یہیں ڈیرے کھڑے کرو اور اس کے وارث کو بلاؤ - اُس لڑکے کا باپ نہایت مفلس ، بدن پر چندیاں لگی ھوئیں ، کھانے سے محتاج آکر موجود ھوا - تب شاہ نے ایک طشت سونے سے بھرا ھوا اُس پر تلوار دھر کر آگے رکھوا دیا - فرمایا " یہ شمشیر اور میرا سر اور یہ تھالی مع زر موجود ھے، ان دونوں میں سے جسے تیرا جی چاھے اختیار کر -" اُس غریب نے یہ جواں مردی شاہ کی دیکھ کر زمین خدمت کو بوسہ دیا اور کہا "یہ لڑکا تو کیا میرا سر اور یہ زر، فرق مبارک پر نثار ھے - عمر و دولت شاھنشاہ کی بڑھتی رھے ، میں اپنی داد پا چکا - آخر

شاہ نے وہ زر اُسے دلوایا اور اُس شہر کی حکومت کی سند اسی کو کر دی :

مرد انصاف سے نہ جاتے ہیں
تاکہ اپنا بھی جی گنواتے ہیں
اک پتنگے کو جو اذیت ہو
شمع کی طرح سر کٹاتے ہیں

حکایت ٦

ایک شخص بہت لوگوں کا دَین دار تھا اور معتضد خلیفہ کے بھی چار ہزار روپے اُس پر نکلتے تھے ۔ قضائے الٰہی سے وہ مر گیا اور پانچ ایک ہزار کا اثاثہ چھوڑا ۔ تب خلیفہ نے قاضی کو کہلا بھیجا کہ اُس عوض میں سے چار ہزار روپے تو ہماری سرکار میں داخل ہوں اور باقی جو بچیں سو موافق قرض کے تقسیم کیے جاویں ۔ قاضی نے اُس پیغام لانے والے سے کہا ” خلیفہ کو بھی قرض میں سب کے حصے موجب رسد دی جاوے گی ، نہ کیا مناسب جو اوروں سے زیادہ لے۔“ تب اُس شخص نے جواب دیا ” اے قاضی ! خلیفہ کیا سب خلقت کے برابر ہو “؟ قاضی نے کہا ” البتہ اس مقدمے میں سب ہی یکساں ہیں۔“ آخر یہ بات خلیفہ پر ظاہر ہوئی ۔ تب تامل کر کے کہا ” فی الواقع جو اوروں کی راہ سو اپنی بھی ، قاضی جس طرح بانٹ دے مجھے منظور ہے۔“ القصہ خلیفہ اُس تقسیم پر راضی ہوا اور سبھوں کے موافق قرض

لیا ۔ حاصل کلام عدل شاہ اور انصاف قاضی یاد گار رہا ۔
شاہ عادل ہو تو عالم بھی دیانت دار ہو

حکایت ۷

ایک بادشاہ کا وزیر نہایت عقل مند تھا ۔ دشمنوں نے حسد کی راہ سے مزاج بادشاہ کا بہکا کر اُس کی طرف سے برہم کر دیا ؛ یہاں تک کہ خدمت وزارت سے اسے تغیر کیا ۔ چند روز کے بعد وزیر نے حضور اعلیٰ میں عرض گزرانی کہ یہ غلام خانہ زاد موروثی اور نمک پروردۂ قدیمی ہے ۔ اگر خداوند نعمت حق خدمت گزاری کا سمجھ کر التماس اس فدوی کا قبول کریں تو بجا ہے ۔ امید کہ اس بے کاری کے عالم میں ایک اُجاڑ کھیڑے کی سند اس غلام کے نام ہو جاوے تو اُس کے شغل میں دل بہلاتا رہے ، اپنے پاس سے تقویت دے ، استمالت کر کے اُسے آباد کرے ۔ بادشاہ نے کہا '' جو پرگنہ تجھے منظور ہو اُسی کا پروانہ کیا جاوے ۔'' وزیر نے پھر گزارش کی '' اب تو بندے کا کچھ اختیار نہیں ۔ دیوان کی مَعرفت خود بدولت اپنی تجویز سے مقرر ٹھہرائیے ۔''

تب شاہ نے اہل کاروں کو حکم کیا کہ کوئی ویران گاؤں دریافت کرو تو وزیر معزول کے نام کی جاگیر کی جاوے ۔ غرض اہل کاروں نے ہزار کوس کے گرد میں ایک بھی قریہ اوجڑ نہ پایا ، سارا ہی ملک آباد اور آسودہ نظر آیا ۔ تب شاہ نے اُس وزیر سے کہا '' میں نے بہت سی تلاش کروائی اپنے عمل بھر میں ، خوب آبادی ہے ، کہیں ویرانہ نہیں ، لیکن جس بستی پر تیری خوشی ہو

فرمان کیے دیتا ہوں ۔ تب وزیر نے دست بستہ ہو کر عرض کی ''جہاں پناہ گاؤں کی درخواست کرنے سے فدوی کی یہ غرض تھی کہ خیال فرمائیے، میں نے کس کس کوشش و تردد سے اس ولایت کو آباد کیا جو ویرانے کا نام و نشان کہیں باقی نہ رہا ۔ اب مناسب ھے کہ یہ خدمت ایسے شخص کے حوالے کریں جو اس قدر کر دکھاوے ''۔ بادشاہ نے یہ بات سنتے ھی نہایت عذر کیا اور خلعت سرفرازی کی دے کر اُسے بدستور بحال کیا :

اقبال سکندر ھے تدبیر ارسطو سے

حکایت ۸

ایک دن نوشیروان نے وزیر سے پوچھا '' باز کوتاہ عمر اور چڑیا دراز زندگی کیوں کرتی ھے ؟'' بولا ''باز ظالم اور چڑیا ضعیف و کم آزار ھے ۔'' تب بادشاہ نے کہا ''عدل کیونکر کیا چاہیے جو موجب رفاھیت خلق اللہ ھو ؟'' عرض کی '' شاہ کو لازم ھے کہ سب رعیت کا احوال اپنی ذات سے کماحقہ دریافت کرے ۔ بدون حکم بادشاہ کے پتا نہ ھلے۔'' بادشاہ نے کہا '' امین و گماشتے شہر بہ شہر تعین کرتا ہوں تو بخوبی سب کام سر انجام پاویں ۔'' وزیر نے کہا '' سوال و جواب رعیت کا کارباریوں کے اختیار میں ڈالنے سے خلل عظیم واقع ھوتا ھے اور ملک تباہ ھو جاتا ھے ، کیونکہ اکثر گماشتے لالچ میں پڑ جاتے ھیں ۔'' تب شاہ نے کہا '' فقط اکیلے بادشاہ سے بندوبست ملک کا ھونا امر محال ھے ۔'' وزیر نے جواب دیا '' بہتر یوں ھے کہ ایک گھنٹا اُس کے چار طرف زنجیریں لگوا

کر محل سرا میں لگوا دیجیے تو داد خواہ بنا روک ٹوک اُس کی زنجیر پکڑ کر ہلاوے اور حضور سے داد پاوے، تو ظالموں پر موجب رعب ہو گا۔'' آخر نوشیروان نے ویسا ہی کیا کہ ایک گھنٹا اپنی خواب گاہ کی چھت میں لٹکوا دیا اور اس کی زنجیریں جا بجا کوچہ و بازار میں چھڑوا دیں۔ جو کوئی کسی پر تعدی یا ظلم زیادتی کرتا تو وہ اس گھنٹے کو ہلا دیتا۔ بادشاہ آواز سن کر انصاف کرتا۔ ایک روز ایک گدھا دبلا سا مارے کھاج کے پیٹھ اس سنگل سے گھسنے لگا، وہ ٹال ہلی؛ تب بادشاہ نے کوٹھے پر چڑھ کر دیکھا کہ ایک گدھا بڑا ہی لاغر پیٹھ میں ناڑ پڑی ہوئی زنجیر ہلاتا ہے۔ پوچھا ''یہ خر کس کا ہے''؟ بولے ''یہ گدھا دھوبی کا ہے۔ جب لگ (تک) جوان ہٹا کٹا رہا اُس نے اس پر لاد کر کما کھایا، اب جو بڑھاپے کے سبب رہ گیا تو چھوڑ دیا۔'' فرمایا ''اُسے بلاؤ''۔ جب وہ آیا تو پہلے اپنے روبرو خوب دھول دھپا اسے کروایا کہ جب چالاک تھا، تو نے اس سے کام لیا، اب تھک گیا تو کیوں اسے نہیں پالتا؟ خبردار! آج سے اسے دس سیر جو اور دس پولھے گھاس بلا ناغہ ہر روز نہ دی تو پیٹ چاک کروا ڈالوں گا۔

حکایت ۹

کہتے ہیں اُن دنوں میں کہ نوشیروان نے عمارت عالی کی تعمیر کروانی شروع کی، اُس میں ایک بڑھیا کی جھونپڑی آ پڑی۔

شاہ نے اُس بڑھیا سے کہا ''جو تیری مرضی ہو تو یہ جھونپڑی مجھے دے ۔ جو کچھ تجھے درکار ہو سو دلوا دوں ، یا اس کے بدلے جہاں کہیں تیری خوشی ہو ، محل بنوا دوں۔'' بولی ''مجھے اس سے زیادہ اور کیا ہونا کہ ہر صبح اُٹھ جمال مبارک دیکھتی رہتی ہوں ۔'' بادشاہ نے کہا ''خیر جو تیری خوشی یوں ہی ھے تو میں بھی کچھ جبر نہیں کرتا ''۔ اخیر وہ جھونپڑی ویسی کی ویسی ہی رہی۔ اُس بڑھیا کے پاس ایک گائے تھی ، آتے جاتے قصر شاھی میں آلایش کرتی پر نوشیروان کچھ نہ کہتا ۔

جب نوشیروان نے اس منزل فانی سے کوچ کیا اور دو سو سال کے بعد ایک بادشاہ مصاحبوں سمیت اُس کی قبر پر آیا ، اُس وقت ایک مصاحب نے کہا '' حدیث شریف ھے کہ بادشاہ عادل کا بدن گور میں بوسیدہ نہیں ہوتا اور گور کے کیڑے کچھ ضرر نہیں دے سکتے ۔'' بادشاہ نے کہا '' نوشیروان بھی تو بڑا عادل تھا ، بھلا اُس کی مرقد کھود کر دیکھیں ، کیا صورت بنی ہوگی ''۔ پس اس کے مزار کی جب خاک سرکائی قالب اس مرد کا جیسا کوئی سوتا ہو نظر آیا ۔ اُس کی انگلی میں تین انگوٹھیاں تھیں ۔ تین نصیحتیں اُن پر لکھی ہوئیں : پہلی '' دوست و دشمن سے دار مدار رکھو ۔'' دوسری '' سب کام مشورت سے کرو ۔'' تیسری '' قناعت پکڑو ۔'' تب وزیر نے کہا '' یے (یہ) انگشتریاں یہاں عبث ھیں ' اُتار لیجیے ۔'' شاہ نے اُسے جھڑک دیا ۔ عطر خوشبو ڈال کر وہ قبر معمور کر دی ۔''

حکایت ۱۰

ترکستان کے ایک بادشاہ نے ایک ایلچی کے ساتھ دس آدمی دے کر یہ نامہ ہند کے راجا کو لکھ بھیجا کہ ہماری سماعت میں گزرا کہ ہندوستان کی زمین میں کچھ ایسی چیز پیدا ہوتی ہے جس کے کھانے سے حیات انسان کی بڑھ جاوے۔ اسی لیے رئیسان ہند دراز عمر ہوتے ہیں۔ راجا نے جب یہ مضمون پڑھا اُس وکیل کو اُن آدمیوں سمیت ایک قلعۂ سنگین بلند کے نزدیک، جس کی چوٹی فلک سے مل رہی تھی، لے جا کر کہا " جب تک یہ کوہ گر نہ پڑے، تمھیں رخصت نہ کروں گا اور جواب بھی اس خط کا نہ دوں گا۔" یہ سن کر وے لوگ نہایت متفکر ہوئے، بلکہ نراس ہو گئے کہ اب عزیزوں کے دیدار سے بھی محروم رہے اور گھر بار سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ لاچار اُسی پہاڑ کے تلے خیمے استادہ کروائے اور شب و روز جناب الٰہی میں دعا کرتے کہ یا اللہ اس پہاڑ کو گرا دے! اتفاقاً تھوڑے دنوں کے بعد ایک دن زلزلہ ہوا۔ اس قلعۂ سنگین کی الگ ٹوٹ پڑی۔ تب اُس وکیل نے راجا کو اطلاع کی۔ راجا نے کہا " تم تھوڑے سے آدمیوں کی دعا سے ایسا پہاڑ جڑ سے اکھڑ گیا۔ تمھارے بادشاہ جو ظلم کرتے ہیں اسی باعث خلق کی بد دعا سے بیخ و بنیاد اُن کی عمر کی برقرار نہیں رہتی والاّ کسی فلسوف کو بھی روے زمین پر داروے عمر یاد نہیں۔ ظاہر ہے کہ شہباز ظلم کے سبب ایسا کوتاہ عمر ہوتا ہے کہ بیس برس سے زیادہ نہیں جیتا اور گدھے کی زیست قناعت کے باعث اتنی دراز ہے کہ سات سو برس تک زندگانی کرتا ہے۔"

حکایت ۱۱

ایک دن ایک بادشاہ شکار کے عقب گھوڑا ڈالے لسکر سے دور نکل گیا ، تب دو تین پالیں جنگل میں دیکھیں ۔ دھوب کی نسدت سے اُن کے آسرے میں جا بیٹھا ۔ ایسا کہ سانجھ ہو گئی اور کتنی ایک گائیں چر چگ کر وہاں آئیں ، تب ایک بڑھیا نے رانوٹی (راوٹی) سے نکل اپنی لڑکی سے کہا کہ دودھ نچوڑ جو مہمان کی تواضع کریں ۔ اُس لڑکی نے دودھ دوھا ، یہاں تک کہ شاہ دنگ ہو کر دل میں کہنے لگا ۔ اس قدر جو ان کے یہاں دودھ ہوتا ہے ایک ھفتے کا سرکار میں ہر مہینے دیویں تو ان پر کبا بھاری ہو اور حاصل اس کا کجھ کا کچھ عمل میں آوے ؛ البتہ کجھ نہ کچھ محصول ان بر لگایا تو چاھیے ۔ غرض بادساہ رات کی رات کھا بی وھیں سو رہا ۔ جب اجالا ہونے آیا اور جانور صبح کے بولنے لگے ، اُس بڑھیا نے اسی لڑکی کو جگایا کہ جلد اُٹھ دودھ دوہ ۔ لڑکی جب شیر دوھنے لگی تو ماں سے پکار کے بولی ۔ ” اے اما ! دعا کر اس ملک کے بادشاہ کی نیت بدل گئی ہے “ وہ بڑھیا ترنت اُٹھ ناک گھسنی کر التجا کرنے لگی کہ الٰہ العالمین ! بادشاہ کو نیک نیت رکھ ۔ شاہ نپٹ اچمبھے میں گیا کہ سبحان اللہ یہ لڑکی میرے دل کی بات کیونکر دریافت کر گئی ۔ آخر رہ نہ سکا ، بڑھیا سے پوچھا ۔ ” سچ کہو تمھیں کس طرح معلوم پڑا کہ اس گھڑی نیت بادشاہ کی برابر نہیں ؟“ بولی ” ہر صبح میری گائیں بہت سا دودھ دیتی رہتی تھیں اور آج کچھ نہیں دیا ، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی نیت میں مقرر فرق آیا تو برکت بھی جاتی رہی ‘ جیسی نیت ویسی برکت ۔“ شاہ نے کہا ” بجا ہے ، وہ بادشاہ میں ہی ہوں ۔ واللہ اب میں اس خیال سے در گزرا ۔ تم

اپنی گاؤ نچوڑو ۔'' عرض وہ لڑکی پھر دوھنے لگی تو دودھ ھمیشہ کے موافق نکلا ۔''

حکایت ۱۲

ایک بادشاہ کے عہد میں کسی شخص نے اپنی دیوار کے تلے سے خزانہ پایا ، بادشاہ کو خبر ھوئی ؛ تب اُسے حضور میں بلا کر کہا ۔ '' میں نے سنا ھے کہ تجھے گنج ملا ' مجھے خبر کیوں نہ پہنچائی ؟'' بولا '' اس لیے کہ وہ مکان میری ملک اور میراث میں ھے اور تم عادل ھو کر زبردستی نہیں کرنے کے ۔'' بادشاہ نے کہا '' بھلا وہ مال لایا تو چاھیے ، دیکھیں کس قدر ھے ۔'' آخر وہ مرد تھوڑا سا زر حضور میں لایا ۔ شاہ نے ملاحظہ کر کے اُسی کو بخشا ۔ بعضے شخصوں نے عرض کی ۔ '' خداوند ! مبلغ بے حساب اس کے ھاتھ لگا ھے ، یہ تو اُس کی چوتھائی بھی حضور میں نہیں لایا ۔ سب کا سب چھپا رکھا ۔'' بادشاہ نے کہا '' یہ سچ ھے پر مخفی گر رکھا ھو تو اب علانیہ خرچ کرے ، اس کا مزاحم کون ھے ؟''

اُسی بادشاہ کے دور میں ایک شخص نے ایک حویلی خرید کی ۔ مرمت کرنے لگے تو وھاں سے مال نکلا ؛ تب وہ شخص یہ مال اس حویلی بیچنے والے پاس لے گیا کہ اپنا مال لے کیونکہ میں نے حویلی مول لی ھے نہ کہ زر ۔ وہ بولا '' مجھے اس پیسے کا گمان بھی نہ تھا ، بھلا لوں تو کس طرح لوں ۔ بہتر ھے کہ یہ مال بادشاہ پاس لے جاویں اور اُسی کو دے ڈالیں ۔'' غرض وہ نقد

حضور میں لائے اور ساری کیفیت کہہ سنائی ۔ شاہ نے کہا " تم تو غریب آدمی ہو کر اس قدر امانت میں خیانت نہیں کر سکتے اور میں تو خدا کے فضل سے اس اقلیم کا بادشاہ ہوں ۔ تعجب ہے جو تم سے بھی کم ہمت ہو کر اس کام میں جرات کروں "۔ تب بولے ۔" تم ہمارے والی ہو، جو کہو سو ہمیں قبول ہے "۔ فرمایا " صلاح یہ ہے تم آپس میں رشتہ ناتا کرو اور فیمابین بیٹا بیٹی کی سگائی کر کے سمدھی بن جاؤ اور یہ مال لڑکی کے دھیز میں دو ۔" آخر انھوں نے ویسا ہی کیا :

کہاں ظلمت ظلم اور نور عدل

حکایت ۱۳

اُن دنوں میں کہ شاہ معز الدین غزنین شہر نہر والے سے لڑتا تھا ۔ ہر چند بہت سی مشقت اٹھائی پر فتح میسر نہ آئی ، تب اپنے دارالحکومت غزنین کو پلٹ آیا ۔ ایک امیر نے عرضی گزرانی کہ دو لاکھ روپے نہر والے سوداگر کے شہر غزنین میں ہیں ، اگر حکم ہو تو مال قرق کر کے خزانۂ عامرہ میں داخل کیا جائے تو فوج کی تنخواہ کو کفایت کرے ۔ شاہ نے اُس عرضی کی پشت پر دستخط کیا کہ مال اُس سوداگر کا اُس وقت حلال ہے جو شہر نہر والے میں لڑائی کے وقت ہاتھ آوے اور غزنین میں ضبط کرنا انصاف سے بعید ہے ۔ خبر دار ! اُس کے مال کو کوئی ہاتھ نہ لگاوے ؛ غرض غزنین میں کوئی اُس کے مال کا مزاحم نہ ہوا ۔ اس عدل کی برکت سے دو برس کے پیچھے نہر والہ شاہ غزنیں کے

عمل میں داخل ہوا -

غزل

مصطفیٰ سے اس قدر اثبات پائی شان عدل
طاعت صد سال سے افضل تریں یک آن عدل
حشر کے دن جب سوا نیزے پہ آوے آفتاب
سایۂ عرش بریں میں ہو کھڑا سلطان عدل
سنگ راہ ظلم سے ٹھکرا گرے اکثر رئیس
سلطنت میں کب لگے ٹھوکر جو ہو میدان عدل
بادشاہ ہے نا خدا اور مملکت مثل جہاز
بالضرورت اس کے لے چلنے کو ہے سکان عدل
ضرب رکھ داد و دہش سے جو تو چاہتا ہے رواج
سکۂ موزون بندر منبئی[1] میزان عدل

---

(۱) بمبئی -

دوسرا باب دور اندیشی کا

حکایت ۱

ایک روز بے (یہ) چار شخص عالم ، سید ، سپاھی ، بنیا مگر کسی باغ میں گئے اور میوے کچے پکے توڑ توڑ کھانے لگے اور بہت سے کاٹ کتر چکھ چکھ کر پھینکے - باغبان نے آ کر دیکھا کہ سب پھل چٹ ھو گئے اور کچھ ادھ کچرے بچے - تب اپنے دل میں کہنے لگا جو میں تن تنہا ان چاروں سے اُلجھ پڑتا ھوں تو ابھی ٹھوک ڈالتے ھیں - یہ سوچ کر عالم سے بولا ''حضرت سلامت ! آپ تو عالم ھیں ، دین کے ستون اور بھولے بھٹکے گم راھوں کو راہ پر لانے ھارے اور یہ سید ھمارے دین و ایمان، ھم ان کے خادم ، اور سپاھی کی تو ھم رعیت ھیں اور یہ ھماری پشت پناہ - جو ایسے مرد اس باغ میں آویں تو موجب برکت اور ھماری سعادت - بھلا یہ بنیا کون ھے کہ اس طرح باغ میں بے دھڑک آ کر جیسا باپ کا مال ، بگاڑ ڈالے ! کیا قرض دیتا ھے تو بیاج نہیں لیتا ؟'' یہ کہہ کر لپکا اور اُس بنیے کو پکڑ کر پچھاڑا ، ھاتھ پاؤں رسی سے جکڑ کر ایک طرف ڈال دیا - پھر سپاھی سے بولا '' وے دونوں تو بزرگ ھیں ، یہ باغ اُن کی نذر ھے - پیسا اس کا سرکار میں بھر چکا ھوں ، تیرا کیا دھراتا ھے جو تو نے اتنا نقصان کیا ؟'' اس طرح اُس کا بھی گریبان کھینچ کر لات مکی سے ھاتھ پاؤں خوب نرم کیے اور باندھ کر کھسکا دیا - پھر عالم سے کہا '' ساری خلقت سادات کی تو بنا داموں غلام ھے اور اُن کا حق ھم پر واجب ھے لیکن تو جو علم کا دعویٰ

رکھتا ہے ، کیا یہ نہیں جانتا پرایا باغ اجاڑنا گناہ ہے ؟ بھلا ایسا علم کس کام کا ، کیا گدھے پر کتابیں لاد نہیں دیتے ؟'' یہ کہہ کر اس کی بھی داڑھی پکڑ کر گرایا اور خوب لتیا کر ہاتھ پاؤں کس کر کٹھڑی بنا دی ۔ جب سید اکیلا رہ گیا بولا ''سن اے مدعی ! تجھ موذی کو کس نے سید بنایا ؟ پیغمبر نے مال مفت کا حلال نہیں کیا ، بھلا کہہ تو ، تونے کس سبب میرا مال بگاڑا ؟'' آخر اسے بھی چوسخا' کیا ۔ اسی ڈھب سے چاروں باندھ ڈالے ۔ جب لگ (تک) خاطر خواہ قسمت اس موے کی نہ بھر لی کسی کو نہ چھوڑا ۔ وہ کہاوت ہے ''جگ پھوٹا اور نرد ماری گئی ۔''

حکایت ۲

نقل ہے ایک سانڈنی سوار نے کسی بیابان میں آگ چار طرف گھاس میں لگی دیکھی ۔ اس میں ایک کالا سانپ گھر کر ایسا گھبرایا کہ بھاگنے کی راہ مطلق اس پر مسدود تھی ۔ قریب تھا کہ جل جاوے ، یہ مرد تو نہایت خدا ترس تھا ، رحم کھا کر دل میں کہنے لگا '' اگرچہ سانپ انسان کا دشمن ہے پر اس حالت میں اسے نہ بچانا شرط مروت نہیں ۔'' فی‌الفور توبرہ رسی سے باندھ اس کے آگے پھینک دیا ۔ سانپ اس کے اندر گھس بیٹھا اور یہ شتر دوڑا کر توبرے سمیت اس دشت سے باہر ہوگیا ؛ تب سانپ سے

---

(۱) ''چوسیخا کرنا'' کے معنی صلیب دینے کے ہیں لکن یہاں بے بس کر دینا مراد ہے ۔

بولا ”اب یہاں کچھ آگ نہیں جہاں تیرا جی چاہے چلا جا۔“ سانپ نے کہا ”اب تجھے اور تیرے اونٹ کو بنا ڈسے کب یہاں سے جانا ہوں، کیا تو نہیں جانتا کہ میں تیرا دشمن ہوں، تونے کس توقع پر مجھ سے ایسا سلوک کیا؟ کہہ، تجھے یا تیرے اونٹ کو پہلے کاٹوں“؟ تب تو یہ شخص دل میں ڈر کر افعی سے کہنے لگا ”اے پتال کے جاڑا! میں نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے، تعجب ہے کہ تو نیکی سے گزر کر بدی کا ارادہ رکھے!“

نیکی نہ ہوسکے تو بدی بھی نہ کیجیے

سانپ نے کہا ”آدمی کے مذہب میں نیکی کی جزا بدی ہے۔ اگر میں نے تیرے ساتھ بھلائی کے عوض برائی کی تو کچھ تعجب نہیں۔“ اُس نے کہا ”یہ سراسر خلاف ہے، انسان ہمیشہ بدی کے بدلے نیکی کرتے ہیں۔“ تب سانپ نے کہا ”بھلا تیری خوشی ہو، کسی اور سے پچھوادوں تو سہی۔“ وہاں ایک بھینس چرتی ہوئی دور سے نظر پڑی۔ بختی سوار نے نزدیک جا کر کہا ”اے گاؤمش! سچ کہہ نیکی کے بدلے بدی بھی کرنی درست ہے؟“ بولی ”آدمی کے مذہب میں ایسا ہی ہے، جس سے کوئی نیکی کرے، وہ اُس کے بدلے بدی کر دکھاوے۔ چنانچہ میں ہی مدت سے ایک شخص کے پاس تھی۔ ہر سال ایک بچہ دیا کرتی، دودھ دہی گھی سے ایسا آسودہ رکھتی جو گھر میں ریل پیل رہتی۔ اب بڑھاپے کے سبب دانت کھڑ کھڑ کریں اور سینگ پھل[1] سے اڑیں، تو تھنوں سے دودھ بھی سوکھ گیا اور بیانت سے بھی رہ گئی، اُس نے مجھے چھوڑ دیا اور کھل، بانٹ، بنولے مجھے کھلانے موقوف رکھے۔ تب میں نے اس جنگلے میں چر چگ کچھ آنگ پکڑا۔

---

(۱) اس کا مفہوم معلوم نہیں ہو سکا

قضا کار کل وہی شخص یہاں آیا - مجھے موٹا تازہ دیکھ کر میرے گوشت پر دانت رکھا - ایک قصائی کے ہاتھ مجھے بیچ ڈالا تو وہ ذبح کرے اور تکا بوٹی کر ڈالے اور پوست میں چھریاں بھوکے - بھلا کہہ تو نیکی کے بدلے بدی ہوئی کہ نہیں -"

سانپ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ کاٹے، تب یہ بولا " شریعت میں ایک گواہ کی شاہدی پر عمل نہیں کرتے اور ایک شخص کے کہنے پر فتویٰ نہیں دیتے -" تب سانپ نے ادھر اُدھر نگاہ کی ، سوائے ایک جھاڑ کے اس میدان میں کچھ اور نظر نہ پڑا - بولا " چل اس درخت سے پوچھیں ، وہ کیا کہتا ہے ؟" آخر اس درخت کے پاس آکر بولے " اے روکھ ! سچ کہہ نیکی کا ثمرہ نیکی ہے یا بدی"؟ درخت نے کہا "آدمیوں سے میں ایسا ہی دیکھتا ہوں کہ نیکی کی مکافات بدی کرتے ہیں اس لیے کہ میں سر راہ ایک پاؤں پر کھڑا رہتا ہوں ، جو مسافر تھکا ماندہ دھوپ کا مارا میرے سائے میں آتا ہے، آرام پاتا ہے ; پھر میرا برا چیتا ہے کہ اس کے ٹھوں کو چیریں تو خوب تختے اور شہتیر نکلیں اور اس کی ڈالی کی لاٹھی بھی معقول بنے ' بلکہ تبر ہاتھ میں ہووے تو شاخ کاٹ لے جاویں - میری چھاؤں تلے بیٹھنے کا احسان بھلا دیویں -" یہ بات سن کر سانپ نے کہا " کیوں اب تو حجت ختم ہو چکی ؟" بولا " خیر اگر تو دم بھر صبر کرے تو بھلا تیسرے سے بھی دریافت کرلوں ، اگر یوں ہی ہے تو لاچار ہوں ، تیری خوشی ہو سو کیجیو -" اتفاقاً ایک لومڑی نظر پڑی - یہ تو اس سے پوچھنے بھی نہ پایا جو وہ بولی " اے عزیز ! تو کیوں انجان بنا جاتا ہے - کیا نیکی کا عوض بدی نہیں ؟ تو نے اس مار سیاہ کے حق میں ایسا کیا احسان کیا ؟" بولا " میں نے اسے آگ سے بچایا -" بولی "ناحق کیوں جھوٹ بکتا ہے !" تب سانپ نے کہا

" درست کہتا ہے " لومڑی کہنے لگی " بھلا میں کس طرح سچ جانوں ۔" اس نے کہا " میں نے توبرے کو رسی سے باندھ زمین پر ڈال دیا تھا ۔ جب یہ اس کے اندر آگیا میں نے اوپر کھینچ لیا ۔" لومڑی بولی " اس ذرا سے توبرے میں اتنا بڑا سانپ کیونکر سمایا ! اب جو میرے روبرو یہ سانپ اسی توبرے میں بھر جاوے تو مجھے یقین آوے اور فتویٰ بھی دوں ۔" سانپ سمجھا یہ لومڑی میری طرف کی بات کہتی ہے ، جھٹ پٹ توبرے کے اندر ہو گیا ۔" تب لومڑی نے کہا " دشمن قابو میں آیا ، فرصت نہ دے ، نہیں تو یہ بلا تیری جان پر آتی ہے ۔" شتر سوار نے وہ توبرہ ترنت زمین پر دے پٹکا اور سانپ کا سر پتھر سے کچل ڈالا اور یہ قطعہ پڑھا :

حزم کے نور سے رخ جس نے ہو پھیرا رکھا
دیدہ دانستہ ریاست میں اندھیرا رکھا
غرق فرعون ہوا بحر میں نادانی سے
کیونکہ موسیٰ کو کنارے پہ نہ گھیرا رکھا

حکایت ۳

کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ کو جواہرات سے محبت زیادہ تھی ۔ ہر روز اپنے حضور منگاتا ، کہیں داروغے ذرا دیر کرتے تو اس کا مزاج برہم ہو جاتا ۔ اسی واسطے ایک مچھلی سونے کی بنوائی ۔ سارا جواہر ، لعل ، یاقوت ، ہیرا ، پنّا ، نیلم ، موتی ،

مونگا ، کنکر ، پتھر ہبس قسمت جو کجھ خزانے میں تھا ، سب اُس پر جڑوایا اور سب و روز اپنی نظروں تلے رکھنے لگا - جو دربار میں بیٹھتا تو تخت کے سامنے دھری رہتی اور سونے کے وقت زیر سر تکیہ کرتا - یہ شہرہ اُس ماهیٔ بے بہا کا ماہ تک پہنچا - ایک چور کیا ایسا تھا جو آدمی کی آنکھوں سے کاجل چرا لیتا - اس نے داو لگایا کہ اس مچھلی قیمتی کو کسی بھید سے اپنے دام میں لانا چاہیے - جب ماهیٔ آفتاب نے حوض مغرب میں غوطہ مارا ، اندھیری رات پڑ گئی ، چور قلعۂ بادشاہی کی طرف چلا - پاسبان سپاہی چوکی پہرے پر هسیار دیکھ کر کسی گوسے میں چھپ بیٹھا - آدھی رات گئے پہرے کری مارے سردی کے فرغول اوڑھ دبی آواز سے جوں گولی سے صدا آتی ہو ، پکارتے تھے کہ خبر دار رہو ، بلکہ کبھی نیند کے جھوکے کھاتے اور اونگھ بھی جاتے - اس دزد نے سانپ کی چال زمین پر گھسرتے گھسرتے قلعے کے پائے میں اپنے تئیں پہنچایا - کمند کمر سے کھول کر پھینک ، کنگورے پر اٹکا دے ، رسی کے آسرے قلعے پر چڑھ ، ساہ کی خواب گاہ میں آیا - دیکھا کہ بادساہ فتیلہ سوز کی روسنی میں ماهی سراہنے تکیہ کیے بے سدھ پڑا سوتا ہے اور ایک لونڈی نیند کی خمار میں جبھائی (جماهی) لیتی ہوئی چپی کر رہی ہے - اُس نے ذرا وقفہ کیا تو وہ بھی خواب کے غلبے سے وہیں لڑکھ (لڑھک) گئی - تب اس چالاک نے اُس کی اوڑھنی اتار آپ اوڑھ لی اور ساہ کی مٹھیا بھرنے لگا - بادساہ نے کروٹ بدلی تو وہ مچھلی سر کے تلے سے آهستہ سرکا لی - پھر جس صورت سے اوپر گیا تھا قلعے کی دیوار پر سے نیچے آیا اور چوکی داروں کی نگاہ سے آپ کو بچا نکلا - پھر سہر پناہ کا دروازہ بند دیکھ کر دل میں کہنے لگا کہ اب شہر میں ٹھہرنا اس ماهیٔ مراتب

سمت بڑی قباحت ہے ۔ اسا نہ ہو کہ شاہ بیدار ہو جاوے اور اُس کی جست و جو کرواوے ، تو اس ماھی کے بدلے میں دام بلا میں نہ بڑوں ۔ اور دن نکلے پر بھی ایسی ماھی جو ماہ سے زیادہ روسن ھے ، دروازے سے باھر لے جانا موافقت نہ کرے گی ۔

وقت فرصت ھے غنمت پس لا کیا ھو سکے
یہ نو ھے اسرار مخفی برملا کیا ھو سکے
سب سیاہ وقت جوانی اس میں کرنا ھو سو کر
روز روسن وقت پیری میں بھلا کیا ھو سکے

آخر اس نے اسی مقنع مں اُس ماھی کو لپٹا اور تھوڑے سے پھول باغبان کے یہاں سے اٹھا کر ، اُس بر ڈال ، طفل مردہ کی وضع ھاتھوں پر دھرے ، مصست زدوں کی طرح نوحہ و زاری کرتا ھوا دروازے بر آیا ۔ بولا '' یہ فرزند طوطی سا گویا ابھی کے ابھی عالم سکوت میں آ گیا ، پھول سا مرجھا گیا ، مجھ دل خستہ و خاطر سکستہ باپ کے سینے پر لالہ وار داغ دے گیا ، نس پر بے خرچی اور آٹا گیلا ۔ مسکل یو یہ ھے کہ کل فجر کو اپنے بگانے جمع ھو ویں ، گور کفن اس کا کریں تو بے مقدوری کے سبب دسمں مجھ پر ٹھٹھا ماریں ، طعنہ مہنا دیویں تو اس غیرت سے داغ پر داغ اور غم پر غم زیادہ ھو ۔ اس لیے چاھتا ھوں کہ اس تاریکی میں اس گنج خوبی کو لحد کے اندر دفن کروں تو دشمنان عقرب سرشت کے نیش طعن سے محفوظ رھوں ۔ یہ سن کر ایک دربان نے جھڑک کر کہا '' چل بے کہاں کا ٹنٹا لایا ۔ تجھ سے کنگال کی خاطر اس نصف شب میں بدون حکم کوتوال کے کون دروازہ کھولے ؟ چپکا بیٹھا ھے تو بیٹھا رہ ، نہیں تو خوب ختکے کھاوے گا ۔'' چور نے یہ سن کر ایک ٹھنڈی سانس بھری اور چلا کے بے اختیار رونے لگا ۔ تب تو

سارے دربان اٹھ بیٹھے اور اسے بہت دھمکایا ۔ تب اس عیار نے بڑی عاجزی سے کہا " تم جو بے غم ہو کسی کے درد دل کی تمھیں کیا خبر ہے ، جس پر بیتے سو جانے ۔ آخر دربانوں نے جب دیکھا کہ نیند کڑوی ہوتی ہے اور اب سوائے در کھولنے کے اس بلا سے چھٹکارا نہیں ، لاچار دروازہ کھول دیا اور یہ باہر نکلا ۔ اتفاقاً دروازے کے ہمسائے چکلا تھا ۔ کسی کسبی کے گھر میں ایک جوان طرار قحبہ کے ساتھ لیٹا تھا ۔ اس نوحۂ فریب کو تاڑ گیا کہ اس میں کچھ نہ کچھ فی ہے ۔ اٹھ کر بات چیت چور اور دربانوں کی سنی ۔ تب بلا تحاشا اس کے پیچھے دوڑا اور دروازہ بھڑنے سے پہلے پہنچ گیا ، اور چاہا کہ باہر جاوے ، دربانوں نے پوچھا " تو کون ہے جو اس وقت باہر جاتا ہے ؟" بولا " وہ شخص جو ابھی باہر گیا اس کا بھائی ہوں اور اس بھتیجے جگر سوز کی آتش غم میں جل بھن کر مجھ چچا کا کلیجا کباب ہو گیا ۔ اب چاہتا ہوں کہ وقت پڑے پر گاڑنے دابنے میں برادر کا شریک ہوں ۔ غرض اس حیلے سے یہ بھی باہر نکلا اور اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا ۔" چور جب سولی چڑھانے کی جگہ گیا ، کیا دیکھتا ہے کہ تین آدمی تین سولیوں پر چڑھے ہوئے اور چوتھی سولی خالی کھڑی ہے ۔ وہاں سے ذرا اور بڑھ کر وہ ماھی زمین کھود کر گاڑ ڈالی اور ایک سنگ خون آلودہ واسطے نشان کے اس پر رکھ دیا ۔ اور یہ جوان طرار بھی پیچھے سے آ کر واسطے نظارے کے اس چوب خالی پر چڑھ بیٹھا ۔ جب وہ چور پلٹا تو چوتھی سولی پر بھی آدمی اسے نظر پڑا ۔ دل میں سخت متعجب ہو کر کہنے لگا " یہ کیا ! ابھی تو میں نے ایک دار خالی دیکھی تھی ، اتنے عرصے میں اس پر آدمی کہاں سے آیا ۔ شاید میں تو گننے میں کہیں نہ چوکا ہوں یا ابھی کے ابھی

فراموش هو گیا ـ پھر واسطے احتیاط کے اُن چاروں سولی چڑھے هوؤں کی ناک کے آگے هاتھ رکھا تاکہ مردہ اور زندہ معلوم هو لیکن کسی نے دم نہ مارا ـ دیر تک حیران کھڑا رها ـ آخر جس سولی کا اسے گمان تھا اُس پر چڑھ آیا اور اُس کی ناک چٹکی میں پھر بھر کامل دبائے رها ، پر اس نے تو اس قدر دم سادھا کہ هرگز اس افلاطون وقت کی تشخیص میں نہ گزرا کہ اس کی ناڑی نبض چلتی هے یا کوئی دم رمق جان باقی هے ـ تس پر بھی مارے شبہ کے تلوار غلاف سے کھینچ اس کی ناک چٹپائی ، پر یہ تو بت کی مانند جوں کا توں قائم رها ، ذرہ نہ هلا اور سی نہ کی ـ اُس وقت اُسے یقین هوا کہ البتہ یہ بھی مردہ هے ـ اتر کر اپنا رستہ پکڑا ـ جب اس جوان طرار نے دیکھا کہ چور خاطر جمع سے چلا گیا ، نیچے آ کر وہ ماهی وهاں سے نکال کسی اور جگہ دبادی اور ناک پٹی سے باندھ روز روشن اسی فاحشہ کے گھر آیا ـ اُس نے تازہ زخم دیکھ کر پوچھا ”کس نے تجھے گھاؤ لگایا ؟“ بولا ” اس بات سے تجھے کیا ؟ یہ راز فاش کرنے کا نہیں ، مگر جراح کی تلاش کر تو اس کا علاج کیا جاوے “ـ اُس قحبہ نے اپنی نایکنوں سے پوچھا کہ کوئی جراح بھی تمھارا بسنی هے ؟ ان میں سے ایک لونڈھی بڑی پاتر تھی ـ بولی ” ایک جراح میرا آشنا هے ـ اس حکیمی کے فن میں اور جراحی کے کسب میں بڑا هی پکا هے ـ“ قحبہ نے کہا ” دیر نہ کر جلد بلا لے ـ“ جس وقت وہ جراح آیا اس کی ناک زخمی دیکھتے هی بولا :

سخت رو مرد مقابل سے نہ ٹل جاتے هیں
ضرب شمشیر منھا منہ کے اگر کھاتے هیں
جن کا ثابت هے قدم مردی میں مثل منصور
گرچہ سولی پہ چڑھیں تو بھی نہ گھبراتے هیں

آخر وہ جراح ہر روز اُس زخم پر مرہم لگانے لگا ۔ اور وہ دزد جو ماھی کو قصر سلطانی میں سے چرا لایا تھا ، پھر علی الصباح اُٹھتے ھی وھاں دیکھنے لگا تو وہ ماھی بے آب اُس ٹھکانے سے گم تھی ۔ یہ حالت دیکھتے ھی جیسے مچھلی بنا پانی تڑپنے لگا کہ افسوس اپنی محنت برباد گئی کہ ٹھگ کو کسا مہا ٹھگ ملا جو مجھ سے کو بھی جل دے گیا ۔ ھاتھ سے ھاتھ ملتا اور سر دھنتا ، مکس وار اپنے گھر پھر آیا ۔ جس وقت دن چڑھا جا بجا منادی پھرنے لگی کہ آج رات کو ماھی مرصع شاھی دزدی گئی ، جو کوئی اُس کا سراغ لگاوے یا اُس دزد کا پتا دے تو سرکار اُسے مالا مال اور نہال کر دے ۔ یہ دزد حسرت زدہ کوتوال کے استصواب سے بارگاہ سلطانی میں حاضر ھوا اور جان کی امان مانگی ۔ شاہ نے فرمایا ”تیری جان تجھے بخشی ۔“ تب تو اس نے آداب بجا لا کر ساری کیفیت ابتدا سے انتہا تک ظاھر کر کے کہا ”وہ زخم جو اس عیار کے چہرے پر لگا ھے ، چاھیے کہ اسی باعث پکڑا جاوے ، مگر حکم جہاں پناہ کا صادر ھووے کہ جہاں کہیں میں اُسے دیکھنے جاؤں کوئی آڑے نہ آوے ۔“ آخر شاہ نے کوتوال کو یہی حکم کیا کہ جس جگہ یہ آدمی اُس کے بھرم پر تلاش کرے ، کوئی اسے نہ روکے ۔ پھر تو یہ چور اُس کی تلاش میں شب و روز شہر کی گلی گلی پھرنے لگا ۔ سارا شہر روند مارا اور ہر کوچہ و بازار چھان ڈالا ۔ جسے جراح سنتا اُس کے پیچھے ہو لیتا اور زخمی کو اپنی نظر سے دیکھ آتا ۔ اسی طرح کھوج پر ایک جراح کے پیچھے اُسی فاحشہ کے گھر میں آیا ۔ دیکھا کہ حریف سوزنی بچھائے لنبے (لمبے) پیر کیے تکیہ لگائے بیٹھا ھے اور شراب کا دور چل رہا ھے اور وہ زخم تھوڑا تھوڑا اچھا ھوتا چلا ۔ بہ مجرد اُس کے دو چار ھوتے ھی اس نے جھک کر کہا ،

کہ ہمارا مجرا لیجیے ۔ شاباش تیری ماں تجھ ہی کو جنی ۔ میں نے بھی تیرے آگے کان پکڑا ۔ تجھ سار کا عیار و طرار اس دور دوّار میں آج تک کسی نے دیکھا نہ سنا ہوگا ۔ فی الواقع کچھ بناوٹ سے نہیں کہتا کہ سیوہ دزدی کا اس جہان میں تجھ پر ختم ہوچکا ۔ سچ ہے جوہر کی قدر جوہری جانے ۔ اب اٹھ ، شتابی چل، تیرا انتظار بادشاہ کر رہا ہے ۔ اس جوان نے دیکھا کہ سوائے راستی کے اب تو پیش رفت نہیں ، بولا ۔ " اس تمہارے چھوٹے کو بڑوں کی آنکھیں دیکھنے کا فیض ہے ، پر خاک چاٹ کر کہتا ہوں کہ یہ بندہ آپ کو کہاں پہنچ سکے ! یہ ڈھٹائی کب لگّا کھاوے ، جو کاخ فلک پر سیڑھی لگا کر اپنا مطلب ہاتھ کرے ۔ اس میں کچھ مین میکھ (میخ) نہیں کہ تم ہمارے بھی کان کترتے ہو ، بلکہ میں نے خود اس آپ کے زرھنر کو کسوٹی فہم پر کسا تو کھرا پایا اور داد دی ۔ اسی واسطے مجھے خیال تھا کہ جب یہ زخم بھر کر چنگا ہو جاوے تو تمہاری خدمت میں پہنچ کر نعلین برداری کیا کروں اور اس ماہی کو بھی آپ کے اتفاق سے بارگاہ سلطانی میں لے چلوں ، پر زمانے نے اتنی فرصت نہ دی جو آپ ہی ملک الموت بن کر آئے ۔ خیر چوری کا انجام سب کو سوا ہاتھ رسی موجود ہے ۔ القصہ وہ ماہی بادشاہ کی حضور لایا اور پھانسی پایا ۔ ظاہر ہے اگر وہ جوان طرار آفت انتقام و بلائے مکافات سے نڈر نہ ہوتا تو اپنے تئیں ایسی بیسوا کے مکان میں کہ جہاں آؤ جاؤ گھر تمہارا ہے ، کبھی نہ رکھتا ، بلکہ ایسا روپوش رہتا کہ دشمن کی کیا مجال جو اسے دیکھنے پاتا ۔

دوست دشمن کے جو کوئی وزن کو جانچتا ہو گا
دور بیں عقل کے کانٹے سے وہ سانچا ہو گا

وہ بدی کر کے مکافات سے غافل نہ رہا
سیر عشرت کے جو اوراں کو بانچا ہو گا

حکایت ۴

ایک وزیر بادساہ عجم کا اىسا قرب اور صدر نروانگی رکھتا نھا کہ نادساہ کسی حالت مىں ھوںا ، چلا آتا ۔ ایک دن محل بادشاھی میں آیا نو کیا دیکھتا ھے کہ اىک نرکی غلام شاہ کے سر ىر کھڑا چونری کر رھا ھے اور مکھی ھانکتا ھے ۔ وھیں سے اُلٹے ناؤں نھرا ۔ تب بادساہ نے ىلایا اور ىوچھا ” کیوں پلٹ چلا ؟“ بولا ”جو کوئی اپنے دسمن کا ىھروسا کرے میں اُس کی چاکری نہیں کرنا “۔ بادساہ نے کہا ” تو نے کس دسمن ىر اعتماد کرتے مجھے دیکھا “ بولا ” آپ کو معلوم ھے کہ ایران اور نوران میں عداوت قدیم ھے ۔ اىسی دىگ دسمنی کی بھڑکی ھوئی ھے جو کسی آب الطاف سے بجھ نہیں سکتی ۔ ترکیوں اور ایرانیوں میں خصومت جبلّی اور مخالفت اصلی ھے اور خود ىدولت اس غلام ترکی کو ھر وقت اپنے نزدیک رکھتے ھیں اور یہ حقیقت میں دسمن ھے ، اگرچہ لاچاری سے اطاعت کی تو کیا ؟ یہ سب دوستی اور الفت دکھلاوے کی سمجھیے کیونکہ پانی کتنا بھی گرم ھو کہ جلا دینے میں آگ اس کی برابری نہ کرے ، ىس ىر وہ آگ ىر پڑے تو وہ اپنا خواص نہ چھوڑے ، اُسے بجھا ڈالے۔ چنانچہ یہ غلام اگرچہ ظاھر میں خدمت بجا لاتا ھے لکن اس سے غفلت کرنا دانائی نہیں ، مبادا کبھی

دغا کرے۔'' بادشاہ نے کہا '' بات معقول ہے لیکن جو اس کی بہن میرے گھر میں ہے اور میں بھی دل و جان سے اُس پر فدا ہوں اس سبب اس کی خاطر توڑ نہیں سکتا ''۔ وزیر نے کہا '' ایسا ہے تو آپ کی طرف دو خطا عاید ہوتی ہیں ؛ ایک تو اس غلام کو خدمت میں رکھنا ' دوسرا ہوا و ہوس کے سبب عاقبت اندیشی سے غافل رہنا ''۔ بادشاہ نے یہ بات پسند کی اور غلام کو خدمت سے آزاد کیا ۔

تب وزیر نے اور بھی پند دیے کہ دوست کو اتنی قدر نہ دے کہ اگر وہ مقابلہ کر بیٹھے تو تو عہدہ برآ نہ ہو سکے اور غیر مذہب کو مدارالمہام نہ بنایا چاہیے ' کیونکہ ایک نہ ایک دن بسبب اختلاف مذہب مخالفت کرے اور سلطنت میں فتنہ اٹھائے ۔ اور زیادہ نشہ پینے سے انتظام ملک نہیں ہو سکتا ۔ اور ہمیشہ شکار کھیلنا خطر جان ہے ۔ اور ہر وقت عورتوں سے ملنا دل ضعیف ہو جاتا ہے ۔ اور بہت خون کرنے سے سب آدمی بادشاہ کے دشمن بن جاتے ہیں ' لیکن کسی پر جو ذرہ بھی خلاف گمان آوے تو اُس کے قتل کرنے میں ایک لمحہ بھی دیر نہ لگا ، نہیں تو مملکت میں خلل عظیم پڑے۔ جیسا کہ ایک بادشاہ نہایت تند خو تھا ، کسی کی خطا پر ہرگز معاف نہ کرتا ، خوب ہی سیاست دیتا ۔ آخر سپہ سالاروں نے منصوبہ کر اُسے پکڑ قید کر ڈالا ۔ ایک دن اُس نے زندان کے داروغے سے پوچھا '' کچھ معلوم ہے کس کس نے اس کام کا بانی ہو کر بادشاہت سے مجھے تغیر کیا ؟'' اُس نے پانچ شخص کا نام بتایا اور کہا ''ہر چند یہ کام تو انھوں سے ہوا لیکن تیری شامت اعمال خون ریزی نے تجھے اس حالت کو پہنچایا ہے۔ بولا '' یہ سر بسر غلط ہے ، جو کچھ ہوا میری نادانی سے کیونکہ میں نے جان بوجھ کر اُن شخصوں

کو نہ مار ڈالا تو یہ کچھ حادثہ اٹھایا "۔ پھر وزیر بولا کہ کوئی کام کسی پر نہ ڈالیے، سب کچھ اپنی نظر سے کیا چاہیے، جیسا کہ ایک مرد نے جنگ میں جانے کو زرہ پہنی اور اس کی لڑکی نے زرہ کی کڑیاں جوڑ دیں، مگر ایک کڑی گریبان کے پاس کی لڑکی کی نظر نہ پڑی تو یوں ہی کھلی رہی۔ قضا کار لڑائی میں تیر دشمن کا اسی جگہ آ لگا اور یہ ہلاک ہوا۔ اور لازم ہے کہ بادشاہ انبوہ خلایق سے اندیشہ کرے، جیسا کہ میر اسماعیل کے عہد میں ایک شخص صاحب ثروت اور مال دار کہ جس کے مواشی اور نوکر چاکر کا کچھ شمار نہ تھا، بر سر راہ بیٹھ کر مسافروں اور شہر کے باشندوں کی ضیافت اور مہمان داری کیا کرتا، یہاں تک کہ ساری خلقت اس کی تعریف کرنے لگی اور اس کا ذکر خیر جہان میں مشہور ہوا اور یہ خبر امیر نے بھی سنی۔ تب اس شخص کو رقعہ بھیجا " ہر چند تجھے خیر خیرات کرنی منظور ہے پر راہ پر بیٹھ کر کیا موقع؟ لازم ہے کہ اب گوشہ اختیار کر اور یہ سودا دیے دلانے کا چھوڑ دے، نہیں تو غضب سلطانی میں پڑے گا "۔ آخر وہ شخص وہاں سے اٹھ گیا اور سلسلہ خیرات کا منقطع ہوا۔ ارکان دولت آپس میں چرچا کرنے لگے کہ امیر باوجود اس دریا دلی کے اس چشمۂ فیض کو کیوں آڑے آیا۔ آخر ایک خواص نے خلوت میں امیر سے پوچھا کہ اس جوان مرد سحاب کرم کو گنج ارسانے سے ہٹانے میں کیا فایدہ؟ بولا " اس داد و دہش کے سبب دل و جان سے آدمی اس طرف رجوع ہوتے ہیں اور خوشامد اور شکر گزاری بجالاتے ہیں۔ اس سبب اس کا دماغ چڑھ جاوے اور رعیت کے کہنے سننے اور کان پھونکنے سے سر میں ہوا بھر جاوے۔ اسی سودے میں نخوت پیدا کر کے تعظیم و تکریم اپنے عامل کی خیال میں نہ لاوے، تو مجھے

به سبب شکوه ریاست خواه مخواه اُس کو ساست دینی پڑے - تب ساری خلقت مجھے نام رکھے اور کوئی بھلا نہ کہے - اس واسطے میں نے یہ خیر بند کی کہ نہ تو وہ وھاں بیٹھے گا نہ کوئی اُس کے پاس جاوے گا اور فتنہ بھی نہ اُٹھے گا ، جو اُس بے چارے پر آفت آوے اور میں وبال میں پڑوں -

بخت و اقبال بھی اُس کا خلل میں سو جاے
فتنہ بیدار ھو اور شاہ محل میں سو جاے
دور اندیشی کے ھاتھوں سے پکڑ دامن امن
تا دلارام جہاں تیری بغل میں سو جاے
پاے ھشیاری سے چل منزل مقصود تلک
کھووے سرمایہ جو غفلت کے جنگل میں سو جاے
بادشہ ھوکے نزک جو نہ کرے بن آئے
تخت سے تختۂ تابوت اجل میں سو جاے
مرد دانا کو نہیں چڑھتا ھے دولت کا نشہ
سفلہ تو بادۂ نخوت کے عمل میں سو جاے

پھر بولا '' بادشاہ کو چاھیے کہ جب لگ (تک) اھل کار معقول لایق خدمت کے بہم نہ پہنچے تو پہلے کار باری کو تغیر نہ کرے - جیساکہ ھارون الرشید اپنے وزیر سے کسی بات پر کشیدہ خاطر اور دق ھوا ، یہاں تک کہ ان بن آئی کہ اس کے قید کرنے کے واسطے ایک پنجرہ لوھے کا بنوایا اور دس برس تک اسے اپنے ساتھ لے کر پھرا - بعد دس سال کے اُس وزیر کو پکڑ کر اُس قفس آھنی میں اسیر کیا ؛ تب ایک خادم نے پوچھا کہ حکم جہاں مطاع قبلۂ عالم کا مانند شعاع آفتاب شرق سے غرب تک ایسا جلوہ گر ھے کہ کوئی تیرہ بخت ذرہ بھی اُس سے باھر نہیں - باوجود اتنی استعداد کے مدت تلک اس توقف کی کیا حاجت تھی ؟ جواب

دیا کہ اُس وزیر سے دس برس تک میں دل میں ناخوش رہا ، پر اس اندیشے سے اسے تغیر نہ کیا کہ اب تلک اُس منصب کے لایق کوئی نہ تھا ۔ وہ کہاوت ہے " ایسر [۱] سے تھٹ نہیں دلدّر کیوں توڑیے "۔ اب جو ایک کارکن تختہ ہاتھ چڑھا تو ترنت اسے گرا دیا ۔ وزیر یہ حکایت کہہ کر بولا " لڑائی کے وقت بھی ضرور ہے جیسا کہ سعد وقاص نے جزوی لشکر سے تین لاکھ سپاہ عجم کو ہزیمت دی ، اس تدبیر سے کہ مقابلے کے وقت اپنی آدھی جمعیت رات کو لشکر کے مقام سے دو چار کوس بھیج دیتا اور دن کو بلا لیتا ، تو سب لشکر کو معلوم ہوا کہ بے شمار مدد چلی آتی ہے ۔ آخر اُن پر رعب غالب ہوا اور شکست ہوگئی ۔ اور اسی طرح قیس نام ایک سردار کے پاس فوج نہایت کم تھی اور سپاہ دشمن کی بے شمار : تب اس نے کیا کام کیا کہ رات کے وقت ہر ایک آدمی کے ہاتھ میں ایک مشعل دے کے مخالف کے لشکر پر شبخون چلایا ۔ جب غنیم کی سپاہ نے دیکھا کہ چاروں طرف مشعلیں روشن ہو رہی ہیں ، تو ہر ایک سردار ہے اور سپاہ کا کیا ٹھکانا ہوگا ۔ آخر فوج ہراساں ہو کر تتر بتر ہوگئی اور دن سے پہلے اس نے فتح پائی ۔ وہ مثل ہے لڑائی سے زیادہ دھاک مارتی ہے ۔ اور ہوس مند وہی ہے کہ ہر ایک بات قیافے اور رمزکنائے اور ہونٹھ (ہونٹ) ہلنے سے پہلے دریافت کر جاوے ، جیسا کہ ارطیون نام ایک بادشاہ روم کا نہایت دانا تھا ۔ قلعۂ سنگین بنا کر اُس میں رہا کرتا ۔ ایک امیر عرب کا عمر نام اُس پر چڑھ آیا اور آس پاس حصار کے گھیرا ڈالا ، مدت تک لڑائی ہوتی رہی ۔ وکیل بھی طرفین

---

(۱) صحیح مفہوم واضح نہیں ہوسکا ۔ غالباً مراد یہ ہے کہ خدا تک رسائی نہیں غربت کیسے دور ہو ۔

سے آتے جاتے ، پر کچھ غرض حاصل نہ ہوتی ۔ تب امیر نے دل
میں اندیشہ دوڑایا کہ اب کی بار خود ایلچی ہوکر جایا چاہیے ،
تاکہ ماہیت جواب و سوال اور اندازہ اُس حصار کا کماحقہ دریافت
ہو ۔ آخر بطور ایلچی کے قلعے میں گیا اور شرط آداب بجا لایا ۔
ارطون اس کے نعلقے سے تاڑ گیا کہ ہو نہ ہو یہ امیر ہے ۔
ایک قراول کو بلاکر اُس کے کان میں کہا کہ تو فلانی جگہ
گھات میں جا بٹھ ، یہ ایلچی اس راہ سے آوے تو تو اسے صاف
کر ۔ از بس کہ امیر تو بغایت ہوش مند تھا ، ہونٹھوں کی حرکت
سے اور آنکھوں کی اشارت سے چیت گیا کہ کچھ نہ کچھ دال
میں کالا ہے ۔ ارطیون سے بولا " جو کچھ اپنے بادشاہ کی طرف سے
کہا ، سو تم نے سنا اور تمھارا کہنا بھی میری ساعت میں گذرا ،
لیکن امیر نے یہاں کی وکالت دس سخصوں پر مقرر کی ہے ۔ مرضی
ہو تو وے نو شخص جو یہاں حاضر نہیں ، حضور میں بلا لاؤں
اور یہ منصوبہ اُن سے ظاہر کیجیے ۔ اغلب ہے کہ یہ رائے اُن
کے بھی پسند آوے اور صلح خاطر خواہ ہو جاوے ' کیونکہ
یہ سب امیر کی ناک کے بال ہیں ، ان کا کہنا سننا ہرگز عدول
نہیں کرتا ۔ ارطیون نے بھی اس بات کو مانا ۔ دوسرے قراول کے
کان میں کہا " جا اُس قراول کو جو فلانی جگہ کھڑا ہے ، کہہ
کہ کچھ حرکت بے جا مت کر ، ایلچی کو سلامت جانے دے ۔"
امیر اس حیلے سے رخصت ہوکر باہر آیا اور یہ خبر سن کر
ارطیون پشیمان ہوا ، لیکن کچھ فایدہ نہ تھا ۔ امیر نے اس قلعے
کے سب لگاؤ معلوم کر لیے تھے ، تھوڑے دنوں میں مورچہ
لگا دیا ۔ دمدمہ باندھ اُسی طرف سے ہلّہ کرکے قلعہ پر چڑھ گیا
اور فتح ہوئی ۔

اور بادشاہ کو ضرور ہے کہ دشمن کا اعتماد کرکے ہرگز ملاقات نہ کرے اور ملاپ کرنا تو خبرداری سے رہنا ' جیسا کہ اشفار نام بادشاہ دیلمان ملک عراق اور شہر رے سے عمل کرتا ہوا شہر سمنان پر پہنچا ۔ مشورت کاروں نے بادشاہ کو صلاح دی کہ ابو جعفر سمنانی کو کسی حیلے سے پکڑ لیجیے ۔ وہ ڈر کر ایک قلعۂ مضبوط سنگیں میں جا بیٹھا اور سامان سر کشی کا کیا ۔ بادشاہ کی سرکار سے ایک لشکر مع سپہ سالار عبد الملک نام اُس قلعے کے سر کرنے کو مقرر ہوا ؛ چنانچہ ایک مدت فساد رہا اور کتنے مرنے ہلے بھر گئے اور بہت سے آدمی کام آئے ، اب بہ لاچاری صلح کی ۔ ابو جعفر قلعے دار نے دوستی کا رشتہ بڑھانے کو انراکر سپہ سالار کی ضیافت کا ٹھاٹ کیا ۔ عبد الملک اس ارادے پر کہ اپنا مطلب حاصل کرے ، اس انبوہ میں آسے کہنا ڈالے کتنے ایک جوان جری ساتھ لے کر چلا ۔ لیکن ابو جعفر نے فقط عبد الملک کو اکیلا قلعے میں آنے دیا اور سب رفیق باھر بٹھلائے ، اور مہمانی ایک برج پر ' جو باھر کے خندق سے لگا ہوا اور متصل شاہ راہ کے تھا ' بڑے نظارے پر کی ۔ یہ دونوں وہاں بیٹھ کر دیر تک باتیں اشتیاق کی بناتے رہے ۔ پھر عبد الملک نے ابو جعفر سے کہا کہ خلوت ہو تو کچھ اسرار جو دل میں خلش کر رہے ہیں ، زبان پر لاویں اور بے وسیلۂ قاصد و پیغام راز و نیاز کہا جاوے ؛ تب ابو جعفر نے سب غلام اور مصاحب سیڑھی سے نیچے اُتار دیے ، مگر ایک چھوکرا ھاتھ باندھے سامنے کھڑا رہا ۔ اس میں عبد الملک نے قابو پاکر ابو جعفر کو چھری سے ہلاک کیا اور وہ چھوکرا تو مارے ڈر کے اوسان خطا ہوکر غش کھا گیا ۔ اور عبد الملک ایک ڈوری ریشمی پنڈلی سے لپیٹ موزے تلے

چھپا لایا تھا ، کھڑکی میں اٹکا اُسے پکڑ کر قلعے کی دیوار سے نیچے اُترا اورکھائی کے پانی سے تیر کر پار ہو لشکر میں پہنچا ۔ ظاھر ھے ابو جعفر اپنے مدعی سے جو خلوت نہ کرتا تو اس طرح ھلدی لگی نہ پھٹکری مارا بھی نہ جاتا ۔ اور عبد الملک دور اندیشی سے وہ رسی اپنے ساتھ نہ لے آتا تو اُس حصار سے صحیح سلامت آپ بھی نکل نہ سکتا ۔

غزل

ہوش مندوں کو ہر اک دم نظر حزم ضرور
عیب بھی کرنے کو بارے ہنر حزم ضرور
کچھ مضایقہ نہیں سب سے تو لڑنا بھڑنا
تیر آفت کو ولیکن سپر حزم ضرور
مت ہو غافل جو ترے پاس ہو ہر دھات کا کوٹ
آس پاس اُس کے تو خندق خبر حزم ضرور
گرچہ میدان شجاعت میں تو ھے شیر ژیاں
ورنہ بازیٔ جہاں سے حذر حزم ضرور
دور اندیش تو اس دور میں ھے الفنسٹن
فرق عالی پہ رکھے تاج سر حزم ضرور

۲۵۲۸۴

تیسرا باب بادشاہوں کی سیرت کا

حکایت ۱

ایک بادشاہ نے وزیر سے پوچھا " اگلے بادشاہ کیا سیرت رکھتے تھے"؟ بولا! "جمشید کے عہد میں تو جوہر ذاتی پر انسان قدر پاتا اور بوڑھے لڑے کا سب کوئی ادب اور بڑائی رکھتا؛ اسی طرح ہر ایک بادشاہ اپنے اپنے عصر میں کوئی نوکری پر زیادہ اعتبار کرتا اور کوئی قدامت خدمت پر وفادار جانتا۔ بعضے حسب و نسب کو سب سے بہتر سمجھتے اور بعضے عقل مندی کو سب چیزوں پر ترجیح دیتے۔ اور کسی نے دلیر اور بہادر کو دوست رکھا اور کسی نے اہل دیانت اور دین دار کو نزدیک کیا۔ غرض اس صورت سے ہر بادشاہ کا رویہ تھا مگر نوشیروان بے ہنر کو کبھی قرب نہ دیتا۔ ہر چند دولت مند بھی ہوتا پر کچھ مال نہ سمجھتا۔

گدھا جھول اطلس کی پہنا تو کیا

اور رعیت سے بادشاہ پیشیں اس قدر راہ و رسم رکھتے جیسی برادری اور قرابت سے۔ اور فریدون کو رعیت سے ایسی چال ڈھال تھی جیسے ماں جائے بھائی ملے جلے رہیں سہیں۔ مگر گستاسپ شاہ رعیت کے ساتھ ایک رعب سے پیش آیا جیسا کہ استاد شاگرد سے۔ اور اُن کا عمل ان آٹھ خصلتوں پر تھا: پہلا یہ کہ اپنی لڑکیاں غیر کف میں بیاہ نہ دیتے اور دوسروں کی بیٹیاں اپنے یہاں شادی کر لاتے۔ دوسرا یہ کہ ہر کسی کو کھانا کھلاتے اور آپ ہرگز کسی کے گھر کا طعام نہ کھاتے۔ تیسرا یہ کہ کسی کے ساتھ

لبکی کیا چاھتے تو مشورت نہ کرتے ۔ چوتھا یہ کہ کسی کے حق میں نیکی کرتے تو بہکانے سے نہ پھرتے ۔ پانچواں یہ کہ کسی کو اپنا خاص بناتے تو پس غیبت بھی اُس کا ذکر نیکی سے کرتے ۔ چھٹھا (چھٹا) یہ کہ شراب اتنی زیادہ نہ پیتے کہ جس سے مست ہو جاتے ۔ ساتواں یہ کہ غصے کے وقت کسی گنہ گار پر سیاست نہ فرماتے ۔ آٹھواں یہ کہ ہمیشہ صحبت نیک میں بیٹھتے اور صحبت بد سے پرھیز رکھتے ۔ پس جس بادشاہ میں یے (یہ) خصلتیں ھوں اُسے کسی دانا کا احتیاج نہیں ، اور اسی سبب کئی ھزار سال سلطنت ملک عجم کی پیڑھی بہ پیڑھی اُن کے خاندان میں یکساں چلی آئی ، راجا پرجا نہال رھے ، زوال کا جھوکا کبھی نہ لگا ۔ باوجود اس کے کہ اُن کا مذھب آتش پرست تھا اور پیغمبر سے حدیث ھے کہ بادشاھت کفر سے نہیں جاتی اور ظلم سے رہ نہیں سکتی ۔

ظلم بد تر ھے کفر سے تحقیق
کھیت شمشیر کا نہ ھو سر سبز

ایک دن کیقباد کی مجلس میں ذکر چلا کہ ھر ایک انسان کا دل عیش و عشرت اور لباس اور شہوت کی طرف زیادہ رغبت رکھتا ھے۔ بولا ! ''بادشاھوں کو ایسے کاموں سے احتراز کرنا بہتر ھے' مگر وہ کام کہ انتظام ملک کا اُس سے علاقہ رکھے ، اہتمام کے واسطے کرنا ضرور پڑا ۔ جیسا کہ لشکر اور شکوہ و اسباب و تجمل ، قلعۂ بلند اور محل سرا ، فرش ستھرے اور کروفر یہ کچھ شوکت و حشمت اس نیت نیک سے رکھیں کہ ان کے باعث سب کوئی ان کی متابعت کریں ' اور فرماں برداری کماینبغی بجا لاویں تو مباح ھے ۔ چنانچہ ایک بادشاہ نے کسی دانا سے پوچھا " بادشاھت کے بندوبست کی خاطر کون سا رنگ اختیار کیا چاھیے ؟'' بولا ! " سرخروئی ، کیونکہ بندوبست ملک کا سیاست سے ھے اور عقل کی تجویز ، کیونکہ

ہوش مند کو بیشتر عقل زبان اور آنکھوں میں ہوتی ہے۔ چاہیے کہ زبان کو نگاہ رکھے اور قیافے سے دیکھ کر دریافت کرے اور لباس کسی رنگ کا ہوا تو کیا ۔ اگرچہ زرد رنگ واسطے لڑکوں کے اور سفید لباس آزادوں کا اور سبز رنگ جامۂ رحمت اور سیاہ لباس موجب ہیبت ہے ، پر ویسا لباس پہنا چاہے جیسا کہ اردسیر بادشاہ نے اپنے فرزند کو وصیت کی کہ کپڑا پہن جگ بھاتا اور ایسا کہ کسی تونگر کی جام دانی میں نہ نکلے ۔ بیٹے نے پوچھا " وہ کیسی پوشاک ہے اور کس چیز سے بنی جاتی ہے ؟" بولا " اس کا تانا تو بردباری ہے اور بانا نیکو کاری ۔ بس انھیں دو کلمے میں نظر تامل سے غور فرمائیے تو سبھی ابواب سیاست اور ریاست تعبیر کیے گئے ہیں ، جیسا کہ بادساہ رضی جب تخت پر بیٹھا ، از بسکہ دور اندیس و عادل تھا ' بندوبست ملک کا کرنے لگا اور جو مفسد سر اٹھا رہے تھے ، چاہا کہ ان کو تدارک دے لیکن کسی کو اس لایق نہ دیکھا جو مشورت کرے ' کیونکہ سب ارکان دولت سفر پر تھے اور جتنے کہ اس کے پاس رہے تھے سب نا اہل و نابکار ۔ ان کا وزن اس کی نگاہ بلند کی ترازو میں ایک تل سے بھی ہلکا معلوم ہوتا ۔ تب ابوالقاسم نام ایک مرد دانا و دیانت دار اس کے باپ کے مصاحبوں میں سے تھا ، اسے بلا بھیجا اور کہا " تم نے ہمارے بزرگوں کی آنکھیں دیکھی ہیں اور ہمیشہ ان کے نزدیک معتمد رہے ہو اور مجھے بھی تمھاری غور برداخت منظور ہے اور تمھاری رائے پر مجھے نہایت اعتبار ۔ کچھ تدبیر بتلاؤ کہ اس تعمیر ریاست کی اسی بنیاد پر رکھوں ۔" ابوالقاسم بولا کہ ایک وقت حضرت کے والد مرحوم نے اس عاصی کو بطور ایلچی گری کے ایلک خان کے پاس بھیجا تھا ۔ ایک مدت تک وہاں رہنے کا اتفاق ہوا ۔ وہ بادشاہ دیرینہ اور تجربہ کار تھا ۔ ہمیشہ اہل علم اور

داناؤں کی مجلس گرم رکھتا اور ہر طرح کے پند و نصایح سنا کرتا۔ ایک دن کہنے لگا کہ یہ ملک ایک باغ ھے اور بادشاہ اس کا باغبان۔ پس مالی کو چاھیے کہ تین قسم کے جھاڑ لگاوے تو همیشه اپنے باغ سے پھل کھاوے۔ ایک تو درخت کہ جن کا میوہ ترنت منه میں پڑے اور جو وے (وہ) خشک هو جاویں تو اُن کی لکڑیاں کام آویں۔ دوسرے نہال نو خیز جو عنقریب پھل لانے والے هوں، بر تقدیر درخت سوکھ جاویں تو اُن کے سبب بہار اور آبادانی باغ کی کم نه هو۔ تیسرے پودھے (پودے) کہ جن کے باعث باغبان کا دل قوی رھتا ھے، اسی اُمید پر کہ یے (یہ) بھی کوئی دن میں بڑھ کر جھاڑ هو جائیں گے۔ غرض اس دستور سے باغ منفعت سے کبھی خالی نہیں هوتا اور همیشه تر و تازہ اور سبز پھولا رھتا ھے۔ جہاں پناہ! بادشاہ سے جب میں نے یہ بات سنی نپٹ دل کو بھائی اور وهاں سے آ کر اپنے خدا وند نعمت کے رو برو یہ نقل تقریر کی تو اُنھوں نے بھی پسند کی"۔

یہ بات سن کر شاہ رضی نے اُسی نصیحت کے موافق عمل کرنا شروع کیا اور داناؤں کو چن کر خدمات پر سرفراز کیا؛ یہاں تک کہ کسی ہوش مند و اهل علم کو بے کار رهنے نه دیا، اس واسطے کہ اور لوگ علم پڑھیں اور هنر سیکھیں۔ چنانچه ایک دن دربار کیے بیٹھا تھا۔ پہر ڈیڑھ پہر دن چڑھنے کے بعد سارے درباری رخصت هوئے مگر بادشاہ رخسار هتھیلی سے ٹیکے تصویر سا حیران جوں کا توں چپکا بیٹھا رھا، یہاں تک کہ تیسرا پہر آ گیا۔ یہ حالت دیکھ کر سب کی سب خواصیں گھبرائیں لیکن کسی کو اتنی مجال نه تھی جو اس کا سبب پوچھے۔ آخر ایک خواص تخت کے پاس جا کر کھڑی رهی، جونہیں شاہ نے اُسے کن اَنکھوں دیکھا وو نہیں (وهیں) خاک پر بوسه دے کر بولی "جہاں پناہ کے

ملال خاطر سے سب بندہ ہائے بادشاہی جیتے جی مر گئے ہیں ، لیکن معلوم تو ہو کہ اس آئینۂ خاطر پر کس طرف سے غبار بیٹھا "۔ فرمایا " اس سے زیادہ فکر اور کیا ہوگا کہ وزیر میرا بوڑھا ہوا اور عمر طبعی کو پہنچ گیا ۔ آخر زرد آفتاب قریب ہے کہ چھپ جاوے اور ملک میں اندھیرا پڑ جاوے ، اور میں اپنے دربار میں اس منصب کے لائق کسی کو نہیں دیکھتا ؛ لاچار یہ خدمت خواہ مخواہ کسی ناکردہ کار اناڑی کے حوالے کرنی پڑے گی "۔ خواص نے کہا " اے بادشاہ عالی ہمت ! جو خاک نشین منظور نظر ہوگا تو اوج دانائی میں سب سے سربلند ہو جاوے گا "۔ بادشاہ نے کہا " یہ سچ ہے لیکن اسے تربیت کرنا لگے گا (پڑے گا) جب کبھی کامل ہو تو ہو ۔ جس طرح سے کہ تلوار اگرچہ لوہا ہے پر بڑی آنچ کھا کر تیار ہوتی ہے ، تو دشمن بھی اس کی آنچ نہیں اٹھا سکتا ۔ یاقوت ہر چند پتھر ہے پر بہت مدتیں آفتاب کی نظر اس پر پڑی تو یہ کچھ خاصیت اس میں پیدا ہوئی اور ہر ایک دل کا عزیز بن گیا ۔ گو کہ صاحب تاثیر ہے پر ایک ہی نگاہ میں سنگ سے لعل نہیں بنا سکتا :

آج کا بویا ہوا لاتا نہیں ہے ترت بار
خام کو بھی پختہ ہونا ایک مدت چاہیے

حکایت ۲

ایک دن سلطان محمود جمعہ کی نماز پڑھنے چلا ۔ ایک غلام ترکی صاحب جمال ، سرو قد ، گل اندام رستے پر کھڑا دیکھا ۔

اُس نے ادب سے زمین چومی ، تب محمود نے گھوڑے کی باگ رکھ کر پوچھا ۔ ''تو کون ہے اور کیا چاهتا ہے''؟ بولا '' میں غلام ہوں ۔ فلانا شخص ترکستان سے مجھے دم دے کر لے آیا اور راہ میں همیشه کہتا کہ سلطان کے واسطے تجھے لیے جاتا ہوں تا کہ تو بھی سایۂ عنایت میں چرن برداری کر کے خوش گزران رہے گا اور میں بھی ۔ اسی امید پر سعادت دو جہاں کی سمجھ اُس رنج سفر کو اپنے اوپر راحت جان کر قلم کی مانند سر کے بل چلا آیا ۔ جب اس شہر میں پہنچا تو حضور کے دبیر نے اس شخص کو ہزار دینار دے کر اس بندے کو خرید کیا اور اپنے یہاں چھپا رکھا ۔ مجھے اس وقت کچھ ایک فرصت ملی تو نکل آیا اور اپنی خوش نصیبی سے جو ارمان دلی تھا وہ بھی گزارش کیا ۔ نظر الطاف سے اب بڑی توقع ہے کہ دامن دولت ہاتھ لگے تو بیڑا پار ہو جاوے ۔'' یہ سنتے ہی سلطان کا چہرہ مارے غضب کے تمتما گیا اور آثار خفگی کے ظاہر ہوئے ؛ نوکروں سے فرمایا '' اس کو خوب مارو ۔'' بلکہ سلطان نے بھی اپنے ہاتھ سے کئی کوڑے اُس کی پیٹھ پر لگائے کہ اُدھڑ ادھڑ گئی ۔ یہاں تک پٹوایا جو مارے مار کے گر پڑا ۔ پھر مشکیں کسوا کر دبیر کے پاس بھجوا دیا اور کہلا بھیجا کہ تو بھی عجب نادان ہے جو ہزار دینار دے کر غلام خرید کر سکتا ہے پر اتنا نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی کا درماهه پانچ دینار باندھ کر اُس کی نگہبانی کی خاطر رکھے تو بغیر حکم یہ باهر نکلنے نہ پاوے ۔

غرض سلطان خطبے سے فارغ ہو کر محل کو آیا اور عصر کے وقت جب دربار کیا تو ایک مصاحب نے کہا ''آج تو اُس غلام کو خوب نصیحت دی ۔'' فرمایا '' جو ہزار دینار دبیر کے ضایع نہ ہوتے تو اُسے مار ہی ڈالتا ، کیونکہ ایک پاجی نکمے

کے کہنے سے اهل کار قدیم کو نا خوش نہ کیا چاهیے - بر تقدیر جو ذرہ بھی اس کی تنبیه سے در گزر هوتی تو سب هی غلام اپنے خاوندوں (خداوندوں) سے نا خوش هو کر میرے پاس چلے آتے ، کوئی غلام کسی کے پاس نہ رهتا - اس سبب ارکان دولت بھی مجھ سے راضی نہ رهتے - فی الحقیقت سب خدمت گار انھوں کے خدمت گار سرکار کے هیں اور انھیں کے سبب بادساہ کو وقار هے :

جو هو پانچوں انگلیوں میں اتفاق
تب تلک مٹھی بندھی هے لاکھ کی

حکایت ۳

ایک اعرابی سے روایت هے کہ ایک بار رات کے وقت بادشاہ عبدالعزیز کی مجلس میں حاضر تھا - باتیں کرتے کرتے پوچھا کہ ریاست کی اصل کیا هے ؟ فرمایا ''جو چیز کہ تجھے خود نا پسند آوے ، دوسرے کے واسطے روا نہ رکھے اور هرگز کسی کو بے سبب نہ ستاوے ، کیونکہ سب بنی آدم ایک جسم هیں ، اس کے ایک اعضا کو بھی اذیت پہنچے تو سارے بدن کو کل نہ پڑے - اور چغل خور غیبت گو کو اتنا قرب نہ دے جو اوروں کی بدی تیرے روبرو کرے - ایک نہ ایک دن تیری بھی بدی دوسروں کے آگے کرے گا - اور سب کے ساتھ هنس مکھ اور کشادہ ابرو پیش آ ، تکبر کو کام نہ فرما اور کسی سے خلاف وعدہ مت کر کہ وعدہ خلافی کے برابر کوئی شے ریاست کے مقدمے میں زبوں نہیں هے''۔ یے (یہ) باتیں هو رهی تھیں جو چراغ کا تیل (ختم) هو چکا اور

روشنی مدھم ہوتی چلی ۔ تب میں نے کہا " اگر حکم ہو تو غلام کو جگا دوں ۔" فرمایا " کچھ ضرور نہیں ، پہلی نیند اُن کی کڑوی مت کر"۔ پھر آپ ہی اُٹھ کر دیوا روشن کیا ۔

حکایت ۴

جب مہلب نام ایک بادشاہ نے ابی صفر شاہ کو شکست دی ، بہت سی لوٹ پاٹ ہاتھ لگی ، یہاں تک کہ لشکر چھک گیا ۔ تب ایک شخص کو ایلچی کرکے شاہ حجاج کے پاس ، جو اس کے قرب و جوار میں تھا ، روانہ کیا اور یہ نصیحت کر دی کہ خبردار ! زبان کو نگاہ رکھنا اور ہرگز بیہودہ نہ بکنا ۔ جو کہنا ہو سو ایسا معقول کہنا کہ سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے ۔ اپنی بھی سبکی نہ ہو اور طرف ثانی کی بھی خاطر پر ملال نہ آوے ، کیونکہ تیر کے بھی گھاؤ سے زبان کا زخم کاری ہے جو کسی مرہم سے درست نہیں ہو سکتا ۔ آخر وہ شخص نزدیک حجاج کے گیا ۔ پہلے تو اُس سے اُس کا نام پوچھا ۔ پھر کہا "مہلب شاہ کو تو نے کس حالت میں چھوڑا "؟ بولا " دوستوں کے ساتھ خوش و خرم رنگ رلیاں منا رہا ہے اور دشمنوں کو گھوڑوں کے سم تلے کھندل کر پائمال کر ڈالا اور اُس کی دولت و تمکنت و سامان جنگی و کارخانہ جات کا کیا ٹھکانا جو حضور میں گذارش پاوے ۔" پھر پوچھا " سپاہ پر نوازش کس قدر دستور ہے"؟ جواب دیا "جیسی مادر مہربان اپنے ایک لوتے (اکلوتے) پوت کو میا سے گودی میں پالتی ہے"۔ پوچھا " سپاہ و رعیت

اُس کا حکم کس بھانت مانتی ہے"؟ کہا "جسیے فرزند نیک اور غلام زر خرید اپنے باپ اور آقا کی فرماں برداری بجا لاتے ہیں"۔ پھر پوچھا " لشکر کا کیا طور ہے؟" جواب دیا " نعمتیں کھاتے ہیں اور ہتھیار اور کپڑے سے مرفہ اور آسودہ بڑے چین سے گذران کرتے ہیں۔" پھر پوچھا " مجلس اور لڑائی میں تمھارے بادشاہ کی کیا راہ و رسم ہے؟" اس نے عرض کی " جب صف جنگ پر چڑھتے ہیں تو نقد جان عزیز کو ہتھیلی پر دھر دینے سے دریغ نہیں کرتے اور بزم میں اپنی داد و دہش کے روبرو گنج قارون کو ایک پاسنگ نہیں سمجھتے۔" پھر پوچھا " ابی صفر کی لڑائی میں تمھارے بادشاہ سے کیسی چھنی؟" بولا "دونوں طرف سے ہر چند جان بازی تھی اور خوب ہتھیار چلا، پر ہمارے ہاتھ بازی رہی اور دشمن کو شکست ہوئی تو ہم نے اُس کا پیچھا نہ کیا۔" پھر پوچھا " فرزند اُس کے کچھ ہنر مند ہیں؟" اُس نے کہا " کیسے کچھ بلکہ حد سے زیادہ کہ کوئی اُن کی دانائی اور تمیز کا اتھا پا نہیں سکتا۔" حجاج نے یہ (یہ) سب باتیں سن کر کہا۔ " اس شخص نے واقعی ایسی خوش تقریر کی کہ اس وقت مہلب شاہ کا رعب اور قدر و منزلت میری نظر میں سما گئی۔" پس جس بادشاہ میں ایسی سیرت ہو ہمیشہ خوش وقت و فتح یاب رہے۔ اور فائدہ اس حکایت سے یہ ہے کہ وکیل دانا بھیجا چاہیے، کیونکہ ایلچی کی زبان بادشاہ کی زبان ہے اور اسی کے ادب و ہنر سے دلالت اور لیاقت بادشاہ کی دریافت ہو جاتی ہے۔

کہہ گئے ہیں ایلچی کو کیا زوال
لیک تا ہم چاہیے اس میں مقال

حکایت ۵

ایک روز شاہ منصور دربار میں بیٹھا ھوا علم کی تکرار کر رھا تھا ۔ اتنے میں ایک شاعر آیا اور قصیدہ طبع زاد پڑھا ۔ سب ارکان دولت نے پسند کیا ۔ بہ موجب حکم شاہ کے اُس قصیدے کی نقل نویسی کر لی ۔ شاعر دربار سے باھر نکل کر مقربوں سے کہنے لگا ۔ " مجھے خیال ھے کہ میرے ساتھ بادشاہ بڑا ھی سلوک کرے گا ، مالا مال اور نہال کر دے گا ۔" بولے " شاہ تو ایسا فضول نہیں ، سب ھی خرچ مقدار پر رکھا ھے ، ایک حبہ زیادہ کسی کو نہیں ملتا ۔" شاعر نے کہا " جو ایسی جز رسی ھے تو کچھ سیاست کرے گا ۔" بولے " ایسا بھی سخت نہیں جو ناحق کسی کا سر پھوڑے ۔" شاعر نے کہا " جس بادشاہ میں یے (یہ) دونوں وجہ نہیں تو دیوانہ ھے ۔" وو نہیں یہ بات آدمیوں نے بادشاہ کے گوش گذار کی ۔ شاہ نے اُسے حضور طلب کر کے فرمایا " تو نے مجھ میں کیا دیوانہ پن دیکھا جو باولا ٹھہرایا ؟" جواب دیا " عقل مند وہ ھے جو اپنی نظر نگاہ میں رکھے ۔ جس طرف نظر ڈالے اپنا اثر پیدا کرے ۔ تو نے باوجود اس جاہ و حشمت کے اور دبدبۂ سلطنت کے مجھ سے غریب ضعیف پر نظر کی اور میں ویسے کا ویسا ھی رھا ، کچھ اثر ظاھر نہ ھوا ۔ اس سے صاف معلوم ھوتا ھے کہ مگر دیوانہ تو نہیں ۔" شاہ نے یہ بات پسند کی اور کئی ھزار روپے اُسے مرحمت فرمائے ؛ پھر ھمیشہ اپنی نظر نگاہ میں رکھتا ، بے فائدہ کسی کی طرف نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھتا ۔ جیسا کہ امیر عبد اللہ طاھر جب مسند امارت پر بیٹھا اور ملک ساتھ عدل و انصاف کے قبضے میں لایا ، ایک روز اُس کے دربار میں ھر طرف کا مذکور ھو رھا تھا ، جو ایک

شخص نے کہا۔ ” عادت بادشاهان سشین کی تھی کہ نو روز کے دن بار عام دیا کرتے ۔ ادنیٰ ، اعلیٰ ، فقیر ، محتاج ، غریب غربا ، یتیم ، مظلوم کسی سے کچھ حجاب نہ رکھیے اور آٹھ دن پہلے منادی کروا دیتے کہ بعد ہفتے کے فلانے دن بار عام ہو گا۔ جب بار عام بھر جاتا تو پہلے بادشاہ سب خاص و عام سے فرماتا ” میری طرف سے جو کسی کے حق میں تعدی ہوئی ہو تو اپنا دعویٰ در پیش لاوے ، البتہ داد پاوے گا۔“ بر تقدیر کوئی دعوے دار ہوتا تو بادشاہ تخت پر سے نیچے اتر پڑتا۔ ایک ادنیٰ کے موافق جواب و سوال راستی سے کرتا ۔ اسی طور پھر ایک ظالم و مظلوم کا احوال من و عن دریافت کر کے از روئے انصاف سزا فرماتا ۔

امیر نے یہ بات نہایت پسند کی اور ایسا بھی دستور العمل یہی ٹھہرایا ۔ چنانچہ ایک روز بار عام کیا اور ہر ایک اقسام و اصناف سے آدمی وہاں حاضر تھے ۔ اس میں ایک شخص نے آداب بجا لا کر عرض کی ” خدا وند پر میرا حق ہے ۔ پرورش کی راہ سے جو وہ حق رعایت کریں تو عین عنایت ہوگی اور اس خاکسار کا سر افتخار اوج دولت کو پہنچ کر فلک الافلاک سے بھی بلند ہو جاوے “۔ فرمایا ” وہ کون سا حق ہے جو میں ادا کروں “؟ عرض کی ” آن دنوں میں کہ سواری جہاں پناہ ملک سپاہ کی بغداد کی سمت متوجہ ہوئی تھی ، جب نشان عالی شان اس بندے کے گھر کے آگے سے ہو چلے تو میں نے فوراً رستے پر چھڑکاؤ کیا تاکہ رہ گزر سے گرد اڑ کر قبائے مبارک کے دامن تک نہ پہنچے ۔ اور ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا جو آپ گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو میں نے حضور کی رکاب دبائی اور ہاتھ پکڑ کر گھوڑے پر سوار کر دیا “۔ امیر نے کہا ” یہ راست ہے ، مجھے

بھی یاد آئی - بھلا اب تجھے کیا درکار ہے ؟'' بولا '' اگر فلانے شہر کی خدمت اس بندے کے نام سند کی جاوے تو اس کے حاصل سے دو ہزار روپے میں اپنی خوش گزران کرے اور دعائے دولت میں مشغول رہے -'' امیر نے کہا '' فقط دو ہزار روپے بغیر از حکومت سرکار سے تجھے دلوائے جاویں تو بس نہیں ''؟ بولا '' حکومت کے مزے کو دولت کہاں پہنچتی ہے -'' آخر عمل داری اسی شہر کی بہ موجب اُس کی درخواست کے اُس تھوڑی سی خدمت کے بدلے اسے عنایت ہوئی ''۔

بادشہ مہر صفت یک نظر کرتے ہیں
گرچہ ذرہ ہو وے اس میں بھی اثر کرتے ہیں
ہے سبب ان میں ہے خاصیت اکسیر کبیر
درم قلب کو یک آن میں زر کرتے ہیں

حکایت ٦

شیخ ابو سہیل کہتا ہے '' جب زیاد ملک خراسان پر مسلط ہوا ، مجھے بلا کر کہنے لگا '' ریاست کے کام میں کچھ ایسا ڈھب بتلا کہ جس سے بندوبست رہے اور عاقبت بھی بخیر ہو '' میں نے کہا '' رعیت پر رعایت رکھ اور طریق راستی سے نہ پھر اور کج روی سے باز رہ ، یہی موجب نجات ہے -'' آخر اُس نے اپنا دستور یہی مقرر کیا کہ سب سے احسان و مروت کرتا -

اُس نواحی میں ایک شہر مدت سے کھنڈر پڑا تھا ، کہیں کہیں کچھ چھپدرے چھپدرے بستے تھے - اس سبب اُس کا خراج

بھی کم تھا ۔ اس بادشاہ کی نیک نیتی اور انصاف کے اوصاف سے خوب ہی آباد ہو گیا ، مگر شہر کے باشندے اندیشہ کرتے کہ کہیں ایسا نہ ہو جو بادشاہ پھرتے پھرتے ادھر آ نکلے ۔ انبوہ خلق اور آبادانی ولایت کی دیکھ کر خراج مضاعف کرے ۔ اتفاقاً ایک روز سواری اسی شہر پر آ ہی گئی ۔ شاہ وہ آبادی ملاحظہ کر کے بغایت مسرور ہوا ۔ زمیں داروں کی پیٹھ ٹھوکی کہ شاباش میں تم سے راضی ہوں اور ہزار درہم خراج قدیم و اصل مال کے دفتر سے منہا کر دیا ۔ اور منادی پھروائی کہ جو کوئی ملک کی آبادی اور رعیت کے بسانے میں کوشش کرے گا تو اس کے خراج میں کمتی اور محصول میں تخفیف ہو جاوے گی ۔ غرض اس نوازش اور رعیت پروری کے سبب تھوڑے عرصے میں سارا ملک رشک گلزار ہو گیا ۔

رعایت رعیت سے مت رکھ دریغ

حکایت ۷

جب امیر نوح ملک خراسان پر غالب آیا اور نشان اقبال آفاق میں بلند ہوئے ، یہی دستور اپنا مقدم رکھا کہ ہر ایک بادشاہ پاس ایلچی اور ہر شہر میں خفیہ نویس مقرر رکھے تا حقیقت روزمرے کی حضور میں پہنچتی رہے اور نیا اخبار ملک ملک کا دریافت میں آوے ۔ کوئی دشمن جو اس کے ملک کی طرف مہم کا ارادہ کرتا تو فوراً اس کو خبر پہنچ جاتی ۔ اس کے دفعیہ کی تدبیر کرتا ۔ جب لگ اپنے مقدور بھر اس فتنے کو مل میٹ نہ کرنا نچنت

نہ ہوتا ۔

ایک مرتبے اسا اتفاق ہوا کہ اپنے دارالسلطنت سے دور نکل گیا ۔ کسی بیابان میں اپنے ملک کی حد پر اس کا گذر ہوا ۔ وہاں کتنے ایک گنواروں کی جھونپڑیاں تھیں اور وے وہیں بستے تھے ۔ ایک لشکری نے گائے وہاں چرتی دیکھی تو پکڑ کر ذبح کر کے حٹ کی ۔ گولی نے بادشاہ سے فریاد کی اور داد چاہی ۔ بادشاہ نے اس سوار کو پکڑ کر خوب سیاست دی اور اس کا گھوڑا گولی کو دلوایا اور اپنے تخت گاہ کو پلٹا ۔ تھوڑے دنوں بعد عمرو لیث نام جو اس کا مخالف تھا ، اس نے ارادہ کیا کہ اس پر شب خون لے جاوے ۔ اس واسطے راتوں رات کوچ کرنا اور دن کو کہیں جھاڑی پہاڑی میں چھپ رہتا ۔ آتے آتے اسی گاؤں پر ، جہاں وہ گولی گائے کا دھنی رہتا تھا ، جب پہنچا ، تب اس گولی نے خیال کیا اب شکر نعمت کا ادا کرنے کا وقت ہے ۔ مناسب ہے اس امیر عالی همت کو اس آفت ناگہانی سے آگاہ کروں ۔ آخر اس نے شتابی دوڑ کر امیر کو اطلاع پہنچائی ۔ امیر یہ خبر سنتے ہی چیت گیا ۔ اپنی فوج رستے پر گھات میں بٹھلا دی ۔ عمرو لیث جب قریب پہنچا ، امیر بھی ادھر چڑھ دوڑا اور وہ جمعیت شیروں کی مانند تازہ دم کمین گاہ سے باہر کودی اور دشمن کو چار طرف سے کوٹ ڈالا :

کرم ذرا بھی بلائے عظیم کو ٹالے

حکایت ۸

فضل کہتا ہے کہ مامون کی خلافت میں جو ایلچی ہر

ایک اقلیم کے آتے اُن کا خرچ میرے یہاں اُٹھا ۔ ایک مرتبے روم کا ایلچی اور حبس کا وکیل دونوں میرے مکان میں بیٹھے تھے ۔ میں نے دوبھاشی[1] سے کہا " روم کے ایلچی سے پوچھ کہ تمھارے بادشاہ کی کیا سیرت ہے ؟" بولا " ہمارا سلطان مال کو خوار سمجھتا ہے اور آدمی کو عزیز ۔ امراؤں کے آھوئے دل کمند فیض سے صید کر کے اپنے ھاتھ میں لاتا ہے ۔ اسی سبب لشکر و رعیت خاطر جمع سے امن و امان خوش گزران رہتے ھیں ۔ تس پر سب کو خوف و رجا میں رکھتا ہے ۔ اصلاً غیر موقع مہربانی اور عقوبت نہیں کرتا ۔ انصاف داد خواھوں کا خود سن کر تجویز کرتا ہے ۔ اس لیے دل مظلوموں کا یہاں تک قوی ہے کہ کوئی کسی کو خیال میں نہیں لاتا ۔ جو آدمی کسی وجہ بادشاہ سے اندیشے میں پڑا ، تو مارے خطرے کے کھانا پینا سونا دن رات کا اُس سے چھوٹ جاتا ہے ۔" یہ سن کر پھر میں نے مترجم سے کہا " اب حبس کے وکیل سے پوچھ تیرے بادشاہ کا کیا قانون ہے ؟" بولا " ہمارا بادشاہ تو حتی المقدور جب تک ھو سکے درگذرتا ہے اور اکثر وقت غصے در پیش حلم رکھتا ہے ۔ اُمید کے وقت بڑا میٹھا جیسا آب زلال ، جسے ھر کوئی پی جاوے ، اور اعتراضی کے وقت بڑا سخت مانند آتش تیز جوں ھیزم خشک کو جلاوے ۔ کچھ اچھا کام کسی سے دیکھے تو اسے نہال کر دے اور جیسی تقصیر ھو اُسی کے موافق عذاب شدت سے دے ۔ اُس کے قلم رو میں کوئی اُس کے عتاب سے بے خوف اور احسان سے نا اُمید نہیں ۔ اُمیدوار ایک نہ ایک دن البتہ اپنی اُمید پا رہتا ہے اور گنہ گار بھی اُس کے عفو سے نراس نہ ہوتا ۔ ھیبت و رعب مانند

---

(۱) یعنی دو زبانیں جاننے والا ، ترجمان ۔

خورشید درخشاں ، کسی کو مجال نہیں جو نگاہ بھر کر اسے دیکھ سکے ۔ سب کی نگاہ نیچے زمین کی طرف رہتی ھے ۔''

غرض میں نے یہ دو بے بہا سخن وقت فرصت کے امیر کے کان میں ڈالے ۔ امیر نے مجھ سے پوچھا '' یہ لڑی مسلسل باتوں کی تیرے نزدیک کس قدر قیمت رکھتی ہوگی ''؟ میں نے کہا '' دو ہزار دینار ''۔ فرمایا '' نہیں ، پر میرے نزدیک خراج ہفت اقلیم کا اس کی قیمت کو نہیں پہنچتا ۔'' آخر بیس ہزار دینار ان وکیلوں کو دلوائے ۔ سبحان اللہ بادشاہان پیشیں کس قدر نصیحت سے رغبت رکھتے تھے ۔ جیسا کہ طاہر عبد اللہ کہتا ھے کہ میرے والد نے ملک مصر سر کیا ۔ امیر مامون کے حضور میں عرضی لکھی کہ بیس کڑوڑ روپے بیت المال اس بندے کے ہاتھ لگے ہیں ۔ اس بابت میں جو کچھ حکم صادر ہو سو عمل کیا جاوے ''۔ امیر نے عرضداشت پڑھ کر ارکان دولت سے مسورت کی تو ہر ایک نے یہی صلاح دی '' بہتر ھے اس خزانے کو حضور میں طلب کیجیے تو یہاں کام آوے اور لسکر کو تنخواہ میں دیا جاوے ۔'' امیر نے کہا '' جس شخص نے اتنی جاں فشانی کر کے اس ملک کو فتح کیا یہ مال مناسب ھے اسی کو دینا ، کیونکہ اب تو سب ملک اپنے تصرف میں آ گیا ، مال کی کچھ کمتی نہ رھے گی ''۔ تب سب مشیر کار بولے '' جیسی مرضی مبارک ''۔ آخر امیر نے اسی وقت یہ پروانہ مع خلعت فاخرہ میرے والد کی طرف روانہ کیا کہ ہم نے وہ مال تمھیں کو بخشا ۔ جب یہ عنایت نامہ مصر میں پہنچا میرے والد نے وہ خلعت تو پہنی اور کہا '' امیر نے اتنا کچھ مال مجھے عنایت کیا ، خوب نہ ہوا ، کیونکہ سب بند ھائے بادشاہی محروم رھے جاتے ہیں ۔'' پس دو کڑوڑ روپے لشکر پر تقسیم کر دیے اور ایک کڑوڑ روپے شہر کے اکابروں کو دیے تاکہ عمارت گری

پڑی شہر کی مرمت کریں اور سکست و ریخت جا بجا درست کر دیں
پر اپنے پاس ایک دمڑی نہ رکھی :

امیر ایسا ہو اور خیر خواہ ایسے ہوں
تو کیوں نہ ان کی ریاست کا انتظام رہے

حکایت ۹

موصلی سے روایت ہے کہ میں ایک دن امیر معتصم کی خدمت میں حاضر تھا۔ امیر مجھ سے فرمانے لگا کہ مدت سے ایک مشکل میرے در پیش آئی ہے اور یقین ہے کہ تیرے سوائے یہ عقدہ کسی سے حل نہ ہوگا۔ تب میں نے عرض کی "وہ کیا ہے امیر ارشاد کریں، یہ بندہ بھی موافق اپنے حوصلے کے التماس کرے گا۔" فرمایا "میرے بھائی مامون نے جس شخص کو اپنی خدمت میں رکھا وہ نمک حلال اور نیک اندیش ہو نکلا اور میں نے جس کو نزدیک کیا، سوائے بد خواہی اور بد ذاتی کے اس سے سرزد نہ ہوا"۔ میں نے کہا "آپ کے برادر نے جھاڑ جڑ دار کو زمین میں بٹھایا اور سینچا پوسا پالا، البتہ اس کا پھل بھی پایا۔ ہمیشہ اشراف خاندانی کو سرفراز کر کر سرسبز اور نہال کیا اور پاجیوں کو جڑ پیڑ سے اکھاڑ کر اپنے نزدیک بار نہ دیا۔ اور آپ نے ڈالیاں بے اصل جن کا ٹھوڑ نہ ٹھکانا زمین میں لگائیں۔ آخر ان کا پھل سوائے ندامت کے کچھ نہ ملا، کیونکہ ہر کسی کو بنا جانے پہچانے قرب دیتے ہو۔ خار کو تلوا سہلانے لگاتے ہو تو سوائے کھٹکنے کے کانٹے سے کیا ثمر ملے!" امیر معتصم نے سن کر

کہا ” فی الواقع یونہیں ہے ، لیکن اس جواب گراں سے میرا شیشۂ دل چور ہو گیا “۔ تب میں نے کہا ” از برائے خدا اس بندے سے گستاخی ہوئی معاف کیجیے “۔ فرمایا ” نہیں یہ تو نے نصیحت بجا کی پر میری ہی خطا ہے جو میں نے تجھ سے پہلے نہ پوچھا ۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تو اپنی پشیمانی نہ اٹھاتا ۔“

جو بادشاہ درد زمانے سے ہے مریض
شیریں شہد سے ہے مفید اس کو صبر پند

حکایت ۱۰

امیر منصور کے پاس حمزہ نام کا ایک خدمت گار ان دنوں میں تھا کہ عروج نہ تھا لیکن بڑا مٹھا اور کاہل الوجود ، اس لیے امیر اس سے دق تھا ، پر ناچاری سے اپنے پاس رکھتا ۔ جب ستارہ آل عباس کا بلندی پر آیا اور امیر کا بھی اقبال چمکا ، اچھے اچھے خدمت گار دیدارو اور چالاک رکھے اور حمزہ کو اپنے پاس سے الگ کر دیا ۔ ایک مدت کے بعد حمزہ نے فرصت پا کر اپنی تنگ دستی کا احوال تقریر کیا ۔ منصور نے سن کر چار ہزار دینار اسے دلوائے کہ اس سے تجارت کر کے اپنی گزران کر اور میرے پاس کبھی مت آئیو ، کیونکہ مجھے تجھ سے شرم آتی ہے ۔ وہ زر لے کر چلا گیا ۔

جس وقت منصور مسند خلافت پر بیٹھا ، حمزہ مبارک باد دینے آیا ۔ منصور نے پوچھا ” اب تو کیوں آیا ، میں نے نہیں منع کیا تھا کہ میرے پاس مت آئیو ۔“ بولا ” میں واسطے تہنیت کے

آیا ہوں ۔'' فرمایا '' خیر آیا نو آیا '' اور چار هزار دینار اور بھی آسے دیے کہ بھر مجھے آ کر مت ستا ۔'' برس دن کے بعد حمزہ حضور میں پھر آیا ۔ پوچھا '' اب کس واسطے آیا ؟'' بولا '' ان دنوں میں سفر حجاز میں فلانے شخص نے جو آپ کو دعائے مستجاب سکھائی تھی، میں نے چاہا کہ جا کر امیر کو یاد دلا دوں ۔'' امیر نے کہا '' اے حمزہ ! کل رات میں نے وہ دعا پڑھی کہ کبھی تیری صورت الٰہی مجھے نہ دکھاوے ، خدا نے وہ دعا قبول نہ کی اور تیرے دل میں ڈالا نو نوے خواہ مخواہ مجھے پھر آ کر زحمت دی ۔ تیری خدمت کا حق میرے دل سے فراموش نہیں ہوتا ، چار هزار دینار اور لے اور عہد کر کہ پھر مجھے تکلیف روا نہ رکھے ۔'' آخر اُس نے سوگند کھائی کہ پھر هرگز ادھر منہ نہیں کرنے کا اور وہ نقد لے کر رخصت ہوا ۔ اس حکایت سے خدمت کی رعایت ظاہر ہوتی ہے ، کیونکہ نیک مرد تنکا اتارنے کا احسان نہیں بھولتے ۔

ایک دن ایک صراف نے منصور کے دربار میں آ کر فریاد کی کہ میں ذات کا صراف ہوں ۔ میرے پاس تھوڑی سی پونجی تھی ، اُس سے خوردہ بیچ آلا ڈھالا کر کے اپنی گذران کیا کرتا ۔ آج رات سب پونجی کا صندوقچہ گھر کے گھر میں غائب ہوگیا اور میری آنکھوں تلے مارے فکر کے اندھیاری چھا گئی ۔ حیران ہوں اب کس صورت سے گزارہ ہو گا ! امیر اگر اس مفلس کے احوال پر پرورش کی راہ سے غور فرماویں تو شاید تنقیح ہوسکے ۔'' '' امیر نے اُس صراف کو خلوت میں لے جا کر پوچھا ۔'' '' تیرے گھر میں نقب یا پار کا نشان تو نہیں ؟'' بولا '' یہ تو نہیں ۔'' پھر پوچھا '' تیرے شامل کون رہتا ہے ؟'' بولا ''میری جورو ۔'' پوچھا '' جوان ہے یا بڑھیا ؟'' کہنے لگا ''جوان ہے ۔''

تب امیر نے معلوم کیا یہ کام اُسی عورت کا ھے ، کیونکہ یہ مرد آدھڑ بد صورت اگڑ بگر داڑھی رکھتا ھے ، شاید وہ استری کہیں اٹکی ھو گی ۔ تب اُسے عطر خالص کی شیشی جو اُس شہر میں مسسر نہ آوے ، دے کر کہا کہ خبردار یہ عطر کسی کو مت دینا ۔ اپنے گھر میں رھنے دے اور کچھ اندیشہ مت رکھ ۔ تیرے مال کی تحقیقات کرتا ھوں ۔ اور کتنے جاسوس آس پاس اُس محلے کے ٹھلائے اور کہہ دیا کہ جس کے کپڑوں سے عطر کی باس آوے پکڑ لاؤ ۔ چند روز کے بعد سرھنگ ایک جوان کے کپڑوں سے عطر کی خوشبو سونگھ کر سرکار میں پکڑ لایا ۔ امیر نے اُس سے کہا " وہ صندوقچہ اُس صراف کے حوالے کر ۔" جوان نے کہا " اے امیر! صندوقچہ مجھے کس نے دیا ؟" فرمایا " اُسی عورت نے کہ جس نے تجھے عطر لگایا ۔" " یہ شخص لاجواب ھو جوں کا توں مال بہ جنس اُس صراف کو دیا اور بد کاری سے توبہ کی ۔ آخر اُس صراف نے امیر کے فرمانے سے اپنے قبیلے کو طلاق دی ۔

حکایت ۱۱

جب مامون الرشید واسطے حج کے کعبے کی طرف چلا ، اونٹ کرائے کیے ۔ وھاں پہنچ کر بھارے کری بدا کیے ، لیکن پیسا موافق معمول کے جو اقرار پایا تھا ، نہ چکایا ۔ اُس اجورہ دار نے تب تک صبر کیا کہ امیر نے طواف سے فراغت پا کے مدینے میں اپنے تئیں پہنچایا ۔ اس نے قاضی کے پاس جا کر فریاد کی ۔ قاضی

نے امیر کو بلا بھیجا ۔ تب امیر اپنے دل میں کہنے لگا ۔ ’’آج قاضی جو مسند عدالت سے میری تعظیم کے واسطے آٹھے تو اُسی دم اُسے معزول کروں اور تلوار سے دو ٹکڑے کر ڈالوں ، تو اوروں کو عبرت ہو ۔‘‘ بارے امیر جب دارالعدالت میں آیا ، قاضی بدستور تکیہ لگائے بیٹھا رہا اور امیر کی طرف کچھ التفات نہ کی اور برابر داد خواہ کے صف زیریں میں بٹھلایا ، مدعی کی رجوعات مقابلے سے امیر کو قائل کرکے اُس کا حق ثابت کیا اور دفتر قضا میں اقرار نامہ لکھ لیا ۔ امیر جب گھر کی طرف پھرا ، ایک اپنا آدمی وہ پرزہ دے کر اُس اجورہ دار کے ساتھ کر دیا کہ جا اس آدمی کا دام دام ادا کر دے ۔ غرض اُس وقت بھی قاضی نے مامون کی طرف کی روے ریا مطلق نہ کی اور تعظیم و تکریم جیسی کہ بادشاہوں کا دستور ہے ، ذرہ بھی نہ بجا لائی ۔ آخر اس نے گھر آ کر سب پیسا کرایہ دار کا بھر دیا اور اپنی دست آویز لے لی ۔ پھر قاضی کو اکیلا خلوت میں طلب کر کے آفرین اور تحسین کر کر کہا ۔ ’’مجھے جو خیال تھا سو تونے ویسا ہی کیا ۔ اب لازم ہے کہ اس طور اپنا دستور رکھ تاکہ کوئی قوی کسی ضعیف پر زبردستی نہ کر سکے ۔‘‘ اور دس ہزار درم انعام بخشے ۔

غزل

جس نے اس طور کا قانون چلایا ہوگا
اس ریاست میں کبھی رخنہ نہ آیا ہوگا
سلطنت میں سہ عادل ہے چراغ فانوس
خلق روشن کیا اور جھوکا نہ کھایا ہوگا

تیغ احسان سے جو بد کی زباں کو کاٹے
وهی دشمن کے تئیں مار کھپایا هوگا
فیض اور رعب میں رکھ مثل جہاں تاب سرشت
آنکھ سے آنکھ نہ کوئی اس سے ملایا هوگا
فی‌الحقیقت میں جو آئین رکھے هیں انگریز
آج تک کوئی شہنشہ نہ بنایا هوگا

چوتھا باب وزیروں کی عادت کا

حکایت ۱

بوزرجمہر سے پوچھا " منصب وزارت کس کو پھبے اور کون اس رتبے کے لایق ہے ؟" بولا "وہ شخص جس میں اتنی خصلتیں پائی جاویں ۔" پوچھا " وہ کتنی خصلتیں ہیں ؟" کہا "چار اور تین اور دو اور ایک ۔" پوچھا "وہ کیا ہیں مفصل بیان کر ۔" کہنے لگا " اُن چار خصلوں میں سے ایک تو ہوسیاری ہے کہ خیال رکھے اس مرتبے سے کہ قدم نہ ڈگ جاوے ۔ دوسری بردباری ، جس کے سبب کچھ دشواری اُس پر نہ آوے ۔ تیسری دلیری ، کتنا بھی بڑا کام روبکار ہو تو نہ گھبراوے ۔ چوتھی جواں مردی ، وقت پڑے ہر مال کا سرفہ نہ کرے ، مثال بادل کے پیسا برساوے ۔ اور تین خصلتیں یہ ہیں جو کسی دوست سے اچھی خدمت بن پڑے تو ترنت اُس کے ساتھ سلوک کرے ۔ اور کوئی اپنا حکم نہ مانے تو اُسے تنبیہ قرار واقعی پہنچاوے اور ہر ایک چیز کا ذخیرہ سامان اسباب کر رکھے تاکہ وقت حادثے کے کام آوے ۔ اور دو خصلتیں یے ہیں کہ ہر ایک کام میں خوب غور کرے اور ادنیٰ اعلیٰ پر حکم یکساں رکھے ۔ اور ایک خصلت یہ ہے کہ دور اندیس رہے ۔ آج کا کام کل پر نہ چھوڑے ' جیسا کہ سلطان ملک شاہ غزا کے ارادے چار لاکھ فوج سے ملک روم پر چڑھ گیا اور قیصر روم بھی مستعد ہو ایک ٹیڈی دل[1] لے، لڑائی کی خاطر

---

(۱) ٹڈی ۔ ویسے لغت میں متن کی شکل بھی موجود ہے ۔

مقابل آپڑا - اس میں ایک دن سلطان ایک سو سوار اپنے ہمراہ لے کر بغیر نقارے نشان کسی بیابان میں شکار کو نکلا - ناگہاں ایک دستہ لشکر روم کا اُن سے دو چار ہوا ، اُنھیں نہتا ، بنا [۱] ھتھیاروں دیکھ کر حملہ کرکے سب کو مع سلطان گرفتار کیا - تب سلطان نے چپکے اپنے رفیقوں سے کہا کہ زنہار میری تعظم نہ کرنا اور کسی سے مت کہنا کہ یہ سلطان ہے - جب قیصر کی حضور اُن سب کو لایا تو اُس نے پوچھا کہ تمھارا سرخیل کون ہے ؟ سب نے ایک زبان ہوکر کہا " جیسی بن بن کی لکڑیاں اکٹھی ہوکر بھارا نظر آئی دیتا ہے ویسے ہی ہم بھی متفرق دس جگہ سے باہم جمع ہوکر نادانی سے شکار کھیلنے نکل آئے کہ خود شکار ہوگئے - ہم میں سرخیل تو کوئی بھی نہیں -" تب قیصر نے اپنے نوکروں سے کہا " بالفعل انھیں محبوس رکھو -"

مگر ایک دو شخص جو وہاں سے اپنے تئیں بچاکر جان لے بھاگے تھے، نظام الملک وزیر کے پاس یہ خبر وحشت اثر قسمت کی گرفتاری سے سلطان کے لکڑے جانے کی پہنچائی - وزیر از بسکہ دانا تھا ، ترنت ان کو ڈیرے میں قید کیا کہ یہ راز فاش نہ ہو - اور شام کے وقت نقیبوں کو یہ حکم کیا کہ لشکرگاہ کے رستے کی طرف سے یہ آواز کرتے ہوئے سرا پردے کی سمت دوڑیں کہ بادشاہ آیا - پھر دوسرے دن خود وکیل ہو کر قیصر کے دربارمیں امراء [۲] کے استصواب سے حاضر ہوا - تب قیصر نے کہا " تمھارا بادشاہ جوان ہے اور ہر ایک حرکت لڑکپن سے کر بیٹھتا ہے اور اُس کا انجام نہیں سوچتا - اب اُس کو اس کام سے باز رکھ ، نہیں تو بڑی خون ریزی

(۱) اصل متن میں " تنا " ہے جو کاتب کی تصحیف ہے -
(۲) اصل متن میں اُمراؤ ہے جو کاتب کی تصحیف ہے -

ھوگی ۔'' وزیر نے کہا '' اگرچہ ہمارا بادشاہ جنگ جو ہے پر دوستی کا لفظ جب منہ پر آیا تو آنکھ ملی نہیں کرتا ۔'' آخر اُس کی مرضی موافق صلح کی اور آپس میں ایک حد ٹھہرائی ۔ '' تب قیصر کی زبان سے نکلا '' کچھ آدمی تو تمھاری فوج سے کم نہیں ہوے ؟'' اس نے کہا '' لشکر ایک دریا ہے ، کوسوں تک موج مارتا ہے ، کس سے اس سب کا اندازہ ہوسکے ''۔ فرمایا ''سو سوار تمھارے لشکر سے ہمارے ہاتھ چڑھے ہیں ۔'' وزیر نے کہا '' اگر اُن کو بخشیے تو عین مصلحت ہے ۔'' قیصر کے حکم سے ملک شاہ کو اُن سواروں سمیت وزیر کے سامنے لایا ۔ وزیر نے تیوری چڑھا کر اُن کو بہت ڈانٹا اور خوب ملامت کی بلکہ زبان سے سخت سست بھی کہا '' کیا تم نہیں جانتے یہ کچھ وقت شکار کا نہیں ۔'' پھر اُن کو ہمراہ لے کر اپنے لشکر گاہ کو پھرا ۔ جب روم کی شاہ کی حد سے باہر آچکا ، پیادہ ہوکر شاہ کی رکاب چومی ۔ ایلچی قیصر کا جو ساتھ تھا ' تب اُس نے معلوم کیا کہ ہے ہے بادشاہ یہی ہے جو ہمارے دام میں آ پھنسا تھا ۔ اب طوطے ہاتھ سے اُڑ گئے ' لیکن اُس وقت پچھتانے سے کچھ حاصل نہ تھا ۔ آخر ملک شاہ نے لشکر میں پہنچ کر کمر بندی تیاری کروا کر یکایک قیصر کی سپاہ پر حملہ کرکے آن پڑا ۔ یہ تو آشتی کے بھروسے پر تھا ، سپاہی اپنے کھانے کمانے سودے سلف میں بستر پر نہ تھے ، جوں توں کر تھوڑی جمعیت سے مقابل ہوا ۔ جتنی شرط مروت اور تہور کی تھی ، بہ مقدور اپنے کر گذرا ۔ کہاوت ہے '' سور سان چنا پہاڑ نہیں پھوڑتا ۔'' آخر شکست فاش ہوگئی ۔ تو کہیں اور میں کہیں ۔ تین تیرہ ہوکر سپاہ کہیں کی کہیں جاتی رہی ۔ بیل پھوٹی اور رائی دانہ دانہ ۔ ہر چند کہ لشکر کی ایڑی اُٹھی مگر قیصر نے تو مارے غیرت کے پنجا نہ اُٹھایا اور کھیت نہ چھوڑا ' یہاں تک کہ پکڑا گیا ۔

شاہ میدان میں جب گھوڑے اٹھا دیتے ہیں
ہر نفر زین سے جا زین ملا دیتے ہیں
دست برد' بیل و پیادے بہ کریں جو ہو بساط
تنگ ہو مات ہوں پر رخ نہ پھرا دیتے ہیں

جب قیصر ملک شاہ کے روبرو آیا یساول اور چوب دار کہنے لگے " ہمارے بادشاہ کی تسلیم بجا لا "۔ لیکن اُس نے سر نہ جھکایا اور کہا " رسی جلی پر اُس کا بل نہ گیا ۔ وہ بادشاہ اگرچہ جوان ہے لیکن میں بھی بادشاہ جوان ہوں "۔ تب حاضران پائے تخت بولے " کچھ جواب و سوال کر "۔ آخر ملک شاہ کی طرف مخاطب ہو کر بولا " اب تین کاموں سے ایک کر ۔ جو تو بادشاہ اولوالعزم ہے تو بخش دے اور کٹر سنگ دل قصائی ہے تو ذبح کر اور سوداگر بردہ فروش ہے تو بیچ ڈال "۔ یہ سن کر ملک شاہ نے کہا " میں بادشاہ ہوں اور میرا کام تاج بخشی ہے "۔ یہ کہہ کر سر و قد تعظیم کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور بڑے تپاک سے ہاتھ پکڑ کر اپنے نزدیک بازو سے تخت پر بٹھلایا اور لباس مکلل اور جواہر قیمتی پہنایا ۔ پھر بطور نعل بندی کے سالیانہ مقرر ٹھہرایا کہ ہر برس بلا ناغہ پہنچا کرے ۔ تب قیصر نے نظام الملک وزیر سے کہا " تو بھی کچھ خواہش رکھتا ہو تو ظاہر کر "۔ وزیر بولا " میں تم سے ایسی چیز چاہتا ہوں جو تم پر بھی بھاری نہ ہو اور مجھے گویا خزانے کی ڈھیری ملے ۔ بڑی آرزو ابھی یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ ملک شہر استنبول میں میرے نام کی ہو ۔ جو ایک گائے کے چرسے برابر زمین انعام دو تو بہتر ہے "۔ قیصر نے اس بات کو قبول کیا ۔ آخر قول عہد پا کر مرخص ہوا ۔ تب نظام الملک

---

(۱) برد میں د زائد ہے ۔

نے ایک گائے کی کھال کے تسمے باریک کتروا کر بڑی لنبی (لمبی) سی دوالی بنوائی کہ جس کے طول و عرض میں کئی کوس زمین سما گئی ۔ وھاں مسافر خانہ و خانقاہ و مسجد بڑے تکلف کی تعمیر کروائی ۔ حاصل کلام وہ فتح وزیر با تدبیر کی ھمت سے میسر آئی :

دشمن کا سر اگرچہ اڑاتی ھے تیغ تیز
پر شہ پا شکستہ ھو کلک وزیر سے

حکایت ۲

جب معتضد شاہ نے قاسم کو قلم دان[1] وزارت کا عنایت کر کے سرفراز فرمایا ، ھر چند وہ تو دانا زمانے کا تھا ، پر بہ مقتضائے جوانی ایک شب اپنی حرم خاص میں مجلس نشاط کی ترتیب دے کر کچھ شغل کھانے ، شراب و کباب ، ناچ ، راگ رنگ کا کیا ۔ رات بھر عیش و عشرت گانے بجانے کا سما بندھا رھا ۔ جب دن نکلا ، لباس بدل کر شاہ کے دربار میں حاضر ھوا ۔ شاہ نے مسکرا کر کہا " کل رات تمھارے یہاں خوب دلگی اور جمگھٹ تھی ۔ جو تو مجھے بھی اس گمٹ میں بلاتا تو کیا میں تیرے شریک نہ ھوتا "۔ قاسم یہ سنتے ھی اپنے دل میں تکڑا گیا ۔ نیچے آنکھیں کر کے کہنے لگا " غلام کی کیا قدرت جو ایسی گستاخی کر سکے ، مگر خدا وند الطاف اس قدر فدوی کے حال پر فرماتے ھیں "۔ جب دربار برخواست ھوا ، قاسم اپنے گھر آیا ، پر دل میں حیران تھا کہ یا الٰہی یہ

---

(۱) اصل متن ھی "قلمنداں" ھے جو کاتب کی تصحیف ھے

خبر بادشاہ کو کس طرح پہنچی ، باوجود اس کے کہ یہ محفل کس طور مخفی ہوئی تھی ۔ جو ایسا ہی ہے تو کچھ فضولی یا ور خرچی صادر ہو تو ساہ پر کب ظاہر نہ ہوتی ہوگی ۔

آخر یہ مذکور اپنے وکیل سے کہا اور کہا " اس آدمی کو جو میرا بھید ساہ کو پہنچاتا ہے ، ڈھونڈھ نکالا چاہیے"۔ دوسرے دن وکیل تڑکے ہی منہ اندھیرے وزیر کی ڈیوڑھی کے نزدیک چھپ بیٹھا ، تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص جوتڑوں کے بل زمین پر گھسرتا ہوا ، جیسا کوئی فالج کا مارا چلتا ہو ، محل کے دروازے کے یہاں آیا ۔ گھڑی ایک اُن فراسوں سے جو فرس بچھانے کے لیے چھڑکاؤ کر رہے تھے ، ٹھٹھے مارے اور تھوڑا بہت احوال وزیر کا اُن سے معلوم کیا ۔ پھر وہاں سے دربان کے پاس گیا ، کچھ ادھر اُدھر کی زٹل مار کر خوب ہنسایا ۔ باتوں ہی باتوں میں پوچھا " رات کیا کیا گزری اور وزیر کی خدمت میں کون کون تھا ؟" اس نے جو احوال ٹھیک ٹھاک تھا ، کہہ سنایا ۔ پھر باورچی خانے میں گیا ۔ باورچیوں کو بھی کچھ ہزلیات ، لغویات بک کر خوب محظوظ کیا ۔ کچھ طعام اُن سے لے کر کھایا اور ملاوٹ کر کے سب ماہیت وزیر کی لے لی ۔ پھر وہاں سے آہستہ آہستہ اُسی طرح گھسٹتا ہوا چلا ۔ جب تھوڑی دور بڑھا ، اچھی طرح کھڑا ہو کر چلنے لگا ۔ جب سرا پردے بادشاہی کے نزدیک پہنچا ، اندر سے ایک خدمت گار آیا ۔ اس نے سب احوال وزیر کا لکھ کر اُسے دیا ۔ اس وکیل نے یہ سب حالت اس شخص کی اپنی آنکھوں دیکھی ۔ دوسرے دن جب یہ آدمی پھر آیا ، وکیل نے اسے گرفتار کر لیا اور وزیر کی حضور لے آیا ۔ وزیر نے پوچھا " تو کون ہے ؟ سچ کہہ "۔ اس نے کہا " جو تو مجھے امان دے تو بیان کروں "۔ وزیر نے کہا " تو شوق سے اظہار کر ، سرمو تفاوت مت رکھ ۔ کوئی تیرا بال بنگا نہ کرے گا ۔"

تب اس نے کہا " میں فلانا شخص ہاشمی ہوں اور فلانے مکان پر میری سکونت ہے۔ اپنے گھر سے سب طرح بھرا پورا ہوں، تس پر بادشاہ بھی پچاس اشرفی ماہ بہ ماہ مجھے دیتا ہے۔ میرا یہی کام ہے کہ ہر روز علی الصباح اٹھ کر اس بھیس سے تمہاری ڈیوڑھی پر آتا اور سب احوال آپ کا دریافت کرتا، ایک کاغذ پر لکھ چھوڑتا۔ شام کے وقت بادشاہ کا خدمت گار آتا ہے تو وہ رقعہ اسے دیتا ہوں "۔ وزیر نے یہ سن کر اسے مدد کیا اور اسی وکیل کو حکم دیا کہ اس شخص کے گھر کے نزدیک جا کر چھپا بیٹھ رہ۔ دیکھ تو خدمت گار آتا ہے کہ نہیں۔ آخر ایک گوشے میں اس کے گھر کے متصل وہ وکیل جا بیٹھا۔ جب شام ہوئی خدمت گار آیا اور اس شخص کا نام لے کر پکارا۔ اندر سے آواز آئی کہ آج فجر سے ہمارا صاحب گھر نہیں آیا، کبھی ایسا اتفاق تو نہ ہوا تھا کہ اتنی دیر تک باہر رہا ہو۔ شاید کچھ نہ کچھ اس پر حادثہ گزرا۔ یہ سن کر خدمت گار پھر گیا اور وکیل بھی چلا آیا۔

دوسرے دن وکیل پھر گھر کے نزدیک ہو نکلا تو دیکھا وہ گھر ماتم سرا ہو رہا ہے اور اقربا اس شخص کے روتے پیٹتے ہیں اور وہ خدمت گار بھی آ کر یہ حالت دیکھ کر چلا گیا۔ تب وکیل نے آ کر ساری واردات وزیر سے ظاہر کی۔ دوسرے دن جب وزیر دربار بادشاہی میں آیا، شاہ نے اسے فرمایا کہ فلانے شخص ہاشمی کو باعزاز چھوڑ دے۔ آج سے جاسوسی تیرے پر سے موقوف رکھی؛ نہیں تو مجھے اپنے جد کی قسم! اس کے قصاص میں تیرا خون کروں گا۔ وزیر نے زمین کو بوسہ دے کر کہا " خداوند کے اقبال سے وہ صحیح سلامت جیتا جاگتا موجود ہے "۔ اور دل میں خدا کا شکر کیا کہ خوب ہوا جو اسے نہ مار ڈالا۔ پھر گھر آ کر ایک خلعت فاخرہ اور انعام معقول دے کر اسے بدا (وداع)

کیا ''۔ اُس دن سے اخبار وزیر کا بادشاہ نے منگوانا موقوف کیا ۔

اس حکایت سے ظاہر ہے کہ بادشاہ کو چاہیے کسی وقت اپنے مقربوں کے احوال سے غافل نہ رہے ۔ جو اُن سے کچھ نیک افعال وقوع میں آویں تو پسند کر کے نوازش فرماوے اور جو حرکت بے جا سرزد هووے تو مانع هووے اور چشم نمائی کرے ۔ پر وزیر عقل مند وهی هے جو اپنے کام میں هشیار رهے ۔ دشمن هاتھ[1] لگے تو جلدی اُسے تنبیه و تادیب نه دے ، کیونکه قاسم جلدی کر کے جو اُس هانسی کو هلاک کرتا تو آپ بھی مارا جاتا ۔

صبوری هر ایک امر میں شرط هے

ایک دن قاسم سعد گھوڑا پہن سوار هو دربار بادشاهی کی طرف آتا تھا ۔ رستے میں ایک خاص نے اُس کی دستار پر ایک چھینٹا زعفرانی رنگ کا داغ دیکھا ۔ وزیر نے کہا '' یه رنگ کپڑے پر معیوب هے ۔'' وزیر کو اُس وقت پلٹنے کی فرصت نه تھی ، دوات دے کر فرمایا که اسے سیاہ کر دے ' کیونکه سیاهی کا داغ نویسندے کے جامے پر عیب نہیں ۔ سب نے یه بات پسند کی ۔

حکایت ۳

ایک وزیر کی یه عادت تھی جو ایک شخص کو کہیں کا عامل کر کے بھیجتا ، وہ اُس پرگنے میں پہنچ کر بندوبست کرنے بھی نه پاتا ، کوئی دوسرا اُس پر اضافه بڑھاتا تو وہ عمل اُسے دیتا اور

---

(۱) اصل متن میں صرف '' ها '' هے ۔

حکایت ٦

ایک راجا کا پردھان بڑا سانا تھا ، اُس پر راجا بڑی میا کرپا رکھتا ۔ اور اُس کو بیس بیٹے تھے ۔ ہر ایک نگر میں حکومت پر رہتے ، اس لیے بیری اسے دیکھ کر حسد اور داہ کی آگ میں جلتے ، بداں ۔دحھ بہمت اکٹا کر اُس پر راجا کا من کھٹا کر دیا ۔ تب راجا نے اسے بیٹوں سمیت ایک کوئے (کوئیں) میں قید کروایا ۔ نوکروں پر حکم کیا " ایک آدمی کی خوراک کھانا اور ایک جام پانی دیا کرو ۔ سوائے اس کے کچھ مانگے تو ہرگز مت دیجیو "۔ چنانچہ اُس کا یہی معمول بندھا کہ اُن اکیس آدمیوں میں ایک جنے کے دوب کے موافق آب و طعام پہنچا کرے ۔ تب پردھان نے اپنے فرزندوں سے کہا " راجا نے من میں یہی ٹھانا ہے کہ ہم سب کو اسی بپتاب اَن بنا ترسا کر مارے ۔ یہ ذرا سا کھانا اتنے بہت آدمیوں کے منہ میں نہ ناک میں ۔ ایک ایک ٹکڑا لیں تو جیسے اونٹ کے منہ میں زیرہ ۔ ناحق منہ جھوٹھا کرنا ہے ' نت بھرے نہ پیٹ ۔ آخر تو مرنا ہے ، اس سے یہی اُتم ہے کہ ایک جنا یہ کھانا کھا کر بچا رہے ۔ بنے تو ہم سب کا بدلا راجا سے لے "۔ سب نے کہا " یہ بات کھری ہے پر سوائے تیرے یہ کام کسی سے نہ ہوسکے گا ۔ سب نے اپنے تئیں تجھ پر نثار کیا ، تو جان تیرا کام جانے "۔ آخر انھوں نے اُس کے کہنے کے بموجب اس کوئے (کنوئیں) کے من میں کھو کر ایک آدمی کے بیٹھ رہنے کی موافق بنا دی ، اور یہ اُس میں جا بیٹھا ۔ وہ کھانا اور پانی رسی سے باندھ کر جو لٹکا دیتے ، یہ اوپر سے لے لیتا اور کھا پی کر اپنے دن کاٹتا ۔ اُن لڑکوں نے تو مارے بھوک پیاس کے دم چھوڑ دیا ۔ وہ کہاوت ہے

"ان[1] میا پران ۔" قریب دو برس کے وهاں بند رها ۔ ایک روز راجا کو ایک ایسی کٹھن مشکل در پیش آئی که سب کار باری اس عقدے کے حل کرنے میں عاجز رہ گئے ۔ تب راجا نے کہا " افسوس آج وہ پردهان جیتا رهتا تو اس کا منصوبه میرے کام آتا ۔" پھر لوگوں سے پوچھا "کیا سب مر گئے یا کوئی اُن میں جیتا بھی ھے؟" بولے " ایک آدمی کا آذوقه تو هر روز اس کوئے (کنویں) میں پہنچتا ھے ، کوئی اندر سے لے لیتا ھے ، معلوم نہیں که وہ کون ھے" راجا نے کہا " دریافت کرو ۔"

انھوں نے کنویں پر آ کر معلوم کیا تو پردھان کو جیتا پایا ۔ تب راجا نے اس چاہ سے جہاں دنیا کی هوا نه لگتی تھی ، باھر نکلوا کر گلے سے لگایا اور عذر معذرت حد سے زیادہ کی ۔ پردھان تو از بسکه شدت چاہ اور فرزندوں کے داغ حسرت و آہ سے کڑھ کڑھ سوکھ کے کانٹا بن گیا تھا ۔ چند روز میں کچھ ھوش و حواس بر قرار ھوئے ۔ راجا کو اس مشورے کی تجویز معقول بتلائی ۔ تب راجا نے خوش هو کر سابق دستور اسے بحال کیا ، مگر یه تو اسی فکر میں لگا هوا تھا که کسی صورت سے اپنا انتقام لیوے ۔ ایک روز کسی جنگل میں کیا دیکھتا ھے که ایک برهمن دوب جڑ سے اکھاڑ رھا ھے ۔ اس نے پوچھا " تو یه کیا کرتا ھے؟" بولا " میرا پاؤں اس گھاس نے الجھایا ھے اور میں گر پڑا ۔ اب اسے جڑ سے اکھاڑ جلا دیتا ھوں ، تو اس کی بیخ و بنیاد نه رھے ۔ تب پردھان دل میں کہنے لگا ۔ اپنی غرض اس سے حاصل هو تو هو ، کیونکه یه آدمی شتر کینه ھے ۔" پھر برهمن سے بولا " دیوتا ! تم راجا کے پاس کیوں نہیں جاتے اور مدد معاش سرکار سے مقرر نہیں کرواتے ،

---

(۱) مفہوم روشن نہیں هوا ۔

تو فراغت سے تمھاری گزران ہو ۔" بولا "شاید کوئی منع کرے اور اندر نہ آنے دے ۔" "تو پردھان نے کہا" تو ایسا بزرگ زادہ دھرم سورت، مرتبے میں سب سے بلند، کس کی مجال ہے جو تجھے روک سکے ۔"

غرض برھمن دوسرے دن سرکار کی ڈیوڑھی پر آیا اور پردھان نے پہلے ھی درباں کو تاکید کر رکھی تھی جو فلانا برھمن آوے تو اسے خوب سا مار پٹ کر دھکے دے کر نکال دو، اور بولو کہ ھمیں راجا کا یہی حکم ہے ۔ وہ پیادے اسے دیکھتے ھی جھپٹے اور مارے مار کے اسے تختہ بنا دیا ۔ جب وہ برھمن پٹ کر وھاں سے پلٹا، پردھان ننگے پاؤں اس کے پیچھے دوڑا اور قدم پکڑے ۔ بڑی منتوں سے اسے منایا اور کہا کہ کل پھر دن چڑھے خواہ مخواہ آؤ ۔ اس برھمن نے قبول کیا اور چلا گیا ۔ دوسرے دن برھمن دربار کے وقت دیوان جانے کے دروازے پر پھر آیا ۔ پیادے تو آگے ھی سے جما رکھے تھے، بے تحاشا اس پر لات مکی کرنے لگے اور پاؤں پکڑ کے گھسیٹتے ہوئے دور تک باھر لے گئے کہ پٹھ چھل کر ریڑ کی ھڈی نکل آئی ۔ تب پردھان پیچھے دوڑا اور ھاتھ جوڑ کر بڑی خاطرداری سے بولا "نہ جانے راجا تجھ سے کیا آنٹ رکھتا ہے جو اس ڈھب کا تیرے حق میں حکم کرتا ہے ۔" اس برھمن نے کہا "بھلا میں بھی تو اس کپٹ کی سزا دوں تو سہی ۔" پھر سب سے الگ ایک آسن پر جا بیٹھا اور جادو منتر کی موٹھ چلا کر بادشاہ کو خاندان سمیت مار کر سارا گھر کا گھر مسمار کر دیا ۔ جادو پر حق اور کرنے والا کافر ۔ پس فائدہ اس حکایت سے یہ ہے کہ بادشاہ کو چاھیے اول تو کسی پر اس قدر زیادتی نہ فرماوے؛ اتفاقاً ہو جاوے تو اس کا اعتبار نہ کرے اور بدی کرکے چشم نیکی نہ رکھے :

سبل آھنی سخت تو مڑ سکے
ولے زنگ بیٹھا نہیں اڑ سکے
پھٹا دل تو زنہار ملتا نہیں
جو شیشہ شکستہ ھو کب جڑ سکے

حکایت ۷

ایک بادشاہ ابوالجش نام اکثر شراب میں سرشار رھتا ۔ اُس حالت میں کچھ آگا پیچھا نہ دیکھتا ، کچھ کا کچھ بخش دیتا ۔ ایک رات گاین کو تین لاکھ روپے انعام دیے اور اُس کا پروانہ وزیر پر کر دیا ۔ وزیر کو اتنا کچھ مال دینا بھاری معلوم ھوا کہ بادشاہ نے نشے کی حالت میں کہا ھوگا ۔ میں اُن سے پوچھ کر دوں گا ۔ غرض وہ پیسا اُس مطربہ کو نہ دیا ۔ دوسری شب پھر وھی عورت مغنیہ ایسی گائی کہ بادشاہ لوٹ پوٹ ھو گیا ۔ تین لاکھ روپے اور بخشے ۔ بولی ” میرے کل کے بھی انعام کے پیسے وزیر نے نہیں دیے ۔“ بادشاہ یہ سن کر آگ ھو گیا اور جلاد سے کہا ” جا وزیر کا سر کاٹ لا ۔“ یہ خبر خبردار نے وزیر کو پہنچائی ۔ وزیر نے اپنے تئیں روپوش کیا ۔ یہ ڈھونڈ ڈھانڈ کر چلا گیا ۔ جب صبح ھوئی جلاد نے کہا ۔“ ” رات کو تو خوب مزہ تھا ، پر یہی کھنڈت ھوئی جو بادشاہ وزیر کے قتل کا حکم کر بیٹھا ۔ تب بادشاہ سمجھا مگر وزیر مارا پڑا ۔ اس سبب نہایت دل تنگ ھوا اور آثار ملال کے جبین پر نمودار ھوئے ۔ تب جلاد نے کہا ۔ ”بادشاہ سلامت ! ابھی وہ زندہ ھے ۔ اُس کا رشتہ حیات کا منقطع نہیں ھوا ،

کیونکہ میں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ حکم مستی کی حالت میں ہوا ہے ، اس واسطے اس میں توقف کیا چاہیے ۔" تب فرمایا "اسے حاضر کرو ۔" وزیر حضور میں آ کر آداب بجا لا کر بولا "جہاں پناہ ! اگر ایسی ہی سخاوت ہے تو سب خزانہ بھڑ ہو جائے گا ۔ سپاہ کا مواجب ماہ بہ ماہ نہ پہنچا تو دنگے اور دھرنے کی نوبت پہنچے گی ، کوئی حکم نہ سنے گا ۔ ہر چند ابر اپنے کرم سے سب پر یکساں برساتا ہے ، پر بندوں کو لازم ہے کہ باغ اور شور زمین پاس کریں اور موقع غیر موقع دیکھیں"۔

ابوالحسن کو یہ بات پسند آئی ، ایک خلعت فاخرہ اسے بخشا کہ خیر جو کچھ کیا سوا اچھا کیا اور آیندہ کو جو مناسب جانے سو جاری رکھ ۔ فایدہ اس حکایت سے یہ ہے کہ بادشاہ اگرچہ عالی ہمت ہو اور خرچ بے جا پر حکم فرماوے ، پر وزیر جو مناسب جانے کرے ۔

حکایت ۸

کہتے ہیں ہارون الرشید کا وزیر بڑا صاحب تدبیر اور اہل ثروت تھا اور بادشاہ کا اتنا مقرب کہ بدون پروانگی بے دھڑک محل خاص میں چلا آتا ، ایک ساعت نزدیک سے جدا نہ ہوتا ۔ ایک روز ہارون الرشید محل میں بیٹھا ہوا ایک حکیم کے ساتھ کچھ رنج بیماری کی گفتگو کر رہا تھا ، جو وزیر چلا آیا اور اپنے پائے پر آ کر بیٹھ رہا ۔ تب متغیر ہو کر طبیب سے پوچھا ۔ "کیا تمہارے بھی گھر میں کوئی شخص بغیر از اجازت چلا آتا ہے ؟" اس نے کہا " نہیں ۔" تب فرمایا کہ حاکم کا گھر تمہارے گھر کے بھی برابر

۱

نہیں ۔ اس وزیر نے معلوم کیا کہ یہ اپنے پر آوازے کسے جاتے ہیں اور رموز جھاڑے ۔ تب دست بستہ کھڑے ہو کر عرض کی کہ جہاں پناہ ! یہ غلام بھی خوب جانتا ہے کہ کوئی کسی کے گھر بے اجازت نہیں جاتا ، مگر خداوند نے بندے کو یہ سرفرازی آپ سے بخشی تھی ، بلکہ بارھا زبان مبارک سے فرمایا تھا کہ تجھے صدر پروانگی ہے ، بلا روک ٹوک چلا آیا کر ، اس لیے بندے سے یہ حرکت ہوئی ، نہیں تو کیا جرأت تھی کہ ایک قدم بھی اندر رکھ سکتا ۔ اب سے فدوی نے توبہ کی ، ایسی بے ادبی کبھی نہ ہو گی ۔ پھر وزیر اس دن سے بے اجازت حضور میں نہ آیا لیکن بادشاہ کے دل پر جو غبار بیٹھا سو بیٹھا ۔ کچھ آب معذرت نے کام نہ کیا ۔ یہاں تک وزیر کے نصیب اُلٹ گئے اور ستارہ گردش میں آیا ۔ اتنی ذرہ سی حرکت میں وہ جاں فشانی اور خیر خواہی فدامت سب کی سب خاک میں مل گئی ۔ جان و مال گھر بار سب ھی پر آفت آئی ۔ فائدہ اس حکایت سے یہ ہے کہ بادشاہوں کے تلون مزاج سے پرحذر رہا چاہیے کہ ہمیشہ یکساں نہیں رہتا ۔ کسی وقت دشنام سے خوش ہوتے ہیں اور کبھی سلام سے رنجیدہ ۔

غزل

اگرچہ بحر میں ہر موج لہر مارے ہے
مگر سلامتی ڈھونڈھو تو در کنارے ہے
جو شیر دانت نکالے تو تو ہنسی نہ سمجھ
ہزار خون کے پینے کو منہ پسارے ہے

جو ہووے قربت سلطاں تو خوف دل سے نہ چھوڑ
یہ سانپ جان کا بیری ترے پٹارے ہے
نہ بیٹھ تخت پہ محمود گو تجھے بٹھلائے
ایاز[۱] قدر ہے جب تک کہ حد بچارے ہے
بلند ہو کے گرے سر کے تان وہ آخر
جو سیدھا نیر سا دربار میں سدھارے ہے

(۱) اصل مسودے میں "آیا" ہے لیکن یہ صحیح نہیں ' "ایاز" ہونا چاہیے ۔

پانچواں باب فراست اور تجویز کا

حکایت ۱

کہتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ جب حضرت آدم علیہ السلام کو بردۂ عدم سے عالم وجود میں لایا اور اپنی قدرت و صنعت آشکارا کر کے روح اس کے جسم میں ڈالی ، تب جبرائیل نے تین : عقل و علم و حیا بطریق تحفے کے اس کے نزدیک لا کر بولا " ان میں سے تو جسے چاہے اختیار کر ۔" یہ سن کر آدم نے عروس عقل کو قبول کیا ، مگر جبرائیل نے علم و حیا سے کہا ۔" اب تم پھر چلو ۔" وے بولے " ہم تینوں قدیم سے ایک ہی ساتھ رہتے ہیں ، بھلا اب اسے اکیلا کیونکہ چھوڑیں ۔" فرشتے نے کہا " خیر ٹھہرو ۔" تب عقل نے دماغ میں اور علم نے دل میں اور حیا نے آنکھوں میں قرار پکڑا ۔ اسی سبب انسان کو حیوانات پر فضیلت ہوئی ۔ اور عقل ہی کے وسیلے سے اپنے بیگانے دوست و دشمن میں فرق معلوم ہوتا ہے اور خالق علی الا طلاق کی قدرت بھی اسی سے دریافت ہوئی ۔ وہ کہاوت ہے " خدا دیکھا نہیں پر عقل سے پہچانا ۔" پس جس میں عقل ہووے علم و شرم بھی اس میں ہوا چاہیے اور جس کو علم و شرم نہیں وہ ہئے کا اندھا اور مت کا ہین ہے :

ہووے عقل سے مرد جامع کمالات
مثل ہے کہ العقل نصف الکرامات

حکایت ۲

فضل نام وزیرؒ نے امیر معتصم کی دعوت کی ۔ لوازمہ ضیافت کا حد سے زیادہ ، برتن طلائی و نقرئی ، بڑی ٹیپ ٹاپ ، فرش ستھرے ، جیسا چاہیے ، سب کچھ وہاں مہیا کیا ۔ یہ کچھ تجمل اور تیاری در و در کی دیکھ کر امیر کی آنکھیں کھل گئیں اور بھچک بن گیا ۔ آخر پیٹ کے درد کا بہانہ کرکے وہاں سے اٹھ کر چلا گیا ۔ پس فضل متحیر رہا اور یہ حقیقت ایک دوست سے کہہ سنائی ۔ اس نے کہا " تو ابھی امیر کے نزدیک جا کر کھڑا رہ ، میں ایک رقعہ تجھے بھیجتا ہوں ، تو اسے پڑھنے لگنا ۔ امیر پوچھے تو کہنا " یہ رقعہ حضور کے خانساماں نے لکھا ہے ۔ اسباب وغیرہ ، جڑاؤ کا سامان ، چاندی سونے کے باسن ، فرش و فروش جو ضیافت کی تیاری کے لیے اس غلام کے گھر میں لائے تھے ، سو اب مانگ بھیجے ہیں ۔ آخر اس نے ایسا ہی کیا ۔ تب امیر نے معلوم کیا ، یہ سب اسباب اس کی ذات کا نہیں بلکہ مستعار مانگا تانگا ہے ۔ چہرے پر آنچ آئی اور مسکرانے لگا ۔ فضل اپنے دل میں خوش ہوا ۔

حکایت ۳

امام شافعی سے روایت ہے کہ جب علم فراست کی تحصیل کرنے کے لیے مکے سے شام کو گیا اور کتابیں اس علم کی ہر کہیں سے بہم پہنچائیں ، رات دن اس کا محاورہ کرنے لگا اور سب

طرح دست گاہ اُس میں پیدا کی ۔ آخر وھاں سے پڑھ گن کر پلٹا ۔ آھستہ آھستہ ایک منزل میں آپڑا تو ایک شخص سرخ رنگ ، نیلے دیدے کا وھاں نظر آیا ۔ میں نے علم فراست و کتاب کی رو سے دریافت کیا کہ اس شکل و شمائل کے آدمی سے امید نیکی کی نہ رکھنا چاھیے ۔ میں اسی سوچ میں تھا ، جو اُس نے بڑے تپاک اور گرم جوشی سے بڑھ کر میرا ھاتھ پکڑ لیا اور بڑے مان پان سے اپنے مکان پر لا اُتارا اور کھانا پکوا کر گھڑا دانی کا بھی ھمارے پاس لا کر رکھا ، اور گھوڑے کو گھاس دانے سے آرام دیا ۔ لیکن میں اپنے دل میں سخت حیران تھا کہ اپنی مدت نا حق اس کتاب میں دردسری اُٹھائی اور کچھ حاصل نہ ھوا کیونکہ یہ کتاب معتبر ھوتی تو ایسا شخص ھم سے مروت نہ کرتا ۔ اب اسے دھو ڈالا چاھیے تا کہ اپنے پاس اس کا ذکر نہ رھے اور کوئی اس میں اوقات ضائع نہ کرے ۔ خیر میں تو اسی فکر میں اُس رات وھیں سو رھا ۔ جب دن نکلا میں نے کمر باندھ کر چلنے کی تیاری کی ۔ اُس شخص سے کہا ” میاں دوست ! تو نے ھماری ضیافت میں بہ غایت محنت کھینچی ، ھم پر بڑا احسان ھوا ، مکے میں کبھی آنے کا اتفاق ھو تو فلانے مدرسے میں میرے پاس چلے آنا ۔ بھلا ھم سے جو کچھ ھو سکے گا سو ھم بھی تجھ سے باہر نہ ھوں گے ۔ یہ سن کر ھنسا اور بولا ۔ ”کیا خوب ! آپ کس کھیت کی مولی تھے جو اپنی ترکاری ، گوشت ، پلاؤ ، قلیے ، دو پیازے ، نان کلیجے ، مفت میں چپ کر گئے ۔ کچھ میں آپ کا غلام نہ تھا جو اپنی محنت رایگاں اُٹھاتا ۔ اب نادانی کر کے فضیحت مت ھو ۔ جو کچھ خرچ لگا ھے چپ چپاتے بھر دیجیے ۔“ آخر ایک فرد پر جو خرچ ھوا تھا اُس سے دو چند لکھ کر مجھے دکھا یا اور نہایت ترش رو ھو کر دام دام بھر لیا ؛ تب میں دل میں شاد

ہوا کہ میری محنت ٹھکانے لگی، کچھ اکارت نہ گئی۔

حکایت ۴

ابوالحسن دھلی کہتا ہے: انطاکیہ میں ایک حبشی انسان کے دل کا بھید بتا دیتا۔ مجھے یہ سن کر شوق ہوا کہ اس سے چل کر ملاقات کیجیے اور بات چیت کی چاہیے۔ اس ارادے پر میں اس شہر میں گیا۔ قضا کار مجھ پر وہاں ایسی تنگی ہوئی کہ دو دن تک کچھ میسر نہ آیا۔ بھوکھ (بھوک) بہ شدت غالب ہوئی۔ بازار میں اسی کی تلاش کرتا ہوا پھرتا تھا۔ اتنے میں وہ کسی پہاڑ سے لکڑیوں کا بھارا سر پر دھرے نیچے لایا۔ میں نے نزدیک جا کر کہا "ان لکڑیوں کا مول کہہ تو میں خرید کروں۔" اس نے کہا "صبر کر، میں بیچ (بیچ) لوں تو اس کی قیمت کہوں۔" تب میں نے کچھ ایک بڑھ کر دوسرے لکڑ ہارے سے ایک بھارا مول ٹھہرایا اور اسے دکھلا کر کہا "دیکھ مجھے ہیزم درکار ہے، تو بھی کہہ تو اتنا گٹھا کتنے پیسوں کو دینا رہتا ہے۔" تب اس نے کہا "اے عزیز! ناحق کیوں مغز پھراتا ہے؟ مجھے معلوم ہے تو نے دو دن سے کچھ نہیں کھایا۔ ذرہ صبر کر، یہ لکڑیاں بک جاویں تو تیری بھی تواضع کروں۔" میں یہ سن کر اس کے پاؤں پر گر پڑا اور اپنی عین سعادت سمجھ کر اس کی خدمت میں رہنے لگا۔

حکایت ۵

نقل ھے دو بھائی رستے سے چلے جاتے تھے ۔ ایک شخص راہ گیر اور بھی اُن کے ہمراہ ھو لیا ۔ تھوڑی دور بڑھے تھے کہ ایک کوا بولا ۔" اُس نے کہا " بہت اچھا ۔" وہ دونوں بھائی کھلکھلا کر بے اختیار ھنس پڑے ۔ وہ متعجب ھوا ۔ ٹک ایک آگے بڑھے تو ایک بھیڑیا بکرا ۔ اس نے کہا " تیرے منہ میں مٹی پڑے ۔" ان دونوں نے پھر قہقہہ مارا ۔ تب کچھ اور آگے چلے تو ایک لومڑی ان کے آگے سے آڑے رستے ھو نکلی ۔ ایک بھائی نے دوسرے سے کہا " جلد مرکب سے نیچے اتر کر مشک کا دھانہ کھول دے ۔ تب وہ شخص بولا " یارو ! تمھاری اس ھنسی اور ایسی حرکت پر مجھے اچمبھا آتا ھے ، بھلا بیان تو کرو ۔" یے بولے " اول جو زاغ نے آواز دی تو یہ کہا تمھارے ساتھ کے آدمی کے پاس سو روپے ھیں ، اسے مار ڈالو ۔ تب تو نے کہا بہت اچھا ۔ اور گرگ نے صدا کی ، اس کوے کا کہنا مت مانو ۔ تو نے کہا " تیرے منہ میں خاک ۔ پس جس نے تجھ سے دشمنی کی آسے تو نے بھلا کہا اور جس نے دوستی خرچ کی آسے برا بولا ۔ اور وہ لومڑی جو ھمارا باٹ کاٹ کر نکلی اُس وقت ھم مشک کا منہ نہ کاٹتے تو ھمارے درمیان ایک آگ خصومت کی بھڑکتی ، پر اُس سے ٹھنڈک رہ گئی ۔

غرض دوسرے دن یے تینوں ایک گاؤں میں پہنچے ۔ وھاں ایک بوڑھے نے دیکھتے ھی بغیر از سابقہ معرفت ان تینوں کا جدا جدا نام بول دیا ۔ پھر ان دونوں برادروں سے بولا " تم نے کوے کی آواز اور بھیڑیے کی صدا بھی سنی تھی ؟" یے بولے "ھاں" پھر بولا " روباہ بھی دیکھی تھی ؟" بولے " البتہ " وہ بولا " مشک کا

سر بھی کاٹا تھا ؟" بولے "بلے" تب وہ بولا "جو ایسا نہ کرے تو دونوں آپس میں لڑ مرے۔" غرض یہ حکایت نادر ہے، چنانچہ ملک ہند میں ایسے سگون اکثر لیے ہیں ۔

حکایت ٦

ایک دن امیر منصور نے شکار جاتے ہوئے دیکھا کہ ایک فقیر بہ آواز بلند سوال کر رہا ہے ۔ گھوڑے کی باگ رکھ کر نوکر سے فرمایا "اس فقیر کو اسیر کرکے خوب ٹھوک ۔" نوکر نے پکڑ کر جب اُسے خوب کندی کیا تو اُس نے بہ لاچاری دس ہزار درم قبول کیے کہ ان کے سوا میرے نزدیک اور کچھ نہیں ۔ منصور نے کہا "اب بھی آواز بلند ہے" تب اُسے پھر مار پڑنے لگی ۔ دس ہزار اور قبولے ۔ پس پر منصور نے کہا "اب تلک آواز پست نہیں ہوئی، اسے اور مارو" دوسرے مرتبہ نوکر جو تل گئے تو اُسے مار کر تتڑا سا دیا ۔ وہ کہاوت ہے "مار کے آگے بندر ناچے" اُس نے دس ہزار اور بھی اقرار کیے۔ تب امیر نے کہا "اے کم بخت ! دس ہزار درم ہوتے تو ٹکڑا تتڑا بھکھ (بھیک) مانگتا ہے ۔ بھٹے منہ ! تجھے شرم نہیں آتی ۔ آخر وہ زر اُس کے یہاں سے لے آئے اور اُس کے گزارے کے موافق روزینہ باندھ دیا ۔ اگرچہ بہ ظاہر یہ ظلم ہوا، پر سزا ویسے حرام خور کی اُس سے بھی زیادہ ہے ۔

ہو غریب اور مال دار میں فرق
مال اور بے کے ہو خمار میں فرق

ایک آنش ہے مال کا غرّہ
کیوں نہ ہو اُس سے خاکسار میں فرق

حکایت ۷

دو شخص کسی منزل میں آ اُترے ۔ ایک القتہ جو پہنچا تو ایک کی همیانی اشرفیوں کی جامدانی میں سے پھاڑ کر لے گیا ۔ بے دونوں غم زدہ ہو کر یہ احوال ایک جوان محلہ دار سے بولے ۔ اُس نے کہا ”اگرچہ میں نے پاؤں نکالنے سے توبہ کی ہے ' پر تمھاری خاطر سے پتا لگا دیتا ہوں ۔ پہلے وہ جگہ بتلاؤ جہاں سے وہ همیانی گئی ۔“ جب انھوں نے وہ جگہ بتلائی ، تب اُس نے کہا ”میرے پیچھے چلے آؤ ۔“ بے دونوں اُس کے پیچھے ہولیے ۔ تھوڑی دور بڑھ کر یہ انھوں سے بولا ”بس اب اس سے آگے تمھارا مال نہیں گیا ' یہیں تلاش کرو ۔ وہاں ایک اندھا زنگی رہتا تھا ۔ انھوں نے اُس سے پوچھا تو اُس نے صاف انکار کیا ۔ تب وہ جوان بولا ”البتہ وہ مال اسی میدان میں ہے ، خوب ڈھونڈو ۔“ جب بہت جست و جو کی تو ایک چرسے کے تلے وہ همیانی نمود ہوئی ۔ تب انھوں نے اس جوان سے پوچھا ”تو نے کیوں کر جانا کہ اس اندھے زنگی نے یہ حرکت کی ؟“ کہا ”اس لیے کہ نقش اس کے پاؤں برابر بیٹھا تھا ' کیونکہ زنگی کا پاؤں زمین پر جم کر پٹ بیٹھتا ہے ، اور اندھا اس سبب سے معلوم ہوا کہ وہ راہ ہموار نہ چلا تھا ۔

حکایت ٨

ایک شخص کی بائیں آنکھ پھڑکتی تھی۔ وہ کسی طبیب کی دکان پر آیا۔ اتفاقاً وہ طبیب اس وقت دکان پر نہ تھا۔ ایک مسخرہ وہاں بیٹھا تھا۔ اس نے اُسے طبیب سمجھ کر کہا "میری بائیں آنکھ پھڑکتی ہے۔" مسخرے نے کہا "یہ تو بہت اچھا ہے، تجھے وزیر سے کچھ حاصل ہوگا۔" یہ اس بات سے خوش ہو کر چلا گیا۔ دوسرے دن وزیر مستی کی حالت میں اس کے گھر پر سے ہو نکلا۔ اُس نے اُس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ وزیر وہیں اُتر پڑا اور اُس کے گھر مہمانی کھائی اور بڑا انعام بخشا۔ تب یہ شخص دو دینار طبیب کی دکان پر لے آیا اور کہا "یہ دو دینار تیری نذر ہیں کیونکہ تیری مبارک فال سے مجھے روزی ملی۔" طبیب نے کہا "مجھے اس بات کی خبر بھی نہیں" بولا "اُس وقت میری آنکھ پھڑکتی تھی، تو نے کیا نہیں کہا تھا کہ وزیر سے تجھے فایدہ ہوگا، سو مجھے ہوا۔" یہ سن کر طبیب نے کہا "خیر اُس وقت میں تو نہ تھا مگر جس نے تجھ سے یہ بات کہی، مطابق تقدیر کے بن پڑی۔"

اسی طرح ایک دوسرے شخص نے اُسی طبیب کی دکان پر آ کر کہا "میری سیدھی آنکھ پھڑکتی ہے" طبیب نے غور کی: جو چشم چپ وزیر ہوئی تو چشم راست بادشاہ ہونی چاہیے۔ بولا "بادشاہ سے تجھے کچھ یافت ہوگی۔" دوسرے دن ویسا ہی ہوا کہ بادشاہ نے اُسے بلوا کر بھاری خلعت بخشی۔ غرض یہ نادر ہے، کبھی یوں بھی اتفاق ہو جاتا ہے۔

حکایت ۹

کسی بادشاہ نے ایک دانا سے پوچھا کہ راے قوی تر ھے یا شجاعت ؟ جواب دیا " شجاعت تیغ بران ھے اور راے سیدھا ھاتھ" جب تلوار اور ھاتھ دونوں ھی ھوویں تو معرکے میں سب کچھ کام کرسکیں - جو کوئی فقط تلوار[1] ھی سے دلیری کیا چاھے تو نہ ھوسکے ، اور ایسا ھی بدون تلوار کے ھاتھ ھلایا چاھے تو عبث ھے : پس راے بادشاھوں کو سب چیز پر مقدم ھے -

حکایت ۱۰

جب عبد الملک نے لڑائی کے واسطے معصب کی طرف قصد کیا اور ملک شام خالی چھوڑا ، تب روم کے ارکان دولت قیصر سے بولے " پھر ایسا قابو نہ ملے گا ، کیونکہ وہ تو اُدھر جنگ میں اٹکا ھوا ھے ، پس تو ادھر بے کھٹکے اُس کا ملک دبا لیجیے -" قیصر نے کہا " تمھاری راے سربسر خلاف اور مصلحت سے خطا - اب میں اُس طرف سہم کروں تو وہ نقل در پیش آوے : جو دو کتے آپس میں لڑتے ھوویں ، اُس حالت میں سامھنے (سامنے) سے لومڑی ھو نکلے تو اپنی لڑائی چھوڑ اُس کے پیچھے لڑیں اور دونوں مل کر اُسے چیر ڈالیں -

---

(۱) اصل متن میں "تلوا" ھے -

حکایت ۱۱

جب امیر نصر تخت پر بیٹھا اور سب ولایت اپنے قبضے میں لایا ، اپنے چھوٹے بھائی میر اسماعیل کو بخارے کی حکومت دی ۔ اس نے وہ ملک حس و خاشاک سرکس سے پاک کیا اور سنگ راہ مفسد کوئی باقی نہ چھوڑا ۔ شجاعت اور سخاوت سے بڑا نام نکڑا ۔ تب نصر کے دل میں اس کی طرف سے دغدغہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو سرخود ہو بیٹھے ۔ اپنی حضور میں طلب کا خط لکھا ۔ یہ خط پڑھ کر اسماعیل نے ایک مصاحب منصور نام سے صلاح پوچھی کہ کیا کیا چاہیے ؟ جانا مناسب ہے کہ نہیں ؟ اس نے کہا ” بھائی کے پاس آپ کو جانا خوب نہیں ، کیونکہ بادشاہ بھائی چارے کا کچھ پاس نہیں رکھیے ۔ اب تو کچھ عذر لکھ بھیجیے ۔“ کہا ” وہ کون سا عذر ہے جو میں درمیان لاؤں ؟“ بولا ” ایسا لکھیے کہ ولایت خالی چھوڑنی سراسر قباحت ہے ، کیونکہ رافع نام دشمن زبر دست ملک کی سرحد پر آ پڑا ہے ۔ لشکر کشی کرکے ملک دبا لے تو پھر اس کے پنجے سے چھڑانا دشوار ہوگا ۔“ یہ سن کر امیر نے کہا ” تو تو ھی یہ خط لے کر بطریق ایلچی یہاں سے جا اور اس کو سب طرح نشیب و فراز سمجھا بجھا کر پھر آ ۔“ آخر منصور دستوری پا کر امیر نصر کے شہر میں پہنچا اور تیں دن کے بعد دربار میں آسے بار ملا ۔ تحفہ و سوغات جو ساتھ لے کر آیا تھا ، سب نظر گزرانی لیکن قبول نہ ہوئی ، بلکہ نہایت اعتراض سے فرمایا ” میں اس قدر بتا نہیں کھاتا اور لالچ میں نہیں آتا ، خیر اسی میں ہے کہ جن پاؤں تو آیا ہے ، انھیں پاؤں پلٹ کر اسماعیل کو حضور میں لے آ ۔ منصور نے دست بستہ ہو کر عرض کی کہ خداوند ! ملک خراسان

میں رافع نام نے بڑی جمعیت پکڑی ہے ۔ مکان خالی دیکھے گا تو اپنے تصرف میں کر لے گا ۔" یہ سن کر کہا " تجھے اس بات سے کیا ، میں جانوں اور میرا کام جانے ؟" منصور نے کہا " امیر اسماعیل کے پاس لشکر بے شمار ہے ۔ خصوصاً بیس ہزار سوار تو خاص نائے گاہ کے ہیں ۔ اتنا کچھ ٹیڈی دل اس سرزمین میں آیا تو ملک پامال ہوگا ۔" تب تو امیر نصر نے گردن ہلا کر کہا " خوب معلوم ہوا کہ اس کے لشکر سے مجھے ڈراتا ہے ۔ بھلا اسے پکڑوا کر سزا دوں تو سہی ۔" تب منصور نے کہا " حضور کی اسی میں خوشی ہے تو سب چھوڑ چھاڑ کر میر اسماعیل اپنی سعادت دارین سمجھ کر قلم کے مانند سر کے بل چل کر خدمت میں آ حاضر ہوتا ہے ۔" امیر نصر اس بات سے نہایت خوش ہو کر بولا " مجھے بھائی سے اور کون عزیز ہے ، پر لوگ جو اس پر گمان رکھتے ہیں ، جو وہ یہاں آیا ، تو سب ظن رفع ہو جاوے اور میری بھی خاطر جمع ہو ۔" آخر منصور وہاں سے پھر کر بخارے میں آیا اور سب ماجرا میر اسماعیل سے کہہ سنایا ۔ تب امیر نے کہا " اب کیا صلاح ہے ؟" کہا " بہتر یوں ہے کہ آپ رافع سے سازش کیجیے اور امیر نصر کو چار طرف سے تنگ لائیے ۔" یہ بات امیر نے پسند کر کے کہا " یہ کام بھی تجھ سے ہی ہو سکے گا ، جو مناسب جانے سو کر ۔" تب منصور کچھ تحایف لے کر رافع کے یہاں گیا اور کمک کی درخواست کی ۔ رافع نے لشکر آراستہ کر کے بخارے کی سمت کوچ کیا ۔ کئی منزل بڑھ کر ندی کے کنارے آ پڑا ۔ تب منصور نے اپنے دل میں بچار کیا ، یہ تو اچھا نہ ہوا ۔ وہ نقل ہوگی " دو جھگڑیں تیسرے کو لابھ ۔" جب یہ ایک کو گرا چکا تو دوسرے کا گرانا اسے کیا مشکل ہے ۔ امیر نصر کو

اس نے توڑ ڈالا تو ہمارے آقا کو کب چھوڑے گا - یہ سمجھ کر رافع سے بولا '' ایک بات خیال میں گزرتی ہے - آپ سے استماع فرما کر نیک و بد پر نگاہ کیجیے - یہ ظاہر ہے اگرچہ ان دونوں بھائیوں میں خصومت واقع ہوئی ہے ، تاہم ایک لہو اور ایک جگر ہیں - اُن کی دشمنی تو کیا ، بھائی کتنے بھی ترس ہوویں ذرہ میں سیر و شکر سے زیادہ پھر ایک کے ایک ہو جاتے ہیں - مگر تم ایک لگانے اُن میں جاتے ہو ، کہیں وے متفق ہو گئے تو آپ کو صدمہ نہ پہنچے - بہتر ہے کہ امیر نصر کو ایک نامہ لکھیے ، کچھ نصیحت اور کچھ دبدبہ بتائیے ، تو اُن دونوں میں صلح ہو جاوے اور تمہیں دردسری نہ لگے ، دونوں ممنون رہیں - یہ رائے رافع نے پسند کی اور امیر نصر کو نامہ اس مضمون کا لکھا: '' تمہارے برادر سے جو اپنے تئیں لگا لگ ہے ، مدد اور یاوری اُس کی اپنے پر لازم ہوئی ، اس لیے تمہاری منازعت کے سبب پچاس ہزار سوار جنگی و خونخوار لوہے کے چبانے والے میں اپنے ساتھ لے کر فلانے پھل پر آ پڑا ہوں ، لیکن اب تک بھی کچھ بگڑا نہیں - بھائی سے بطور صفائی در پیش آئیے ، نہیں تو لڑائی کا ارمان ہو تو گیند اور میدان موجود ہے -'' جب امیر نصر نے یہ نامہ پڑھا ترنت بھائی سے صلح کی :

غرض اک رائے تینوں دل سنبھالے
بنا شمشیر دشمن مار ٹالے
کرے تدبیر جو کچھ کب کرے زور
بہ دانش پشہ ہاتھی مار ڈالے

حکایت ۱۲

تواریخ سے ثابت ہے کہ ایک دن جبرئیل ایک پیالہ آب حیات کا حضرت سلیمان کے نزدیک لایا اور کہا " حق سبحانہ و تعالیٰ نے تجھے مختار کیا ہے۔ تو یہ جام نوش کرے تو قیامت تک نہ مرے۔" سلیمان نے جن و انس و حیوانات سے اس بات کی مشورت کی۔ سبھوں نے ایک منہ ہو کر کہا " مبارک ہے، پیجیے اور حیات ابدی حاصل کیجیے۔ تب سلیمان نے اندیشہ کیا کوئی مشورت سے خالی تو نہ رہا۔ ایک خار پشت باقی رہ گیا تھا۔ سو خیال میں گزرا۔ اسے بھی بلانے کو گھوڑا بھیجا۔ وہ اس کے ساتھ نہ آیا۔ تب حضرت نے کتا بھیجا۔ خارپشت اس کے ساتھ چلا آیا۔ سلیمان نے کہا " مجھے تجھ سے کچھ مشورت منظور ہے؛ بھلا کہہ تو گھوڑے سے کون سا جانور اشراف ہے اور تو اس کے بلانے سے نہ آیا۔ کتا کہ سب جانوروں سے خسیس و نجس ہے، اس کے ساتھ چلا آنا کیا سبب؟" بولا "گھوڑا اگرچہ شریف ہے پر بے وفا ہے۔ یہی چاہتا ہے کہ کسی طرح سوار کو گرا دے اور کتا ہر چند کہ خسیس ہے پر وفا دار ہے۔ ایک لقمہ کسی کا کھاوے تو ساری عمر اس کا احسان نہ بھولے۔" تب سلیمان نے کہا کہ ایک جام آب حیات کا میرے پاس بھیجا ہے، اس کے پینے نہ پینے کا میرا اختیار رکھا ہے۔ سبھوں نے اس کے پینے کی مجھے تجویز دی ہے، بھلا تیری اس میں کیا صلاح ہے، پیوں یا رد کروں؟ " پوچھا " یہ امرت فقط آپ ہی کے لیے آیا ہے یا سب عیال و اطفال و عزیز بھی اسے پیویں گے؟" فرمایا " فقط مجھ اکیلے کو اس کے پینے کا حکم ہے۔" بولا " تو اس کا پینا مناسب نہیں کیونکہ ہر ایک دوست تمھارے

روبرو حب موا تو اُن کے غم و ماتم سے یہ جان شیریں تمھیں بھی تلخ ہو گی ۔ قدیم دوست کوئی نہ رہا تو زندگانی حیف ہے ۔ یہ بات سلطان کو پسند آئی ۔ وہ سراب بھرا دیا :

خضر سے زیست اکیلے ہوئے پائے تو کیا
جو رنگیلا نہ ہو رنگ رلیاں منائے تو کیا
باغ دنیا میں ملاقات عزیزاں ہے بہار
بے گل اندام کے گل چھرے اُڑائے تو کیا

حکایت ۱۳

کہتے ہیں سکندر کے پاس دو غلام تھے ۔ ایک کا نام بشیر اور دوسرے کا اسم نذیر ۔ جب کسی پر مہربان ہو کر چاہتا کہ اُسے سرفرازی بخشے ، بشیر کے حوالے کرتا اور جو کسی پر نا خوش ہو کر اُس کے مار ڈالنے کا قصد رکھتا تو نذیر کو سپرد کر دیتا ۔ ایک روز ایک جوان با کمال ، کیاست و جمال فراست اُس کے منظور نظر ہوا ۔ چاہا کہ اُسے بشیر کو سونپے اور اپنا مقرب بناوے ۔ غلطی سے نذیر کے حوالے کیا ۔ تھوڑے دنوں کے بعد بشیر سے کہا ”اُس جوان کو بہ خوبی رکھنا ، میں اُسے وزیر بناؤں گا ۔“ بشیر نے کہا ”بادشاہ جس جوان کا ذکر کرتا ہے بندے کو نہیں معلوم ، وہ مجھے کب سونپا ۔“ نذیر اُس وقت موجود تھا ، بولا ”وہ میرے پاس ہے ۔“ سکندر نے کہا ”سہو سے اُسے میں نے تیرے حوالے کیا ۔ خیر جو ہوا سو ہوا ، اب اُس کا دل میری طرف سے سکستہ ہو گیا ۔ ناچار ساست اُسے دینی پڑی تو

بے وقوفی میری طرف نہ عاید ہو اور اُس کے شر سے ایمن رہوں ۔''

جو نا خوش ہو مقرر فیل لاوے
کٹا سر سانپ آخر لہر کھاوے

حکایت ۱۴

جب سکندر ہفت اقلیم پر غالب آیا ، سب شاہ تخت نشین و سرکش روے زمین حلقہ بہ گوش و مطیع اُس کے تاج ونگیں کے ہوئے ، لیکن اُسے سب و روز یہی تشویش تھی کہ سلاطین قدیم سے کس طور در پیش آیا چاہیے ۔ جو ملک بدستور اُنھیں پر برقرار رکھیے تو باغی ہو کر کہیں سانگ نہ لاویں ، فتنہ و فساد برپا کر کے سر نہ اُٹھاویں ۔ آخر ایک روز ارسطو وزیر سے مشورت کی کہ ان سب بادشاہوں کو کیا مار ڈالوں اور اُن کے عوض جا بجا اپنے نوکر مقرر کروں ، تو میری اطاعت کما ینبغی بجا لاتے رہیں ۔ وزیر نے کہا '' بادشاہوں کا خون کرنا آپ کی شان کے شایاں نہیں ، بلکہ لائق یوں ہے کہ ولایت ہر ایک کو موافق اُس کے حوصلے کے تقسیم کر دیجیے اور اُن میں ایک سرحد ٹھہرائیے تو آپس میں ایک سے ایک اپنے ڈانڈے مینڈے پر جھگڑتا اور سر پھوڑتا رہے گا اور سودا بغاوت کا اُن کے دماغ میں نہ بھرے گا ۔ سکندر نے یہ رائے پسند کی اور ملک قسمت کر دیا ۔ چنانچہ یہ بادشاہ طائف الملوک سکندر کے بعد ہزار سال اُسی قاعدے کے بہ موجب چلے گئے ۔

حکایت ۱۵

کہتے ھیں کہ اوایل دنیا میں دیو ظاھر ھوکے خلقت کو حق پرستی سے گمراہ کرتے اور عبادت و ریاضت کرنے نہ دیتے ۔ انھیں دنوں میں ایک شخص دین دار بابل کی نواحی میں نمود ھو کر زھد و تقوے کے زور سے دیووں پر مسلط ھوا ۔ قوت روحانی کے جہاد سے اُن کا میدان صاف کر ڈالا ، دین داری کا جھنڈا بلند کیا ، ساری خلق اللہ نے اسی کی طرف رجوعات کھائی ۔ تب یہ سب دیو بھاگ کر اپنے سردار ، جس کا نام گاؤ پائے کہتے تھے ، اُس کے پاس آئے اور غلبہ اس مرد دین دار کا اُس کے رو بہ رو کہہ سنایا ۔ تب اُسے اندیشہ پیدا ھوا کہ اس دشمن قوی کو کسی فریب سے پٹکی دیجیے ۔ آخر اپنے تینوں وزیر جمع کرکے کہا ”کوئی ایسی مشورت تجویز کرو کہ یہ غنیم دفع ھو“۔ پہلا وزیر بولا ” بزرگوں کا قول ھے ، یہ دولت ایک حال پر اور جان ایک قالب میں ایکساں (یکساں) نہیں رھتی ۔ جب صاحب دولت کا اقبال ترقی پر آوے تو گھاس کی مانند پانی کے صدمے اور دھوپ کی شدت سے دن بدن زیادہ ھرا ھوکر طراوت پکڑے ۔ اور ایسا ھی آدمی آفت زدہ کو کوئی پاری دے تو گویا درخت بے بنیاد خشک جڑ کو زمین میں تھہلایا ، سجا ، پر اُس کا پھل سوائے پاس کے کچھ نہ ملا ھوگا ۔ چونکہ خورشید اقبال اس مرد کا اب اوج سعادت پر جلوہ گر ھے ، اس کی ڈوری ڈھیلی چھوڑ دو ۔ جب اس کے طالع کا پھیرا اور وقت زوال کا قریب پہنچے تو اسے پلٹ کرڈالنا بڑا ھی آسان ھوگا ۔ ابھی صبر کرنا اور منتظر وقت کے رھنا مناسب ھے ۔ جو چڑھا سو پڑے گا “۔ دوسرے وزیر نے کہا ” رائے وزیر اول کی اگرچہ صلاحیت پر ھے ، لیکن اس میں سر بہ سر کمزوری و ضعف و

بے ہمتی نکلتی ہے ، کیونکہ یہ دولت ہر چند خدا داد ہے پر بدون جاں بازی ہاتھ نہیں لگتی ، جراح کامل اسے کہتے ہیں کہ موت علیل کی رکھ کر علت کے کھونے کی فکر کرے ، اس لیے کہ علت زائل ہو تو یہ بھلا چنگا بن جاوے ۔ پس جب ہم بھی آپ سے آپ اسی عارضے سے گھل گئے تو پھر ہم سے کیا ہوسکے گا ۔ اب صلاح یہ ہے کہ اس مخالف سے میدان میں ہم دو دو ہاتھ لڑیں اور تلوار کے منہ پر سب حجت ختم کریں ، تو جی میں کچھ ارمان نہ رہے "۔ تیسرے وزیر نے کہا " میرے نزدیک تو یوں ہے جب تک ہوسکے تلوار درمیان لانا اور لڑ بیٹھنا اچھا نہیں ، کیونکہ شمشیر دو رویہ ہے اور ایک دہشت دونوں طرف ، نہ جانے کس کروٹ اونٹ بیٹھے ۔ بر تقدیر اسے مار بھی لیا تو اس کا بھائی اور کوئی دوسرا موجود ہوگا اور سب خلقت اس کی طرف گرویدہ ہو جاوے گی اور دین کی خاطر جان فشانی بجا لاوے گی ۔ اس سبب بادشاہ کو اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچے گا ۔ پھر اس کا تدارک بلوۂ عام کو دیتا امر محال ہے ۔ بہتر یہی ہے کہ اس دنیا دار کی ضیافت کیجیے اور کچھ معاملہ اسے سونپیے ۔ وہ کہاوت ہے انسان کے سونے کسنے کو معاملہ کسوٹی ہے ۔ اسی میں وہ کھوٹا کھرا معلوم ہو جاوے گا اور اس کا حسن و قبح نکل آوے گا ۔ اغلب یہ ہے کہ وہ معاملے میں بے دیانتی کرے اور سب اس کے مرید اس سے بے اعتقاد ہوکر پھر جاویں ، تو یہ شر بے رنج و محنت مٹ جاوے "۔ دبو گاؤ پائے نے یہ تجویز پسند کی ، اس دین دار کو اپنے مکان پر مہمان کیا اور رفق و مدارات سے درپیش آیا اور کچھ معاملہ اس کی طرف کر دیا ۔ آخر اس شخص سے کچھ خیانت واقع ہوئی ۔ سب آدمی اس الزام کے باعث بے عقیدہ ہوکر پھر گئے اور یہ ان دیووں کے دام میں گرفتار ہوا ۔ فایدہ اس حکایت سے یہ

ہے۔ عبادت و ریاضت کا دشمن سوائے جاہ و مال کے دوسرا کوئی نہیں اور اکثر اس زمانے کے زاہد طالب مال و اسیر جاہ ہیں۔

غزل

اس طرح مصطفیٰ سے حدیث آسکار ہے
یہ جاہ و مال گرگ ہیں تقویٰ سکار ہے
کہنے کو سب کوئی ہے بصورت خدا پرست
جو راست معاملہ ہووے وہ دین دار ہے
ننانوے کے پھیر میں آیا سو رہ گیا
جب تک کہ ہاتھ تنگ ہے پرہیز گار ہے
ہر تن پہ یہ لباس قناعت[1] نت ضرور
درویش یا شہنشہ عالی وقار ہے
فی الواقع یہ ہے باعث اقبال بادساہ
تدبیر مستقل ہے سہ استوار ہے

---

(۱) متن میں "قناعت" کا "عت" چھوٹ گیا ہے۔

چھٹا باب وحدانیت کا

حکایت ۱

کہتے ہیں کہ یونان زمین میں ایک حکیم اسقش نام پیدا ہوا ۔ اُس عہد کے بادشاہ فردوس نام نے اُس کی شہرت سن کر بلا بھیجا ۔ حکیم سب کتابیں بار کروا کر چل دیا ۔ راہ میں چور ملے، مال سمجھ کر انھوں نے قصد کیا کہ اسے مار ڈالیں ۔ اُس نے کہا " مال کی خاطر مارنے ہو تو جو کچھ میرے پاس ہے لے لو اور مجھے ننگا منگا جیتا چھوڑ دو "۔ انھوں نے یہ بات نہ مانی، خواہ مخواہ چاہا کہ اس کا کام تمام کر ڈالیں ۔ بیچارہ حیران رہ گیا ۔ ہر طرف دیکھتا تھا کوئی یار و مددگار نظر نہ آیا ' مگر ایک جوق کلنگوں کا اُڑتا ہوا دیکھا ۔ پکارا کہ اے کلنگو! میں اس بیابان میں بےکس و بے بس ان ظالموں کے پنجے میں گرفتار ہوکر ناحق مارا جاتا ہوں ۔ تم مدد کرکے میرے خون کا بدلا ان سے لیجیو ۔ یہ سن کر چور ہنسے اور اُسے مار ڈالا، مال آپس میں بانٹ لیا ۔ خبر اس واقعے کی جب شہر میں پہنچی، بادشاہ اور سب رعیت و سپاہ نے بڑا افسوس کھایا اور اس کے کشندوں کی تلاش میں لگے رہے ۔ بعد مدت کے ایک عید کا دن آیا اور اہالی موالی اُس خطے کے عبادت خانے میں اکٹھے ہوئے ۔ خلایق اطراف کی اُس مجمع میں حاضر تھی ۔ وے چور بھی، جنھوں نے اس حکیم کو مارا تھا، ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے ۔ اتنے میں ایک فوج کلنگوں کی ہوا پر نمودار ہوئی ۔ اُس انبوہ کے سر پر آواز کرتی ہوئی منڈلانے

لگی - چنانچہ آواز کسی باجے گاجے ، سرنا و نفیری کی کسی کے کان پڑنے نہ پاتی - تب ایک نے اُن چوروں میں سے دوسرے کی طرف دیکھ کر بہ طریق طنز کے کہا " یہ آواز کلنگوں کی خون اسکا چاہتی ہے -" ایک سخص شہریوں میں سے جو اُن کے نزدیک بیٹھا تھا ، اُس نے بھی یہ بات سنی - انیے اور دوستوں کو اطلاع دے ، انھیں گرفتار کر لیا اور بادشاہ کے حضور لایا - وہ خون اُن چوروں پر ثابت ہوا اور اُنھوں نے بھی زبان سے اقرار کیا - اُس کے قصاص میں سب کو قتل کر ڈالا - پس وے کلنگ سبب انتقام خون ناحق کا ہوئے کیونکہ یہ دیر مکافات ہے - مثل مشہور ہے پاپ اور خون سات کوٹھڑی کے بھیتر کرو تو بھی کوٹھے پر چڑھ پکارتا ہے -

حکایت ۲

ایک روز ایک مغ اور ایک جہودی کسی بیابان میں ہمراہ ہوئے - مغ مرفہ حال ، لباس معقول پہنے ہوئے ، توسہ وغیرہ اسباب سفر سمیت ایک شتر پر سوار تھا ، اور جہودی کنگال وضع بے خرچ مفلس پاپیادہ پاؤں کو چیدیاں باندھے راہ کاٹتا - مغ نے اُسے پوچھا "تیرا مذھب و اعتقاد کیا ہے ؟" بولا " میرا دین و ملت یہی ہے کہ جو خالق مجھے پیدا کرکے روزی پہنچاتا ہے اُسی کے فضل پر میری نگاہ ہے ؛ سوائے اُس کے کوئی معبود و مقصود لائق پرستش کے نہیں - وہ نصرت کرے تو سب کچھ ہوسکے - اسی کی درگاہ سے رات دن پناہ چاہتا ہوں - اور جو لوگ کہ اپنے مذھب و

هم ملت هیں اُن کی مدد و معاونت تابہ مقدور اپنے پر لازم و واجب سمجھتا ہوں ۔ اور اپنے خلاف دین کا خون و مال میرے نزدیک حلال ہے اور کمک و یاوری اُن کی مجھ پر حرام ۔ بس اپنا عقیدہ تو یہی ہے جو کچھ سنایا ۔ بھلا مہربان تم بھی اپنا اعتقاد بیان کرو تو ہمیں بھی معلوم ہو ۔'' مغ بولا '' میرا اعتقاد تو یہی ہے کہ سب خلقت کے ساتھ بھلائی کرنا ، کسی کا برا نہ چیتنا ، دوست تو درکنار ، ہوسکے تو دشمن پر بھی احسان کر گزرنا ، اپنے سے کوئی بدی کرے تو اُس کی مکافات سے درگزر کر اُس کے عوض نیکی سے در پیش آنا ۔ کیونکہ ہر ایک نیک و بد کی جزا خدا دے رہتا ہے ، جیسا کوئی کرے گا ویسا پاوے گا ۔'' پھر جہودی نے کہا ''تیرا عقیدہ خوب ہے پر اُس پر تو چلتا نہیں ۔'' مغ بولا '' تو نے کیونکر جانا کہ میں اُس روبے پر عمل نہیں کرتا ؟'' کہا ''اس لیے کہ میں تیرا ایک ابنائے جنس ہوں ۔ بھلا دیکھ تو کس حالت سے بھوکھا پیاسا ، گرتا پڑتا ، پاؤں ننگے ، پھپھولے پڑے ، اٹھتا بیٹھتا ، ہزار محنت سے تیرے ساتھ چلا آتا ہوں اور تو مزے سے کھانے پینے کا اسباب ساتھ لیے اونٹ ڈٹائے چلا چلتا ہے ۔ مجھ سے کچھ نہیں بانٹ کھاتا اور گھڑی بھر مرکب پر بھی نہیں چڑھاتا ۔ اس سے صاف نکلتا ہے کہ تو اپنے کہنے پر ثابت نہیں ۔ مرد کو چاہیے کہ جو کہے سو کرے ۔'' مغ یہ سنتے ہی اونٹ پر سے اتر پڑا اور سفرہ بچھا کر اس جہودی کو پیٹ بھر کے کھانا کھلایا اور کہا ''اب اونٹ پر چڑھ لے جو تیری ماندگی رفع ہو ۔'' بارے جہودی شتر پر سوار ہوا اور یہ اُس کے برابر باسادہ باتیں کرتا ہوا ہولیا ۔ جب جہودی نے دیکھا کہ اب تو یہ تھک چلا ، اونٹ ہانک کر اُسے پیچھے چھوڑ کہیں کا کہیں بڑھ گیا ۔ اُس نے ہر چند منت و زاری کی کہ خدا کے لیے مجھ سے منہ مت موڑ ۔ اس بیابان

ریگستان میں مجھے اکیلا نہ چھوڑ کہ کوئی درند میرے لہو کا پیاسا مجھے اپنا لقمہ نہ کرے یا اس ریتی میں جوں ماھی بے آب تڑپھ (تڑپ) کر پیاس سے میری جان نہ جاوے۔ میں نے تیرے ساتھ نیکی کی ہے اس کے بدلے بدی کرنا تجھے لائق نہیں۔ جہودی نے کہا "کیا میں تجھے پہلے ہی نہ کہہ چکا ہوں کہ اپنے مخالف دین کا خون و مال میرے نزدیک شیر مادر سے بھی زیادہ حلال ہے۔ یہ کہہ کر اونٹ رگید وہاں سے چلتا پھرتا نظر آیا۔ یہاں تک چمپت بنا کہ اس کی نظروں سے غائب ہوگیا۔ یہ بے چارہ ہر چند دوڑ دھوپ کر رہا پر اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکا۔ آخر تھک کر رہ گیا اور منہ آسمان کی طرف کرکر کہنے لگا کہ یا الٰہی ! جو تجھ میں نے کیا اس بھروسے سے کیا کہ تو ہی نیکوں کو ثواب اور بدوں کو عذاب دینے والا موجود ہے۔ اس میرے حسن ظن کو باطل مت کر۔ اس دغا باز سے میری داد دے۔ یہ مناجات کرکے جوں توں آستے آستے (آہستہ آہستہ) راھی ہوا۔ جب دو ایک کوس گیا تو دیکھا اس یہودی کو پیٹھ سے پٹک اونٹ گویا اس کا منتظر ایک طرف کھڑا ہے اور یہ اس چوٹ سے دونوں ہاتھ چت زمیں پر پڑا ہے کہ اٹھ نہیں سکتا۔ مغ نے یہ حالت دیکھ تا ب کھینچی کر مہار اس شتر کی پکڑی اور چڑھ بیٹھا اور یہ قطعہ پڑھتا ہوا وہاں سے روانہ ہوا :

کام جو حق کے حوالے ہو نہ دھوکا پاوے
ابر رحمت سے کہیں باغ بھی سوکھا پاوے
ناخدا کشتی امید کا جو ہووے خدا
کس طرح باد مخالف سے وہ جھوکا کھاوے

تب جہودی نے کہا " برادر ! جو میں نے برا کیا تو اپنے واسطے اس کی جزا مجھے مل رہی ہے کہ بند بند ٹوٹ گئے اور

کچھ حاصل نہ ہوا ۔ اور تو بھی اپنی نیکی کا ثمرہ پا رہا کہ تیرا کچھ نقصان نہ ہوا ۔ اب مجھے اس جنگل میں چھوڑنا تیری مروت و دین داری سے دور ہے ۔ اور یہاں تک نالہ و زاری کی کہ مغ کو ترس آیا ۔ پھر اونٹ پر بٹھلا کر اُس کے مکان تک پہنچا دیا ۔ مثل ہے ، انت بھلے کا بھلا ۔

حکایت ۳

غنیسہ نام ایک سخص سے روایت ہے کہ ایک دن حجاج ایک گروہ باغی کو سیاست کر رہا تھا ۔ چنانچہ ایک مرد باقی تھا جو مؤذن نے اذان دی ۔ تب حجاج نے مجھ سے کہا " اب وقت تنگ ہوگیا ہے ، اسے کل سیاست دی جائے گی ، تو اپنے پاس رکھ ۔" میں اُس شخص کو اپنے ساتھ لے کر چلا ۔ مجھے وہ راہ میں کہنے لگا " توقع نیکی کی میں تجھ سے رکھتا ہوں ۔" میں نے کہا " خدا توفیق دے تو دریغ نہ کروں گا ۔" بولا " میں بے گناہ ہوں ۔ اس گروہ کا شریک نہ تھا ۔ مجھے ناحق گرفتار کیا ، پر خدا سے اب بھی امید قوی ہے کہ مجھے اس عذاب سے بچالے ۔ اگر تو مجھ پر احسان کرے اور رات کی رات چھوڑ دے تو میں گھر جا کر اپنے زن و فرزند کو وصیت کروں اور اُن سے وداع ہو کر کل علی الصباح پھر آ حاضر ہوؤں ۔" میں یہ سن کر مسکرایا ، کچھ جواب نہ دیا ۔ تب اس نے پھر مکرر کہا ۔ میرے دل میں آیا کہ اسے چھوڑ دے ۔ خدا چاہے تو یہ کل آوے گا ۔ آخر اُس سے قول عہد لے کر خدا کو درمیان دے کر کل

سویرے ھی آنے کے اقرار پر میں نے اُسے چھوڑ دیا ۔ جب وہ چلا گیا ، میں سمجھا کہ ھے یہ کیا کیا ، وہ اپنی جان کے ڈر سے ادھر منہ نہ کرے گا ۔ اُس کے عوض حجاج مجھے مروا ڈالے گا ۔ اسی اندیشے میں دل تنگ میں گھر آیا اور یہ ماجرا قبیلے سے ظاہر کیا ۔ وہ بھی سن کر رونے دھونے لگی اور مجھے لعنت ملامت کرنے کہ کیا تیری عقل ماری گئی تھی جو دوسرے کی بلا اپنی جان پر لی ۔

وہ رات جیسے کوئی سانپ کاٹا لہراتا رہتا ھے ، مجھے افسوس و پچتاوے میں کٹی ۔ کہاں کی نیند اور کہاں کی بھوکھ ۔ کڑھتے اور ملولے کھاتے وہ سب تمام ہوئے آئی ۔ مجھ پر گویا قیامت ٹوٹی ۔ دیکھتا ہوں کہ وہ شخص روشن ضمیر نور کے تڑکے آ موجود ہوا ۔ میں نے متعجب ہو کر اُس کا ھاتھ پکڑا اور کہا "اے جوان مرد ! یہ کیا قوت ھے کہ تجھے اپنی جان کی پروا نہیں؟" کہا "جو خدا کو حاضر ناظر سمجھتا ، ہرگز وعدہ خلاف نہ کیا ہوگا ۔ اگرچہ سب جہان ڈگ جاوے وہ ثابت قدم رہا ہو گا ۔ خیر تیری جان میں جان آئی اور حجاج کے روبرو اُسے لے گیا اور جو کچھ احوال بیتا تھا ، سچ سچ بخوبی تقریر کیا ۔ حجاج بولا "یہ شخص میں نے تجھے بخشا ۔" اُس وقت میں نے اُسے آزاد کیا ۔ اُس نے کچھ شکر گزاری نہ کی ، اپنا رستہ پکڑا ۔ مجھے خیال گزرا کہ مگر یہ دیوانہ تو نہیں ۔ جب دوسرا دن ہوا ، آ کر نہایت عذر کیا اور کہا "کل اس لیے تیرا شکر میں نے ادا نہ کیا کہ شکر الٰہی کے شریک نہ ہو ۔ کل سارا دن فقط شکر الٰہی میں مشغول رہا کہ جو کچھ ہوا سو خدا کی مدد سے ہوا ۔ آج تیری خدمت میں آیا ہوں تا کہ حق شناسی بجا لاؤں ۔" میں نے کہا "سچ ھے خدا مہربان تو کل مہربان ۔"

القصہ بہت سا عجز و نیاز کر کر چلا گیا ۔

حکایت ۴

جب سکندر تمام ملک روے زمین سر کرتا ہوا پھرتا تھا ، ایک نواحی میں پہنچا کہ وہاں کی خلائق پاس متاع دنیوی سے کچھ نہ تھا ۔ گھروں کے آگے قبریں کھود رکھی تھیں ۔ وہاں عبادت کیا کرے ۔ گھاس کھا کر بیٹھ رہتے ۔ یہی اُن کی خوراک تھی ۔ سکندر نے وہاں کے بادشاہ پاس آدمی بلانے بھیجا ۔ وہ نہ آیا اور کہا '' سکندر سے مجھے کیا کام ؟'' تب سکندر آپ اُس کے نزدیک گیا ۔ اُسے دیکھ کر بولا '' تم کس واسطے اپنے پاس کچھ چیز نہیں رکھتے ؟ دنیا کی نعمت ذخیرہ کیوں نہیں کرتے ؟ '' کہا '' اس لیے کہ کسی کی نیت اس سے نہیں بھرتی ۔'' پھر پوچھا '' یہ قبریں کس لیے کھود رکھی ہیں ؟'' کہا '' ایک دن آخر ہماری یہی منزل ہو گی ۔'' پھر پوچھا '' گھاس کس واسطے کھاتے ہو ؟'' کہا '' مزے دار کھانے سے پیٹ بھرنا ہمیں نہیں بھاتا ، کیونکہ لذت حلق تک ہے ۔ وہ کہاوت ہے ، اُتری گھاٹی ہوئی ماٹی ۔'' یہ کہہ کر ایک کھوپری اُٹھا سکندر کے آگے رکھ دی کہ یہ کھوپری بادشاہ ستم گار کی ہے کہ خلق اللہ پر ظلم کرتا ۔ آخر خدا نے اُسے مار کر اُس سے دوزخ بھری ۔ پھر اور ایک دوسری کھوپری سامھنے (سامنے) رکھ دی کہ یہ بادشاہ عادل ، خدا ترس ، عابد تھا ۔ خلق خدا کو دامن دولت کے سائے میں عدل و انصاف ، داد و دھش سے پرورش کرتا ۔ آخر

اسے بھی موت نے نہ چھوڑا ، مار کر خاک میں ملا دیا ۔ اس کا تن گل کر مٹی میں مل گیا ۔ غرض اس گردش فلک آسیا رفتار کے نیچے آ کر کوئی سلامت نہ رہا ۔ ایک دن اسی طرح تیرا بھی حال ہو گا ۔ جب روح قالب سے نکلی کسے معلوم اس پر کیا بیتی ہے !" سکندر یہ سن کر بے اختیار رونے لگا اور بولا "جو مجھے رغبت ہو کہ میری مصاحبت میں رہے تو اپنی قلم رو سے نصفی ملک تیرے حوالے کروں ۔" اس نے کہا "یہ سب خلقت اسی مال و ملک کے باعث تیری دشمن ہو رہی ہے اور قناعت کے سبب سے رعیت میری دوست ہے ۔ مجھے منظور نہیں کہ میرے دوست اس مال کے باعث میرے دشمن ہو جاویں ۔" سکندر یہ سن کر ، یہ مضمون بولتا ہوا وہاں سے وداع ہوا :

کھوپری جو گور سے نکلے کسے پہچان ہے
یہ کوئی کنگال ہے یا شاہ عالی شان ہے
ذات جس کی ہے بقا اور ملک جس کا ہے قدیم
بادشاہت اس غنی کو سب طرح شایاں ہے

حکایت ۵

کہتے ہیں کہ امیر مہدی کے عہد میں بڑا کال پڑا ، کہ آدمی آدمی کو کھاتا ، غریبوں کا جی نکلا جاتا ۔ توکل کا (قدم) ڈگ چلا ۔ خوشی نے ایک طرف کنارہ پکڑا ۔ آفتاب کے گردے کے سوا گردا نان کا نظر نہ آتا ۔ لخت دل و خون جگر مفلسوں کی خوراک تھی ۔ امیر نے ہر چند کہ فی سبیل اللہ خزانے کا

منہ کھول دیا اور ڈھیر کے ڈھیر غلے کے خیر خیرات کی راہ پر انبار کروا دیے لیکن قحط کم نہ ہوا ۔ اسی سبب امیر کو خلقت کی یہ حالت دیکھ کر اپنی بھی جان شیریں تلخ معلوم ہوتی اور پیٹ بھر کر نہ کھاتا ، نہ چین سے بچھونے پر سوتا ۔ ایک روز بستر پر حیرت و حسرت زدہ سا لیٹا ہوا تھا ۔ خادم مٹھیاں بھر رہا تھا ۔ فرمایا کہ کوئی کہانی کہہ تا کہ دل بہلے ۔ خادم نے کہا '' غلام کی کہانی سہنشاہ کی سماعت کے کب لایق ہے ۔ چیونٹی (چیونٹی) سلیمان کی پیش کش کیا گزرانے ؟'' فرمایا '' مضائقہ نہیں ، جیسی تجھے یاد ہو بیان کر ۔'' خادم کہنے لگا کہ ہندوستان کی سر زمین کے کسی بیابان میں ایک شیر زندگانی رہا کرتا اور سب درندے اس جنگل کے اس کی خدمت میں بخوبی حاضر رہتے ۔ جو یہ شیر شکار کرتا تو اس کے بچے بچائے سے یہ بھی اپنا پیٹ بھر لیتے ۔ ایک دن ایک لومڑی نے اس شیر سے کہا ۔ '' تو ہمارا بادشاہ ہے اور ہم تیری رعیت ۔ بادشاہ پر رعیت کی رعایت سب صورت سے واجب و لازم ہے ۔ اب مجھے ایک سفر در پیش آیا ہے ، بغیر جانے کے بن نہیں پڑتی ۔ مشکل تو یہ کہ ایک بچہ جنی ہوں ، اس ننھے نھوا کو کسے سونپ جاؤں ؟ چاہتی ہوں کہ وہ بچہ تیرے سپرد کروں دو تو اس کو محافظت سے اپنی پناہ میں رکھے، کسی دشمن کا چنگل اس تک نہ پہنچنے پاوے ۔'' شیر نے یہ بات قبول کی ۔ روباہ اپنا بچہ اس کے حوالے کر کے کسی طرف چلی گئی ۔ شیر نے اس بچے کو پیٹھ پر بٹھلا لیا تا کہ کوئی درندہ اسے گزند نہ پہنچاوے ۔ نا گاہ ایک عقاب ہوا پر اپنا طعمہ تلاش کرتی ہوئی اُڑتی پھرتی تھی ۔ اس کی نگاہ اس لومڑی کے بچے پر پڑی ۔ شیر کی پیٹھ پر سے جھپٹا مار کر چنگل میں پکڑ اس بچے کو ہوا پر لے اڑی ۔

جب لومڑی سفر سے پھر آئی ، بچے کو نہ دیکھا - شیر سے بولی " یہ کیا تو نے اپنے ذمے کیا تھا کہ میں تیرے بچے کی حفاظت قرار واقعی کروں گا -" شیر نے کہا " البتہ میں نے ذمہ کیا تھا کہ کوئی جانور زمین کا اس کا قصد نہ کرنے پاوے گا ، جو بلائے ناگہانی آسمان کی طرف سے نازل ہو تو میرا ذمہ نہ تھا -" امیر نے جب یہ کہانی یہاں تک سنی اٹھ بیٹھا اور رو رو کر جناب کبریائی میں التجا کرنے لگا کہ الٰہی ! جو کچھ فتنہ و فساد زمین سے اٹھے تو اسے تدبیر سے رفع کروں ، مگر قضائے آسمانی و قدرت یزدانی میں بندے ناچیز سے کیا ہو سکتا ہے - آخر خدا کے فضل و کرم سے وہ قحط چند روز میں دفع ہوا :

فی الحقیقت میں خدا رکھتا ہے اپنا اختیار
وہ ہے ناداں جو کوئی کہتا ہے اپنا اختیار
کس سے ہو سکتا ہے جو ہونے نہ دے موئے سفید
جسم تک بھی چل نہیں سکتا ہے اپنا اختیار

حکایت ٦

کہتے ہیں کہ نظام الملک وزیر ملک شاہ کا پہلے نہایت مفلس تھا - باورچی خانے کے داروغے پاس آ کر نوکر ہوا تھا ، وہ اسے حساب کرنے کے واسطے دیوان کے یہاں بھیجا کرتا - دیوان نے جب اس کی چال ڈھال موقع پر دیکھی ، اپنے نزدیک پیش کاری پر رکھا - پھر چند روز میں اسے اپنا نائب بنایا - اتفاقاً دیوان سخت بیمار پڑا تھا کہ بادشاہ کو سفر در پیش ہوا -

فرمایا کہ اُس کا نائب اُس کے بدلے ہمارے سانھ چلے ۔ نظام الملک کے پاس کچھ لوازمہ سفر کا مہیا نہ تھا اور نہ دیوان سے اُس حالت میں کچھ کہہ سکتا ، نہایت متحیر ہوا ۔ اسی حیرت میں ایک مسجد میں جا کر نماز پڑھ کے ایک ستون سے لگ کر سر زانو پر دھرے سوچ میں بیٹھا تھا کہ ایک اندھا لاٹھی ٹیکتا ہوا مسجد میں آیا اور پکارا ۔ ''مسیت (مسجد) میں کون ہے ؟'' یہ چپ رہا ۔ اس طرح اُس نابینا نے کئی مرتبے آواز دی ، پر اُس نے زبان نہ ہلائی ۔ پھر اندھے نے عصا پھرا کر ساری مسجد ٹٹولی ، پر یہ ایسے نئیں بچائے ہوئے ادھر اُدھر کھسک جاتا ۔ جب وہ خوب احتیاط کر چکا اور سمجھا کہ اب تو یہاں کوئی نہیں ، مسجد کا دروازہ بھیڑ دیا ۔ محراب کے نزدیک سے فرش اُٹھا اینٹ سرکا کر ایک لٹیا زمین سے نکالی ۔ اُس میں ہزار اشرفی تھی ۔ انہیں الٹ (انڈیل) کر تھوڑی دیر اُن سے کھیلتا رہا ، پھر اُسی لٹیا میں وہ زر ڈال کر اُسی جگہ رکھ اُس پر اینٹ بٹھا بوریے سے بدستور چھپا کر آپ باہر چلا گیا ۔

نظام الملک وہ زر نکال کر اُس سے بار برداری اونٹ گھوڑے خیمہ و سامان وغیرہ تجمل درست کر کے سلطان کی رکاب سعادت میں روانہ ہوا ۔ ہر وقت کی حضور باشی سے روشناس ہو گیا ۔ جب سفر سے مراجعت کی ، دیوان کی رحلت ہو چکی تھی ۔ اسی کے نام دیوانی مقرر پائی ۔ اُس میں کچھ اور خیر خواہی بن پڑی تو درجۂ وزارت کو پہنچا ۔ ایک روز شہر کے بازار میں چلا جاتا تھا ، اسی اندھے کو رستے پر گدائی کرتے ہوئے شکستہ حال بیٹھے دیکھا ۔ اپنے ساتھ لوا کر خلوت میں اُسے پوچھا کہ تیرا مال جو جاتا رہا تھا تجھے پایا ؟ '' اندھے نے یہ سنتے ہی وزیر کا دامن پکڑ کر کہا ۔ '' ہاں ابھی ملا ۔'' پوچھا '' کیونکر ؟''

بولا ''اس لیے کہ میں نے یہ بھید کسو سے نہ کہا تھا ، تو نے جو مذکور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کام برا ہی ہے ۔'' تب وزیر نے وہ زر آپسے دلوایا اور اپنی طرف سے ایک گاؤں اُس کی ملک کر دیا ۔ بس اس حکایت سے یہی نکلتا ہے کہ جو خدا چاہے کہ کسی کو دولت بخشے ، اُس کا اسباب بے رنج و سعی میسر کر دیتا ہے ۔

غزل

حدیث نبی میں یہی ہے خبر
ہر اک کام موقوف ہے وقت پر
خدا تو اگر خیر منظور ہو
سبب اُس کا پیدا کرے بیشتر
توکل سے زانوے اشتر کو باندھ
تو فضل الٰہی پہ رکھیو نظر
قناعت بہ ثابت قدم ہو کے چل
نہیں اس طریقت میں خوف و خطر
حریصوں کو کاٹے سگ ناتواں
قدم مرد قانع کے لیے شیر نر

ساتواں باب مصاحبوں کا

حکایت ۱

کہتے ہیں عضد الدولہ وزیر کا عباد نام ایک ندیم تھا نیک خو ، رمزگو ، شیرین سخن ، پاکیزہ لباس ، لطف طبع ، نکتہ رس ، ہر ایک سر زمین کی زبان سے واقف ، سب ملکوں کے حقائق سے آگاہ ، قرآن و حدیث کے معنی و دقائق سے مطلع ، علم موسیقی میں کمال ساخت ، نظم و نثر میں قابل ، ہر ایک کسب و ہنر میں کامل ، گنجفہ و تختۂ نرد ، چوسر و شطرنج میں نامی شاطر ، مشورے و منصوبے میں نیک رائے و بلند خاطر ۔

ندیم اگلے زمانے کے تھے ہر ایک فن میں
ولیک رہ گئے اس دور مسخرہ پن میں

ایک روز وزیر نے خوب سی شراب پی اور سب ندیموں کو بھی بہت سی پلائی کہ ہر ایک کیفی بن کر بے ہوش ہوگیا ۔ تب وزیر نے عباد سے پوچھا "نشہ کس قدر پیا چاہیے؟" بولا " اتنا کہ جس میں طبیعت پر سرور رہے ۔ مستی و ہوشیاری کے درمیان ہو ۔

نہ اتنا بڑھ جو تو نادان ہو جائے
نہ اتنا گھٹ طرب نقصان ہو جائے

پھر وزیر نے پوچھا کہ ظہور شراب کا کس عہد میں ہوا ؟ بولا کہ حضرت آدم علیہ‌السلام سے ہزار سال کے بعد جمشید بادشاہ فلک اشتباہ با فر وجاہ نے تخت بادشاہت پر جلوس فرمایا ۔ روے زمین کو اپنے قبضے میں لایا ، جن و شیاطین کو مسخر کیا ۔ رومی

ریشم کے تار نکلوا کر کپڑا بنوایا ۔ خلائق جو برہنہ تھی ، اُن کی ستر پوشی کے واسطے سی سا کر سب کو پہنا ، ہر ایک پیشہ و صنف کی خلقت کو جدا جدا بسایا ۔ جابجا عمارات عالی بنوائی تو گھروں میں رہنے لگے ۔ پس جو زاہد عمارات دنیا سے کنارہ پکڑتے ، اُن کے لیے پہاڑوں میں عبادت خانے تعمیر کروائے تھے ۔ لشکر کو درماہہ مقرر ٹھہرایا ۔ الگ بازار سے آبارا تا کہ ہر وقت مستعد رہیں ، کچھ فتنہ و فساد نہ اٹھنے پاوے ۔ حکیموں و عالموں کا مراتب بلند کیا تا کہ سب کوئی علم سیکھیں ۔ رعیت کو زراعت کی طرف ترغیب دی کہ آبادانی اور خراج روز افزوں ہووے کیونکہ رعیت بادشاہوں کی پشت پناہ ہے ۔ وہ کہاوت ہے "باڑ رکھے کھیت کو اور کھیت رکھے باڑ کو"۔

رعیت ہے جڑ اور سلطان جھاڑ

رہے جھاڑ جڑ کے سبب برقرار

اور ہر ایک جواہر قیمتی کھان (کان) سے نکالا ۔ عطر ، عود ، عنبر ، مسک وغیرہ خوشبو ظاہر کی ، ہر ایک چیز کا تجربہ کیا ، ہر ایک جڑی بوٹی ، میوں (میووں) کی تاثیر و مزہ دریافت کرکے خواص مقرر کیے ۔ جابجا باغ لگائے اور شجر تاک بھی اُن میں بٹھائے ۔ جب انگور اس کو پھل لگا ، اس کی لذت سب میوؤں پر شرف لے گئی ۔ تب جمشید انگور سے نہایت رغبت رکھنے لگا ، لیکن جو باد صرصر موسم خزاں اُس کی تر و تازگی میں خلل لاتی ، ایام سرما میں اُس سے فائدہ میسر نہ ہوتا ، اس لیے کچھ ایک انگوروں کا شیرہ نکلوا کر ایک گھڑے میں بھر رکھا تا کہ یہ ہمیشہ کام آوے ۔ جمشید ہمیشہ آ کر وہ گھڑا دیکھا کرتا ۔ یہ شیرہ خود بخود جوش کھا کر پھیں کر لایا ۔ خوب سا اونٹ کر رہ گیا ۔ تب جمشید نے چکھنے کی خاطر اُسے جیبھ (زبان) پر رکھا تو

تلخ معلوم ہوا اور مزہ جو اُس میں بھلا تھا ، بالکل جاتا رہا ۔ اُس وقت اُس کے خیال میں گزرا کہ یہ مقرر زہر قاتل ہے ۔ پس اُس گھڑے کا سر باندھ کر رکھ چھوڑا ۔

جمشید کے محل میں ایک کنیزک صاحب جمال ، حسن و ملاحت میں بے مثال تھی ۔ قضا کار اُسے عارضہ درد سر کا پیدا ہوا ۔ یہاں تک کہ بے تاب ہوئی جاتی اور رات دن اُسی درد سے کڑھتی ۔ جہاں تک کہ حکیم تھے اُس کا علاج کر گزرے ، کسی کی دوائی کار گر نہ ہوئی ، جو اثر کرے ۔ آخر لاچار ہو کر یہ کنیزک اپنی جان دینے پر تیار ہوئی ۔ اپنے دل میں یہی ٹھانا کہ بہتر یوں ہے جو میں اُس زہر ہلاہل سے تھوڑا پی جاؤں تو اس جان کندنی کے عذاب سے چھٹکارا ہو :

تندرستی ہزار نعمت ہے

بارے اُس گھڑے کا منہ کھول ایک جام بھر کر چڑھا گئی ۔ کچھ خماری آئی اور درد سر بھی کم ہوتا چلا ۔ پھر ایک قدح اور بھی بھر کر کئی ایک گھونٹ لیے تو طبیعت کو فرحت ہوئی ۔ اسی طرح جب چار پانچ سالوں کی نوبت پہنچی ، غلبہ نیند اور نشے کا ہوا ۔ آٹھ پہر بے سدھ غفلت میں پڑی رہی ۔ جب ہوش آیا تو بھلی چنگی ہوگئی ۔ وہ عارضہ مطلق جاتا رہا ۔ تب اُس کنیز نے یہ واردات جمشید کے حضور میں گزارش کی ۔ پھر جمشید نے جشن کیا اور ارکان دولت و اعیان سلطنت ، اکابر و اہل فن ، امیر ، وزیر اُس محفل نشاط میں جمع ہوئے ۔ حکیم حاذق و طبیب کامل بھی اُس بزم طرب میں موجود تھے ۔ تب اول دور مے‌نوشی کا وہاں چلا اور جام صراحی گردش میں لائے اور گزک کئی قسم کی مہیا ہوئی ۔ اُس کی مذاق و قوت و حلاوت سے اس قدر حظ اٹھایا کہ جو واقف ہوئے تو اُس کا نام شاہ دارو رکھا ۔ اکثر ہر ایک

مرض و علت پر اسے عمل میں لاتے اور فائدہ اس سے اٹھاتے ، فی الواقع

ساہ دارو سراب ھے لکں
جب تلک اعتدال پر ہووے[1]
مے خوری کا بھی ایک موقع ھے
نہ کہ بھٹی کلال پر ہووے

اسی صورت سے ہر ایک بادساہ کے عہد میں ہر ایک شخص کو بادہ نوسی کا سودا تھا ۔ سب کوئی سراب میں سرسار رھتا ۔ مگر جب کیقباد کی بادساھت کی نوبت پہنچی ، نہ ایک دن سیر کرتا ہوا کسی صحرا میں پھرتا تھا ۔ وھاں کیا دیکھتا ھے کہ ایک آدمی مست بے ہوش ، سراب کے نسے میں غلطاں ھے اور ایک کوا اس کی آنکھیں اپنی چونچ سے نکالتا ھے ۔ یہ مارے بے حواسی کے اسے نہیں ھنکالتا ۔ یہ حالت دیکھ کر کیقباد نے ساری اقلیم میں منادی پھروا دی کہ آج سے کوئی سراب پیوے یا اس کا نام لیوے تو اس کا گھر بار سرکار میں ضبط ہو جاوے گا اور اس کو بڑی ساست ملے گی ۔ تب کوئی مارے ڈر کے نشے کی بات زبان پر نہ لاتا ، پینے پلانے کا تو کیا ذکر ھے ۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شیر قید خانے سے باھر نکل بھاگا ۔ آدمی اس کے روبرو سے ہرن ہو گئے ۔ کسو کی مجال نہ تھی جو اسے پکڑے یا اس کے نزدیک جاوے ۔ اتنے میں ایک جوان اٹھ دوڑا اور اس شیر کو ایسا گھیر کر پکڑا کہ ھلنے نہ دیا ۔ اس میں شیر بان آ پہنچے ۔ اسے پنجرے میں قید کر ڈالا ۔ یہ خبر سن کر کیقباد نے اس جوان کو بلا بھیجا اور سبب اس کی جرأت

(۱) اصل متن میں ''ہووے'' ھے جو غالباً کاتب کی تصحیف ھے ۔

کا پوچھا۔ وہ بولا ”میں ایک مدت سے اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق ہوں۔ اسی کی محبت میں مرتا ہوں۔ صبر و قرار کھو کر اسی تصور میں رہتا ہوں۔ لیکن مفلسی کے باعث چچا اپنی لڑکی مجھے نہیں دیتا۔“ وہ کہاوت ہے ”دنیا ہے اور زر ہے“:

زر سے ہے سب برائی، زر سے ہے آشنائی
زر سے ہے خویش بھائی، زر سے ہوئے سگائی
جو کچھ کہو سو زر ہے

آہ اس کی آتش اشتیاق ایسی بھڑکی کہ سب تن بدن میں شعلے بھبک اٹھے۔ تب میں نے تھوڑی سی شراب پی لی تاکہ اس کی خمار میں کچھ غم غلط ہو اور دل پیچھے پڑے۔ یہ سن کر کیقباد نے پھر منادی پھروائی کہ مُد اپنی پی چاہیے جو باگھ پکڑ سکیں نہ اپنی کہ زاغ دیدے نکال لیوے۔ پھر اس جوان کو سرکار سے مالا مال اور نہال کر دیا، جو اپنے محبوب سے کامیاب ہوا۔ سچ ہے:

شاہ جس کے تئیں بلاتے ہیں
اس کو محروم کب پھراتے ہیں
مقبلوں کی نگاہ ہے پارس
پل میں آہن کو زر بناتے ہیں

لیکن جب نوبت شرع اسلام کی پہنچی، شراب پینا مطلق ممنوع ہوا کیونکہ اہل عرب اکثر خشک دماغ و تند خو ہوتے ہیں اور نخوت و غرور کی بو ان کے مغز میں سمائی رہتی ہے۔ نشے کی حالت میں اپنے سے باہر ہو جاتے، آپس میں خانہ جنگی کرتے، فتنہ و فساد درمیان لاتے اور نماز پنج گانہ، جو فرض ہے، ان سے ادا نہ ہو سکتی اور ذکر الٰہی ہر وقت نہ کیا جاتا۔ اسی

سبب حق تعالیٰ نے اپنی کمال حکمت سے شراب دین محمدی پر حرام کی :

اهل اسلام کو نہیں شایاں
جو کہ هووے شراب میں غلطاں
هوش مند اُس کو کب قبول کرے
فائدہ جز هو اور کل نقصاں

غرض ندیم نے جب یہاں تک حکایت پہنچائی ، وزیر نے یہ تواریخ بہت پسند کی اور خلعت بخشا - چنانچہ امیر مامون کا دستور تھا ، ہفتے میں ایک روز عالموں کی مجلس جمع کرنا اور مسئلے مسائل اُن سے پوچھنا - ایک روز مجمع ہو رہا تھا کہ ایک فقیہ کہنہ لباس سے وهاں آ کر صف زیریں پر بیٹھ رها - مامون نے ایک مسئلہ پوچھا - ہر ایک نے اپنے علم کے موافق جواب دیا ، لیکن اُس نے ایسا جواب دیا جو سب حاضران مجلس کو پسند پڑا - امیر نے مہربان ہو کر اُسے تھوڑا اوپر بٹھلایا - دوسرا اور مسئلہ پوچھا ، اُس کا بھی جواب معقول دیا - پھر تو امیر نے اُسے اپنے نزدیک جا دی - سب عالم رخصت ہوئے ، اُسے بٹھلائے رکھا کہ مجھے کچھ کہنا ہے - اتنے میں اُس محفل میں شراب کا دور چلا - اس نے تب کھڑے ہو کر کہا کہ امیر نے اپنی قدر دانی سے مجھ کنگال شکستہ حال کو ذرہ سی عقل کے سبب اسے درجے کو پہنچایا - اب میں ڈرتا ہوں کہ شراب کے پینے سے عقل سلب نہ ہو جاوے - کچھ ایسی حرکت صادر نہ ہو جو جہاں پناہ کو پسند نہ آوے - امیر نے یہ سن کر اُسے معذور رکھا اور ہزار دینار بخشے - فائدہ اس حکایت سے یہ ہے کہ شراب امیر کے روبرو پینا بے ادبی سے خالی نہیں - اور علم سیکھنا سب سے بہتر ہے ، کسی وقت کام آ رہتا ہے -

حکایت ۲

ایک دن نوشیرواں نے وزیر سے پوچھا "جہان میں سب چیز پر مقدم کیا ہے؟" جواب دیا "عورت اور موت اور حاجت۔" پوچھا "کیونکر؟" کہا "عورت نہ ہوتی تو تو کہاں سے پیدا ہوتا اور موت نہ ہوتی تو یہ سلطنت تجھے نہ پہنچتی اور حاجت نہ ہوتی تو میں تیرے سامھنے (سامنے) کیوں کھڑا رہتا۔"

حکایت ۳

ایک برہمن نے کسی راجا سے کہا "دانا کو چاہیے کہ تین کام کرے تو چین سے زندگانی بسر ہو: پہلے یہ کہ زبر دستوں کی تواضع و تعظیم بجا لاوے اور بہادروں سے رفق و مدارا رکھے اور زیردستوں کو انعام بخشے، جیسا کہ نقل ہے:

ایک گیدڑ نے کسی جنگل میں دیکھا کہ ایک خوک موا پڑا ہے۔ ہر چند یہ بھوکا تھا، پر اندیشہ کیا کہ شاید یہ طعمہ شیر کا ہو، اسے جلدی کرکے کھا جاؤں تو وہ مجھے ہلاک کرے گا۔ بھلا دیکھ تو لیا چاہیے کہ یہاں کوئی دشمن ہے کہ نہیں۔ تھوڑی دیر میں دیکھا کہ ایک شیر چلا آتا ہے۔ شغال نے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔ مؤدب حضور میں کھڑا رہا۔ شیر نے پوچھا کہ کچھ طعام یہاں میسر ہے؟ بولا "جہاں قدم مبارک آویں کس چیز کی کمی رہے۔ پر میں جانتا ہوں کہ

بادساہ کی طبیعت غذائے لطیف کی طرف آکثر مائل ہے ۔ جب تلک اپنے ھاتھ سے حلال نہیں کرتا ، نوس جان نہیں فرماتا ، مردار سے پرھیز رکھتا ہے ۔ یوں تو ایک خوک سقط ھوا یہاں پڑا ہے ۔'' سیر یہ سن کر خوس ھوا اور بولا '' وہ میں نے تجھ ھی کو بخسا ۔'' یہ کہہ کر چلا گیا ۔

سغال نے سوچا ، ذرہ اور ٹھہرے ، کوئی اور دسمن تو نہیں ۔ اسے میں ایک چیتا آیا ۔ اس نے آس کی بھی پیسوائی کی اور کہا کہ سیر ایک خوک سکار کرکے مجھے رکھوالی چھوڑ گیا ہے ۔ آس کے پاؤں کے نسان بھی زمین پر موجود ھیں ۔ جیسا وہ سن پا سیر کے دیکھتے ھی چلتا ھوا ۔ ووھیں ایک بندر آیا ۔ گیدڑ نے آسے ضعیف سمجھ کر دل میں کہا ، اب حیلے کی کچھ حاجت نہیں ، بلکہ مروت یہ ہے اس بے چارے کو محروم نہ کیا چاہیے ۔ تھوڑا گوست آس کے آگے ڈال دیا اور باقی آپ چٹ کر گیا ۔ کہاوت ہے '' جیسا منہ ویسی چپیڑ ۔''

حکایت ۴

کہتے ھیں کہ کسی جنگل میں ایک شیر رھا کرتا اور وھاں تین ارنے بھینسے ایک سپید ، دوسرا سیاہ ، تیسرا سرخ ، یہ بھی مکونت رکھتے ۔ یہ جو آن پر قصد کرتا تو تینوں متفق ھو جاتے ، اس کا قابو آن پر نہ لڑ سکتا ۔ ایک روز سپید بھینسا کہیں گیا تھا ۔ سیر نے سیاہ و سرخ بھینسے سے کہا '' مجھے ڈر ہے کہ سپید بھینسا ھمیں فضیحت کرے گا ، کیونکہ کوئی

آدمی ادھر آ نکلا تو اُس رنگ کے سبب ہم پر آفت آوے گی ۔ صلاح یہ ہے کہ تم کہو تو اُس کا دغدغہ مٹا دوں ۔ اُسے مار ڈالوں تو ہم تینوں بے کھٹکے یہاں رہا کریں ۔'' وے راضی ہوئے ۔ جب وہ آیا ، سیر نے چھپ کر اُسے لے ڈالا ۔ تھوڑے دنوں کے بعد سیر نے لال بھنسے سے کہا '' ہم تم دونوں ہم رنگ ہیں ۔ وہ کہاوت ہے '' ہم رنگ ضرر ندارد '' یہ کالا غیر جنس بیگانہ معلوم ہوتا ہے ۔ اس کو اپنے میں رکھنا عیب ہے ۔ کہے تو اسے مار ڈالوں ۔ پھر ہم دونوں بے فکر مزے سے رہیں گے ۔'' اُس نے رضا دی ۔ جب کالا بھنسا آیا ، سیر نے اُس کا بھی کام تمام کیا ۔ کئی دن کے بعد سیر بھوکا ہوا اور لال بھنسے کے گوشت پر دانت رکھا ۔ قصد کیا کہ اُسے مار ڈالے ۔ تب اس نے حسرت زدہ ہو کر کہا '' میں تو اُسی دن مر چکا تھا کہ تو نے سفید بھنسا مارا تھا ۔'' سچ ہے ، پھوٹ ایسی ہی بلا ہے ۔

حکایت ۵

ایک شخص نے افلاطون سے کہا '' آج فلانا آدمی تجھے سراھتا تھا ۔'' حکیم نے یہ سنتے ہی سر نیچے کر لیا اور نہایت اندیشے میں گیا ۔ تب اُس نے کہا '' اے حکیم ! تجھے کیا اندیشہ پڑا ؟ میں نے تو کچھ بری بات نہیں کہی ۔'' جواب دیا '' تیری بات کی مجھے فکر نہیں ، پر سوچتا ہوں کہ مجھ سے ایسی کیا بے وقوفی ہوئی جو اُس جاھل کے پسند آئی ۔ جب تلک نادانی نہ ہووے نادان پسند نہیں کرتا ۔''

آٹھواں باب حیا و عفو و ہمت و صبر و اخلاق کا

حکایت ۱

امیر مامون کے عہد کا ذکر ہے کہ ایک اعرابی ریتلے تھل میں رہا کرتا۔ سب کوئے (کنویں) اس نواحی کے کھارے تھے۔ پانی آسمان پر سے نہی برستا تو شور زمین کے سبب کھارا ہو جاتا۔ وہاں کی خلقت نے میٹھے پانی کا مزہ مطلق نہ چکھا تھا۔ قضا کار وہاں کال پڑا۔ ہر کوئی کہیں کا کہیں نکل گیا۔ اس اعرابی نے بھی اس دیس سے مسافرت اختیار کی۔ چاہا کہ امیر کے پاس التجا لے جاوے۔ امیر ان دنوں کوفے کے قرب و جوار لب آب فرات سکار کھیل رہا تھا۔ جب یہ اپنی حد سے باہر نکل کسی گھیرے کے نزدیک پہنچا، دیکھا ایک ڈبرے میں پانی برس کر اکٹھا ہو رہا ہے۔ اس نے اس میں سے کچھ پیا تو اچنبھا کیا کہ جگ میں ایسا بھی میٹھا پانی ہوتا ہے! ہو نہ ہو یہ نیر مقرر بہشت کا ہے۔ پروردگار نے میری خاطر جنت سے اتارا۔ بہتر یہ ہے یہاں سے مشک بھر کر تحفہ امیر کے پاس لے جاؤں۔ البتہ وہ خوش ہو کر مجھے انعام دے گا۔ آخر وہ آب لے کر امیر کی خدمت میں پہنچا۔ پوچھا "تو کہاں سے آیا؟" کہا "فلانے ضلعے سے اور ایک تحفہ بھی لیتا آیا ہوں جو کسی بادشاہ کو میسر نہ ہوا ہوگا۔ یہ جل خلد کا خوش ذایقہ

ہے ۔'' امیر نے عقل سے دریافت کر کے کہا '' اچھا دے جو میں پیوں ۔'' اعرابی نے وہ مشک آگے رکھ دی ۔ امیر نے چلو ایک اس میں سے بیا اور باقی کوزوں میں بھروا لیا ۔ فرمایا '' تیری کیا حاجت ہے ؟'' بولا '' اے امیر کال نے جنم بھم سے مجھے اُکھاڑا ، گھر سے بے گھر کرکے در بہ در بھٹکایا ۔ اب تیرے دامن کا آسرا لیا ہے ۔'' امیر نے کہا '' میں تیری حاجت روا کرتا ہوں ، بشرطیکہ تو یہیں سے پلٹ جاوے ، آگے نہ بڑھے ''۔ وہ اس بات پر راضی ہوا ۔ پھر امیر نے وہ مشک زر سے پر کروا دی ، بدرقہ ہمراہ دے کر اُسے گھر بیٹھا کر دیا ۔ تب مقربوں نے پوچھا '' اُسے پلٹا دینے میں کیا حکمت تھی ؟'' فرمایا '' جو وہ چند قدم اور بڑھتا ، فرات کا پانی پیتا تو ایسا تحفہ لانے سے خجالت کھینچتا ۔ مجھے حیا آئی کہ کوئی میرے پاس تحفہ لا کر شرمندہ نہ ہو ۔''

اس طرح نظام الملک وزیر کا دستور تھا جو کوئی پھل پھلاری اُس کے روبرو لاتا تو اکیلا نہ کھاتا ۔ جتنے حاضر ہوتے سب کو بانٹتا ۔ ایک روز ایک مالی تین ککڑیاں تحفہ لایا ۔ وزیر نے اُن میں سے ایک پھانک بھی کسو کو نہ دی ، آپ ہی نے تینوں کھائیں ۔ تب پوچھا '' آج حاضران مجلس سب کے سب ان سے محروم آپ کا منہ تکتے رہے ۔'' جواب دیا '' جو میں نے ایک ککڑی چکھی تو کڑوی تھی ۔ اسی طرح دوسری ، تیسری ، تینوں تلخ نکلیں ، اس لیے میں نے کسو کو نہ دیں کہ شاید کوئی بول اُٹھے ککڑیاں تو کڑوی ہیں ۔ وہ غریب تحفہ لا کر شرمندہ ہووے ۔ مجھے حیا آئی کہ اُس کا عیش شیرین اس انفعال سے تلخ نہ ہو جاوے ۔

پمبر سے اس طرح فرمان ہے
حیا جس میں ہے اُس میں ایمان ہے
حیائے صدف کا وہ اخلاف در
کہ جس کا دو جگ میں بڑا نام ہے

حکایت ۲

سلمان فارسی رض کسی شہر کا حاکم تھا ۔ اُس کی یہ عادت تھی کہ نت کمل پہنے رہتا ، پیادہ پھرتا ۔ گھر کا سودا سلف اپنے ہاتھ کرتا ۔ کسی شخص نے ایک بوٹ آٹے کی خرید کی ۔ اسی تاک میں تھا کہ کسو کو بیگار پکڑے ۔ سلمان کو جاتے دیکھ کر بیگار پکڑا ، نہ پہچانا ۔ بوٹ اُس کے سر پر رکھی اور لے چلا ۔ ایک شخص نے راہ میں دیکھ کر کہا " اے امیر ! یہ بوجھ کہاں لیے جاتے ہو ؟" وہ آدمی یہ حالت دیکھتے ہی قدم پر گر پڑا اور عذر کرنے لگا کہ بندے سے نا دانستہ حرکت ہوئی ، معاف کیجیے اور یہ بوجھا سر سے اُتار ڈالیے ۔ آپ کے قدم کی خاک جو سرمہ کروں تو بجا ہے "۔ کہا " نہیں ۔ میں نے قبول کیا ہے کہ یہ گٹھڑی تیرے گھر تک پہنچا دوں ۔" آخر نہ اُتاری اور اُس کے گھر میں پہنچا کر کہا " میں نے تیرا کام کیا ۔ اب تو بھی مجھ سے عہد کر کہ پھر کبھی کسو کو بیگار نہ پکڑے ۔ اتنا لے جو اُٹھا سکے اور کسی سے بے مروت ہونا نہ پڑے ۔"

حکایت ۳

ہارون الرشید نے ایک عالم سے پوچھا کہ کوئی ایسا پھندا ہے جس سے دامن دولت ہاتھ سے نہ چھوٹے اور پائے اقبال گتا رہے ۔ بولا ”گناہ ، گناہ‌گاروں کا معاف کرنا ، تا کہ جن کا گناہ معاف ہوا ہووے تیرے احسان مند رہیں اور گناہ گار تیرے عفو سے نراس نہ ہوویں ۔

حکایت ۴

کہتے ہیں کہ حجاج کتنے ایک گناہ گاروں کو اپنے روبرو سیاست کر رہا تھا اور اُن کے حال پر بے اختیار روتا ۔ تب ایک مصاحب نے کہا ”جو سیاست اُن کی موقع پر ہے تو یہ شفقت کیسی ہے اور جو رونا مناسب ہے تو سیاست کس لیے دیتے ہو ؟“ بولا ” آدمی کی زندگی آدمی کے مارنے سے ہے ۔ ہر چند سیاست کرنا رئیس کو ضرور پڑا ، پر شفقت نہ چھوڑی چاہیے ، کیونکہ بادشاہ بمنزلۂ سر ہے اور رعیت بمنزلۂ دھڑ ۔ کبھی ایسا اتفاق ہووے کہ سر کی سلامتی کے لیے تن سے کسی عضو کو جدا کریں ، تو سر بھی البتہ اُس بند کی خاطر روتا ہے ۔ اسی طرح بادشاہ مصلحت جان کر رعیت میں سے کسی کو سیاست کرے تو اُس بے چارے کے حال پر رووے ، تا روز قیامت اُسے مواخذہ نہ ہووے ۔“ اتنے میں ایک شخص نے اُن گناہ گاروں میں سے کھڑے ہو کر کہا ” اے امیر ! ہم تو گناہ کے سبب عذاب کے

سزاوار ہیں ، پر کیا رحم کرنا تیرے لایق نہیں ؟ گو ہم نے گناہ بد بختی سے کیے ، تو اپنے حلم و کرم کی طرف دیکھ "۔ یہ سنتے ہی حجاج نے اُس کی بیڑیاں کٹوا دیں ۔ اُس کے طفیل سے اور سب کو آزاد کیا اور کہا " جو تو یہ بات پہلے کہتا تو میں سب کو بخش دیتا ، ایک بھی نہ مارا پڑتا ۔" سچ یہ ہے سیاست بغیر عفو و مرحمت ملک تاراج کرتی ہے اور فقط حلم و عفو سے بدون سیاست بندوبست ریاست نہیں ہوسکتا ۔ وہ کہاوت ہے " نہ اتنا کڑوا ہو جو زبان پر نہ رکھیں ، نہ اتنا میٹھا کہ گھول کر پی جاویں "۔

حکایت ۵

ایک بادشاہ نے اپنے دل میں غور کی کہ عارضۂ جسمانی کے لیے میرے نزدیک طبیب ہیں ۔ کچھ بھی مرض حادث ہووے تو اُس کا علاج کریں ، مگر بیماریٔ اخلاق جو میری سرشت میں سمائی ہے ، اُس کا تو کچھ معالجہ کیا چاہیے ۔ ایک عالم سے جو اُس کا کمال معتمد تھا بولا " میں نے اسی لیے سب پر تجھے بزرگی دی ہے کہ مجھ سے نصیحت دریغ نہ کرے ۔ مجھ میں یہ سخت بد خو ہے کہ جب غصہ مجھے چڑھتا ہے تو کچھ نہیں سوجھتا (سوجھتا) ، اپنے سے باہر ہو جاتا ہوں ۔ یہ علت کس طرح دفع ہو ؟" بولا " غصہ ایک نشہ ہے ۔ جب غالب ہوا تو اُس کے خمار میں انسانیت نہیں رہتی ۔ جب وہ اترا تو انسان پچھتاتا ہے ۔ اس واسطے کسو کو حالت غضب میں سزا مت دے ۔ جب غصہ

جاتا رہے ، اُس مقدمے کو تنقیح کر ۔ جو عفو کے لایق ہو درگزر کر اور تنبیہ کے قابل ہو تو سزا اُس کی تقصیر کے موافق تجویز کر ۔ اگرچہ حلم اول زہر لگتا ھے ، پر اُس کا چسکا پڑا تو شہد سے شیریں لگے ۔'' شاہ نے یہ بات قبول کی اور ارکان دولت کو فرمایا '' اگرچہ غصے میں سیاست کا حکم کسی پر کروں ، لیکن تم ایک روز کا توقف رکھو ، پھر مجھ سے ظاہر کرو ۔ اُس وقت جو کہوں عمل میں لاؤ ۔'' جو یہ دستور مقرر پایا ، کم گناہ گار اُس کے عفو سے بے نصیب رہا ۔

آتش خشم آب حلم بجھائے

حکایت ٦

پرویز شاہ کسی درباری پر ناخوش ہوا ۔ چند روز قید کر کے چھوڑ دیا ۔ دربار میں اُس کا آنا جانا موقوف ٹھہرا ۔ بے کاری کے سبب یہ روٹیوں تک محتاج ہو گیا ۔ ایک روز اس نے خبر پائی کہ آج بادشاہ فلانے مکان میں جشن کیے خوشی سے بیٹھا ھے ۔ یہ اپنے دوستوں سے گھوڑا اور کپڑوں کا جوڑا عاریت مانگ کر وہاں گیا ۔ دربان چوب داروں نے خیال کیا کہ اس کی تقصیر معاف ہوئی ہوگی ، کوئی نہ سمجھا کہ بدون پروانگی آیا ھے ۔ یہ تو جاتے ہی ہر ایک کام کی سربراہی میں لگا ۔ بادشاہ نے اُسے دیکھا ۔ ہر چند ناخوش تھا ، پر ویسی خوشی کے وقت سیاست کرنا مناسب نہ سمجھا ، دیدہ دانستہ طرح دے گیا ۔ اس میں اُس نے جو فرصت پائی ، پان سیر ایک کا سونے کا طباق قبا کے

دامن تلے چھپا لیا اور وهاں سے نکل کر اپنے گھر چلا آیا ۔ اُسے بوڑ موڑ کے مزے سے گزران کرنے لگا ۔ مگر یه حرکت بادساہ نے اپنی آنکھوں دیکھی تھی ۔ دوسرے دن خدمت گار طباق کی ھر کہیں جست و جو کرنے لگے ۔ کئی آدمیوں پر بھرم رکھا چاہتے تھے که انھیں مار کوٹ کر قبول کروائیں ۔ شاہ نے کہا "تم کیوں جھگڑتے ہو ؟" بولے " طباق زریں جاتا رہا ، ہم اُس کا کھوج لگاتے ہیں "۔ فرمایا " ان غریبوں کو چھوڑ دو ، جو لے گیا ہے سو نه دے گا اور جس نے لے جاتے دیکھا ہے وہ بھی نه بتلاوے گا ۔" برس کے بعد پھر اُسی جگه بادساہ نے جشن کروایا ۔ اُس درباری نے بھی کپڑے مانگ تانگ کر پھر اپنے تئیں اُسی طرح پہنچایا ۔ شاہ نے اُسے نزدیک بلا کر کان میں کہا "مگر طباق خرچ ہو چکا ہوگا ۔" تب تو اُس نے آداب بجا لا کر کہا " حضور کی اعتراضی کے سبب جب جان سے به تنگ آیا تو یه حرکت کی که کسی طرح اس زندگی کے وبال سے چھوٹ جاؤں ۔" شاہ کو اس بات پر ترس آیا ۔ اُس کی تقصیر معاف کرکے بدستور خدمت پر بحال کیا ۔

حکایت ۷

کہتے ہیں که ایک بادشاہ کے یہاں ایسا باز تھا که اُس کے روبرو پرندہ پر نه مار سکتا ۔ ایک اُڑان میں سارے جہان کے گرد پھر آتا ۔ ایک روز شاہ نے وہ باز کسی شکار پر چھوڑا ۔ اُڑتے اُڑتے ناگاہ ایک بڑھیا کے گھر میں ، جو بڑھاپے سے ہڈیوں

کا کوڑا بن کر زمین سے لگ گئی تھی ، جا پڑا - بڑھیا نے اُسے پکڑ لیا - کبھی باز کو نہ دیکھا تھا ، سمجھی یہ پروں کے بوجھ سے حرکت نہیں کر سکتا - سارے پر نوچ ناچ لنڈ منڈ بنا کر تھوڑا دانہ اُس کے آگے ڈال دیا - باز نے دانے پر رخ نہ کیا - بڑھیا نے جانا اس کی چونچ جو ٹیڑھی ہے ، کہیں اس لیے چگا نہیں جاتا - مقراض لے کر منقار کتر ڈالی - جب دیکھا کہ اب بھی کچھ دانہ نہیں چگتا ، بولی "ہے ہے ! اس بے چارے کے ناخن بڑھ گئے ہیں -" انھیں بھی کاٹ ڈالا - اس میں بادشاہ نے منادی پھروائی جو کوئی باز لاوے گا وہ سرکار سے بڑا انعام پاوے گا - وہ پیر زال یہ ندا سن کر اُس نار کو بادشاہ کے روبرو لے آئی - شاہ نے اُس کے پر اُکھڑے اور چونچ اور ناخن کٹے جب دیکھے بولا "جو کوئی ہمارا ہاتھ نا پسند ٹھہرا کر بڑھیا کی جھونپڑی اختیار کرے اُس کی یہی سزا ہے ، جیسا کہ کہہ گئے ہیں " بادشاہ ایک باز ہے جو ہوائے اقبال پر اُڑ کر ہمائے دولت کو شکار کرے ، بادشاہی عالی ہمت کے ہاتھ میں رہے تو سیمرغ جہاں کو پکڑ لیوے اور طاؤس دولت کا جلوہ عالم کو دکھلاوے - برخلاف اُس کے جو ظالم کم ہمت کے ہاتھ لگے تو چونچ طنطنۂ جہانگیری و ناخن دبدبۂ جہاں داری کے کاٹ ڈالے اور پر و بال دولت و اقبال کے اکھڑے -

جوان صاحب ہمت بلند سر ہووے
مثال باز ہر اک جانور بہ ور ہووے
نگاہ تنگ وہی ہے جو ہووے بے ہمت
ہمیشہ چیل کی مردار پر نظر ہووے

حکایت ۸

جب حاتم کی سخاوت شہرۂ آفاق ہوئی ، قیصر روم نے چاہا کہ اسے آزماوے ۔ ایک آدمی کے ہاتھ سو اونٹ سرخ بال اور سیاہ چشم کے درخواست کر بھیجے ۔ اس وقت حاتم کے یہاں ایک بھی اونٹ موجود نہ تھا ۔ اپنی برادری سے کہا کہ ہر ایک شخص ایک ایک اونٹ مجھے اُدھار دیوے ، چند روز میں ادا کردوں گا ۔ بارے قرض دام کرتے سو اونٹ قیصر پاس بھجوا دیے ۔ قیصر نے جواں مردی سن کر تعجب کیا اور سب ستر عمدہ کپڑے کی قسم سے بار کروا کر حاتم کی طرف روانہ کیے ۔ حاتم نے جن سے وے اونٹ خالی لیے تھے، لدے لدائے جوں کے توں سب کے سب انہیں دے ڈالے ، اپنے نزدیک کچھ نہ رکھا ۔ جب قیصر کو یہ خبر پہنچی ، نہایت متعجب ہوکر بولا ”سچ ہے اس دور قمر میں مثال خورشید حاتم لاثانی ہے ۔“

جواں مردوں کا باقی نام رہ جاے

حکایت ۹

ابراہیم ادہم نے ایک شخص تونگروں میں سے دیکھا کہ گھوڑے پر چڑھے کعبے کا طواف کر رہا ہے ۔ یہ بات اسے نا مناسب معلوم ہوئی ۔ جب مکے سے پھرے وہ شخص قافلے سے بچھڑ گیا ۔ بدوؤں نے اسے ننگیا لیا ۔ پا پیادہ اس گرم بالو میں چلتا تھا ۔ ابراہیم نے پیچھے سے آ کر اس کی یہ حالت دیکھی

تو کہا ۔ ”جہاں سب پیادے چلیں وہ سوار ہو کر چلے ۔ ایسا بے ادب پیادہ چلا چاہیے جہاں سب سوار چلیں ۔“

حکایت ۱۰

ایک شیر کسی جنگل میں رہا کرتا ۔ ایک بھیڑیا اور لومڑی دونوں اُس کی خدمت میں حاضر رہتے ۔ اُس کے بچے بچائے سے اپنا پیٹ بھر لیتے ۔ ایک روز شیر نے ایک شکار مار کر گرگ کو اشارت کی ”تو ہم میں اسے تقسیم کر دے ۔“ اُس نے تین بانٹے کر کے ہر ایک کو ایک حصہ دیا ۔ شیر نے وہ مساوات دیکھ کر گرگ کے ایسا طمانچہ مارا کہ سر الگ جا پڑا ۔ پھر لومڑی سے کہا ”یہ گوشت ہم دونوں میں بخرا لگا ۔“ اُس نے سب کا سب اُس کے آگے رکھ دیا ۔“ شیر نے پوچھا ”یہ ادب تو نے کہاں سے سیکھا ؟“ بولی ”اس بھیڑیے کے مارے جانے سے ۔“ بس اس حکایت سے یہی نکلتا ہے کہ آداب سلطانی ضرور ہے ۔ اُنھیں ہمسری خوش نہیں آتی ۔ مرد کو لازم ہے ادب نگاہ رکھے ۔ اپنے مرتبے سے قدم آگے نہ بڑھاوے ۔ وہ کہاوت ہے :

جو خال اپنی حد سے بڑھا سو مسا ہوا

حکایت ۱۱

اگلے زمانے میں ایک سخص زاھد حرف شکایت کبھی زبان پر نہ لاتا ۔ کچھ مصیبت لڑتی تو صبر کو کام فرماتا ۔ گویا جامہ صبر کا اُس کے جسم پر قطع ھوا ۔ اُس کا لقب بوصابر تھا ۔ جس گاؤں میں اُس کی بود باس تھی اُسی نواحی میں ایک جوڑا شیر کا آ رھا ۔ آدمی حیوان بہت سے صایع کیے ۔ گاؤں کو ایسا تنگ لایا کہ اُجاڑ ھونے پر آیا ۔ سب باسدے گاؤں کے اُس کے پاس آ کر بولے ” ان سیروں کے ھاتھ سے ھمارا ناک میں دم آیا ، کہیے تو انبوہ باندھ کر مارنے کو کل اُن پر چل دیں ؟“ بولا ” میری صلاح سنتے ھو تو صبر کرو ، اسی میں بھلائی ھے ۔ کیونکہ نہ سیر ھیں ، کچھ کھلونا نہیں ، جو ھر ایک بازاری لے ڈالے ۔“ سب نے اُس کے کہے بہ موجب صبر کیا ۔ اُسی ھفتے میں اُس ولایت کا شاہ شکار کھیلتا ھوا اُدھر آ نکلا ۔ خبر ھوئی کہ یہاں سیروں کا آ کھر ھے ۔ برف انداز پہنچ گئے ، انھیں مار گرایا ۔ بوصابر نے تب گاؤں والوں سے کہا ” دیکھو صبر ایسا ھے جو تم اُنھیں ذات سے مارنے جاتے تو وے بہتیروں کا سر پھوڑتے اور تم سے مار نہ کھاتے ۔“

چند روز کے بعد ایک عامل واسطے تحصیل کے اُس گاؤں میں آیا ۔ دو ہٹ پیسا رعیت پر بٹھایا ، ظلم زیادتی مار دھاڑ بہت سی کرنے لگا ۔ تب کتنے ایک مسٹنڈے[۱] گاؤں سے جمع ھوئے اور رات کے وقت اُس عامل کو مار ڈالا اور آپ بھاگ گئے ۔ سب گاؤں والے بوصابر کے پاس آ کر بولے ” چل بادشاہ کے یہاں

---

(۱) اصل متن میں ”مستنڈ ے“ ھے ۔

چلیں - اپنی عاجزی کر کے اُس سے آمان مانگیں تو ان جوالوں کے بدلے ہم بوڑھے ٹھیروں پر آفت نہ آوے -" بولا " تمھاری خوشی ہو تو جاؤ، میں تو ابھی صبر کروں گا - دیکھوں تو سہی زمانے سے کیا حادث ہوتا ہے -" بارے وہ گاؤں والے بھی شاہ کی حضور میں نہ گئے - جب یہ خبر عامل کے مارے جانے کی شاہ کو پہنچی، لشکر تعنات ہوا - آتے ہی گاؤں گھیر لیا - خونی تو نکل گئے پر گاؤں والے بے چارے تباہ ہو گئے - بوصابر سے بولے " ہمارے ساتھ شاہ کے پاس چل تو اپنا حال ظاہر کریں -" اس نے وہی جواب دیا کہ صبر کرو - بولے " تیرے صبر نے تو ہماری یہ حالت پہنچائی، اب آگے کیا کیا چاہتا ہے ؟" آخر اکٹھے ہو کر بادشاہ کے پاس گئے اور اپنا احوال گزارش کیا - فرمایا " پہلے سے آتے تو گاؤں کاہے کو خراب ہوتا -" بولے " ہمارے گاؤں کا مقدم ایک مرد زاہد ہے - ہم پر کچھ حادثہ پڑے تو اُسی سے مشورت کرتے ہیں - اُس نے آنے کی صلاح نہ دی تھی، تس پر ہم اُس کے برخلاف کر کے چلے آئے ہیں -" شاہ نے کہا " جو لوگ پامال ہو گئے اُن کو سرکار سے تقاوی ملے اور گاؤں کوٹ کی مرمت ہووے - وہ شخص جو صبر کرنے کہتا ہے اُسے گاؤں سے بدر کرو کہ تو صبر کر جب تک تیرا اسباب درست ہو - داروغے نے بوصابر کو دیس نکالا - لا چار اُس نے صبر کیا - جورو اور دو بیٹے ساتھ لے کر کسی سمت کو چل دیا - رستے پر جنگل میں چوروں نے اُسے ملایا، سب جھاڑا لیا - کچھ نہ دیکھا تو دونوں لڑکے چھین لیے کہ ان کو بیچ کر نقل کریں گے اور مزے اُڑاویں گے - اُس نے صبر کیا، دم نہ مارا، آہ و نالے کا تو کیا ذکر ہے - مگر جورو رونے لگی - کہا " اے عورت! صبر کر -" جاتے جاتے

ایک گاؤں کے نزدیک پہنچا ۔ قبیلے کو باہر بٹھلا کر آپ گاؤں کے اندر گیا تا کہ کچھ کھانا خرید لاوے ۔ اُدھر ایک سپاھی جہاں وہ عورت بیٹھی تھی ، وھاں آ گیا ۔ اُس صورت شکل اسلوب پر بیابان میں تنہا دیکھ کر چاھا کہ کچھ قصد کرے ۔ بولی " مجھے ھاتھ مت لگا ، میں غریب دکھیاری ایک درویش کی جورو ھوں ۔ میرا خاوند اس گاؤں میں گیا ھے ۔ تیرے ارادے سے واقف ھوا تو بادشاہ سے فریاد کرکے تجھے سیاست دلا وے گا ۔" وہ لشکری ناپاک بے باک تھا ۔ عورت کی بات خیال میں نہ لایا ۔ جھونٹے پکڑ کر کھینچا ۔ جب عورت اُس کے ھاتھ سے عاجز آئی ، یہی احوال خامۂ انگشت سے صفحۂ خاک پر لکھا ۔ بوصابر جب وھاں آیا ، تو عورت کو نہ دیکھا ، مگر وہ لکھا پڑھ کر حیرت و حسرت سے قریب تھا کہ پٹکی کھا کر جان دیوے ، مگر صبر کے آسرے سے ٹکا رھا ۔

جوں خم مے آتش دل سے ھے گو جوشش مجھے
لب پہ ھے مہر خموشی اور خورش خون جگر

اسی طرح دل خستہ و خاطر شکستہ شہر کا قصد کیا ۔ وھاں کا امیر ایک قلعے کی تعمیر کروا رھا تھا ۔ کوئی بدیسی اُس شہر میں آتا تو وہ سنگ دل اُسے بیگار پکڑ کر اینٹ گارا اُٹھانے لگاتا ۔ یہ جو وھاں پہنچا ، اِسے بیگار پکڑ لیا ۔ ٹوکری کیچڑ اُٹھانے کی اُس کے حوالے کی ۔ سارا دن یہ محنت کرتا رھتا ، سانجھ کو چھٹی ملتی ، دو روٹیاں پاتا ، صبر سکونت کر کے رات کو وھیں پڑ رھتا ۔ ایک روز ایک بیگاری سیڑھی پر سے نیچے گر پڑا ۔ چوٹ لگنے سے واویلا کرنے لگا کہ الٰہی ! مجھے اس دکھ دھندے سے چھڑا دے ۔ بوصابر نے کہا " صبر کر ، چلا مت ، جو صبر کرے گا اُسے فرصت ملے گی ۔" یہ بات بادشاہ نے

بھی سنی ، فرمایا " یہ جو صبر کو کام فرماتا ھے اسے کوئے (کنویں) میں قید کرو کہ تو یہاں صبر کر ۔ آخر ویسا ھی کیا ۔ بوصابر کو چاہ میں اسیر کیا ۔ تب بھی اُس نے صبر کیا ، کچھ شکوہ زبان تک نہ لایا ۔ اور وہ بگاری جو سیڑھی پر سے گر پڑا تھا ، اُسے کچھ دلوا کر بادشاہ نے آزاد کیا ۔ تھوڑے دن گزرے تھے جو اُس بادشاہ کی جور و جفا سے عاری ھو کر رعیت نے بلوہ کیا اور اُسے مار ڈالا ۔ اُس بادشاہ نے اپنی حیات میں اپنے بھائی کو مار ڈالا تھا ، پر لوگوں سے کہتا تھا میں نے اُسے کوئے (کنوئیں) میں قید کر رکھا ھے ۔ سب اُس کے بھائی کی تلاش میں ، اُسی چاہ پر جہاں بوصابر محبوس تھا ، آئے ۔ بادشاہ کا برادر سمجھ کر کوئے (کنوئیں) میں سے نکالا اور بادشاہ بنا کر تخت پر بٹھایا ۔ رعیت و سپاہ بہ خوبی حکم میں در آئی ۔ اس نے انصاف کو داد دی اور ستم کی بنیاد برباد کی کہ تمام ملک میں ساتھ عدل کے اُس کا نام مشہور ھوا ۔ اُس کی جورو جو لشکری کے ھاتھ میں گرفتار تھی ، یہ عدل سن کر دربار میں آئی کہ مجھ غریب کو یہ لشکری فلانے گاؤں سے زبردستی لے آیا ھے اور اذیت میں رکھا ھے ۔ بوصابر نے قبیلے کو پہچان کر محل میں بھجوا دیا اور لشکری کو سزا فرمائی ۔

ایک عالم کو تعجب آیا کہ یہ بادشاہ تو نیک تھا ، اسے اپنے کیا ھوا جو پرائی عورتیں چھیننے لگا ۔ اور اُن چوروں نے جو اُس کے لڑکے لے گئے تھے ، آپس میں یہ ٹھہرایا کہ یہ غلام بادشاہ کے نزدیک لے چلیں ، البتہ وہ بڑا انعام دے گا ۔ سوداگر بن کر لڑکوں سمیت دربار میں آئے ۔ بوصابر نے فرزند دیکھ سجدہ شکر کا بجا لایا ۔ محل میں انھیں بھیج دیا ۔ چوروں کو سولی چڑھایا ۔ خلقت نے تس پر بھی اچمبھا کیا ۔ بعد مدت کے اُس بادشاہ ظالم

پر ، جس نے اسے جلا وطن کیا تھا ، ایک غنیم فوج قاهره لے کر چڑھ آیا ۔ نه اس کے مقابلے کی تاب نه لا کر بھاگا ۔ بوصابر کی پناہ میں آیا ۔ بوصابر نے اس سے پوچھا " تو مجھے پہچانتا ہے ؟ میں وهی هوں جو صبر کرنے کے سبب تونے ناحق مجھے گھر سے بے گھر کیا تھا ۔ اب صبر کا ثمر مجھے مل رہا اور ظلم کا نتیجه تو نے پایا ۔ پس صبر تین نوع پر ہے : " پہلے صبر باوجود شہوت کے معصیت نه کرے ، دوسرے مصیبت سے نه گھبراوے ، تیسرے آرام چھوڑ کر عبادت بجا لاوے ۔

غزل

مت پوچھ کہا جو رشتۂ مطلب میں ڈھیل ہے
کر صبر راہ منزل مقصد دلیل ہے
جنگل پکڑ کے شیر سکونت سے ہے عزیز
جو در بدر پھرے وهی کتا ذلیل ہے
پھالی بنے ستاب سے لوہے کو قدر کیا
جو تاؤ بہت سے سہے تیغا اصیل ہے
حکماء نه کہه گئے هیں که دارو سوائے صبر
اس کو نہیں جو درد الم کا علیل ہے
جب تو یه جانتا ہے مقدر میں هو سو هو
رکھ اختیار صبر فصبر جمیل ہے

نواں باب کسب و نمک حلالی و گدائی کا

حکایت ۱

حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ عادت تھی کہ لباس بدل کر راتوں کو اکیلا پھرا کرتا ۔ کوئی ملتا تو اُس سے پوچھتا کہ داؤد کی کیا خصلت ہے ، نیک یا بد ؟ ایک رات جبرائیل انسان کی صورت بن کر ملا ۔ داؤد نے پوچھا کہ داؤد کے حق میں تو کیا کہتا ہے ؟ جبرئیل نے کہا " داؤد پیغمبر ہے اور بادشاہ بھی ہے ، اور کیا کہنے کا ہے ، مگر ایک خصلت نہ ہوتی تو بہت اچھا تھا ۔" کہا " وہ کیا ہے ؟" بولا " جو روزی اپنے کسب سے پیدا کرتا اور بیت المال سے نہ کھاتا تو اُس کے جمال با کمال میں نقصان نہ ہوتا ۔" داؤد یہ سن کر پھرا اور جناب الٰہی سے رو رو کر التجا کی کہ الٰہ العالمین ! مجھے کوئی کسب نہیں آتا ، ایک حرفہ سکھلا کہ جس میں میرا قوت چلے ! حق تعالیٰ نے زرہ بنانا اُسے تعلیم کیا ۔ پس جب پیغمبروں نے کسب سے روزی پیدا کی ہو تو سب کو لازم ہے کسب سیکھیں ۔

حکایت ۲

شاہ کرمان کا ایک لڑکا تھا ۔ آثار دانائی کے اُس کے قیافے سے ہویدا اور نشان نیک بختی کے اُس کے جبین سے پیدا تھے ۔ جب وہ چودھویں رات کے چاند کی مانند بڑھ کر چودہ برس کا ہوا ، شاہ نے چاہا کہ اُس ماہ کا کسی مشتری سے عقد باندھا چاہیے کہ قران السعدین ہو ۔ لڑکے نے کہا '' بابا جان ! اول سبق اُستاد نے مجھے یہ دو انچھر پڑھائے کہ حرفہ مرد کو ہلاکت سے بچاتا ، اور سفر سے کیسا ہی کچا ہو ، پکا ہو جاتا ہے ۔ جب تک نہ میں پیشہ نہ سیکھوں اور سفر میں نہ پڑوں ، شادی نہ کروں گا ۔'' بادشاہ نے کہا '' بیٹا ! بادشاہوں کو پیشے سے کیا کام ؟ اُن کا پیشہ تلوار اور نیزے کے کرتبے [1] اور کرتب ہیں ، گھوڑے کا پھیرنا اور تیر اندازی و چوگان بازی ، سو تو ان سب کاموں میں طاق ہے ۔'' لڑکے نے کہا '' جو آپ فرماتے ہیں سو سب معقول ہے لیکن اس دولت کا کیا بھروسا ۔ آج ہے اور کل نہیں ۔ ہر وقت ہوا یکساں نہیں چلتی ، ہمیشہ چشمہ جاری نہیں رہتا :

ہر ایک پاس یہ دولت تو آتی جاتی ہے
جہاں میں کم ہیں کہ جن سے سدا نبھاتی ہے
درست عہد تو دولت سے مت سمجھ ہرگز
یہ فاحشہ ہے ہزاروں سے رخ ملاتی ہے

بادشاہ نے فرزند کی دانائی پر عجب کیا ۔ منادی پھروائی کہ جہاں تک اہل حرفہ ہے اپنا اپنا پیشہ شہزادے پر ظاہر کرے ۔

---

(۱) مفہوم روشن نہیں ہوا ۔

جس صنعت پر اُس کا دل چلے وہ سیکھے ۔ بارے سب پیشہ ور جو جس کا کسب تھا ، صنف کے صنف ایک میدان میں گزری لگا بیٹھے ۔ شہزادہ ہر ایک کو نگاہ میں لاتا ہوا اُدھر سے ہو چلا ۔

سہر گرگان سے اىک چٹائی بننے والا شہر کرمان میں آ بسا تھا ، وہ چٹائی نہایت ستھری بنتا تھا ۔ شہزادے نے وہ پسند کرکے چٹائی بننے کا حرفہ اختیار کیا ۔ اس گرگانی سے ایک مدت میں سیکھ کر بوریا بافی میں لاثانی ہو گیا ۔ پھر بادشاہ سے سفر کی اجازت طلب کی ۔ اُس بادشاہ کا یہ دستور تھا کہ ہر سال خلیفہ کی خدمت میں کچھ سوغات شہر بغداد کو بھیجا کرتا ۔ کچھ تحائف شہزادے کے ساتھ کر کے کتنے ایک خاصوں سمیت بغداد کو روانہ کیا ۔ بارے خیریت سے پہنچ کر بغداد کے باہر ڈیرہ کھڑا کیا ، اس ارادے پر کہ کل خلیفہ کی خدمت میں سرف دست بوسی حاصل کریں گے ۔ ایک غلام خاصہ شہزادے کا ہم عمر تھا ۔ لڑکپن سے ایک ہی جگہ بڑے ہوئے تھے ۔ شاہ زادے نے اسے کہا ”کل خلیفہ کو خبر ہو گی ، بنے تو ہم دونوں ابھی بغداد میں جاویں ۔ وہاں کا سیر تماشا دیکھ کر گھڑی ایک کے بعد پھر آویں اور کل خلیفہ کی خدمت میں جانا پڑے گا ۔“ آخر یہ دونوں اٹھتے ہی سویرے سوار ہو کر سہر میں گئے ۔ ادھر اُدھر پھر کر آپس میں کہنے لگے ”کچھ ناستا بھلے کر لیں تو خاطر جمع سے شہر اور ندی کا نظارہ کرنے میں آوے ۔“ ایک طباخ جہودی مزے دار کھانا پکانے میں مشہور تھا ، یے اُس کی دوکان پر آئے ۔ وہ بھٹیارا انھیں دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور بڑے تملق سے بڑھ کر انھیں دکان پر بٹھایا ۔ کہنے لگا ”تم سار کے صاحب زادوں نجیبوں کو بر سر بازار بیٹھ کر کھانا عیب ہے ، پچھواڑے گھر ہے وہاں چلیے ۔ طعام لے آتا ہوں ،

نوش جان فرمائیے ۔''

یے دونوں اُس کے ساتھ ایک گھر میں گئے ۔ گھوڑے سے جب اترے دو زنگی غلام آن پہنچے ۔ ان کو پکڑ کر ہتھیار کپڑے ان سے مانگ لیے ۔ اُس حویلی میں ایک کوا (کنواں) تھا ، ان کی کمر میں رسی باندھ کر اس میں چھوڑ دیا ۔ اُس کوئے (کنوئیں) میں انھوں نے اور بھی کئی ایک قیدی دیکھے ۔ اُن سے پوچھا ''اس جہودی کا کیا دستور ہے ؟'' بولے '' اس ظالم کی یہ عادت ہے اسی حیلے سے دم دے کر آدمی کو یہاں لے آتا ہے اور قصائی بن کر اُسے پھاڑ کر کاٹ ڈالتا ہے ۔ اُس کا گوشت تکا بوٹی کرکے بکا کر بیچتا ہے ۔ تمھاری طرح ہم بھی اجل گرفتہ اس کے دم میں گرفتار ہوئے ہیں ۔ اتنے میں جہودی آیا اور شہزادے کو کوئے (کنوئیں) سے باہر نکالا ۔ چھری تیز کرکے چاہتا تھا کہ اس بے گناہ کا گلا کاٹے ، شہزادے نے کہا '' اے جہود ! تیری غرض یہ ہے کہ مجھے ذبح کرنے سے کچھ تجھے فائدہ ہو ، سو وہ کتنا ؟ پر میرے ہاتھ میں ایسا ہنر ہے کہ مبلغ بے حساب تجھے حاصل ہو گا ۔'' جہودی نے کہا '' وہ کیا ہنر ہے ؟'' بولا '' میں ایسی چٹائی بنتا ہوں جو قابل فرش بادشاہ اور وزیر کے ہووے ۔ اُس کے بنانے کا سامان اور کچھ گھاس جنگل سے منگوا تو ابھی میں بنا کر دکھاؤں ۔'' جہود یہ سن کر اُس کے مارنے سے باز رہا ۔ گھاس اور سامان جو کچھ اس نے کہا ، غلام کے ہاتھ منگوا دیا ۔ شہزادے اور اُن قیدیوں نے مل کر نہایت پاکیزہ ایک چٹائی بنی ۔ جہودی اُسے بازار میں لے گیا ، اچھی قیمت اٹھی ۔ دوسرے روز ایک اور چٹائی تیار کرکے شہزادے نے کہا '' یہ چٹائی وزیر کے لایق ہے ، اسے وزیر کی خدمت میں لے جا ،

وہ تجھے بڑا انعام دے گا ۔'' یہ وہ چٹائی وزیر کے پاس لایا ۔ وزیر نے نہایت پسند کی ، جہود کو خلعت بخشا اور قیمت خاطر خواہ اُسے دلوائی ۔ تب تو جہود کو مزہ لگا ۔ بولا ''کیا اس سے بھی بہتر تو بنا سکتا ہے جو لائق فرش خلیفہ کے ہووے ؟'' شہزادے نے کہا ''البتہ ایسی بنا دوں کہ خلیفہ نے کبھی نہ دیکھی ہو ، لیکن اُس کا اسباب بہترین مہیا ہوا چاہیے ۔'' جو جو کچھ اُس نے کہا ، سو جہودی نے لا حاضر کیا ۔ شہزادے نے اپنی کاریگری سے بغایت لطیف ایک چٹائی بنی ۔ اُسی بناوٹ میں تمام اپنا احوال گرفتاری کا اور جہودی کی جفا کاری مفصل بیان کی ۔ لپٹ کر اُس کے حوالے کی اور کہا ''اسے خلیفہ کے روبرو کھولو جو طے (تہہ) نہ بگڑے ۔'' جہود خوشی خوشی وہ چٹائی دارالخلافت میں لے گیا ۔ یساول کے ہاتھ حضور میں بھیجی ۔ خلیفہ نے فرمایا ''اسے کھولو ۔'' جب وہ کھلی ، رنگ اور صفائی اور بناوٹ دیکھ کر خلیفہ حیران رہ گیا ۔ جب اُس کی کتابت پر نظر پڑی ، پڑھ کر جہودی کو اندر بلایا ۔ پوچھا ''یہ کہاں سے لایا ہے ؟'' بولا ''میرا غلام واسطے تجارت کے گرگان گیا تھا ۔ میں نے فرمایش کر کے حضور کے لیے وہاں سے بنوا کر منگوائی ہے ۔'' خلیفہ نے کہا ''سچ کہا چاہیے ، وہ غلام کون سا ہے ؟ اُسے حاضر کر نا میں اُس سے معلوم کروں اس کا بننے والا کون ہے ۔'' جہود نے کہا ''میں اُسے لے آتا ہوں ۔'' فرمایا ''تیرا جانا موافقت نہیں کرتا ، آدمی بھیج کر اُس غلام کو بلوا لے ۔'' تب لاجواب ہو کر حیل و حجت بنانے لگا ۔ پھر خلیفہ نے اُسے وہیں رکھ کر آدمی اعتباری اُس کے گھر بھیجے ۔ جب اُس کے آدمیوں کو مار پڑنے لگی اُس کوئے (کنویں) کا نشان بتلایا ۔ وہ

کہاوت ہے ’’ پاپ کا گھڑا ایک نہ ایک دن پھوٹتا ہے ۔‘‘ سہزادے کو ان بے چاروں سمبت جو اس کٹر سنگ دل بے حیا کے ھاتھ سے بچ رہے بھے ، حضور پر نور میں لایا ۔ سہزادے نے خلیفہ سے مصافحہ کیا ۔ بھر اس جہودی کو بڑے عذاب سے سیاست فرمائی ۔ مثل ہے ’’ سو دن چور کے تو ایک دن ساہ کا ۔‘‘ اور مال بے انتہا اس کے گھر سے نکلا ۔ سب سہزادے کو دبا اور سر و پا عنایت فرما کر اس کے وطن کو رخصت کیا :

کسب کا رنج راحت کر دکھاوے
جو کاسب ہو کبھی ذلت نہ پاوے
حدیث مصطفیٰ ص ہے آسکارا
کسب فقر و ھلاکت سے بچاوے

حکایت ۳

ایک بڑا ھی کنا چور ماوراء النہر سے نیشا پور میں آرھا اور بادشاھی خزانے کی جوہ لگا بہرصورت نقب کرکے خزانے کے پاس آیا اور جتنا جواھر اٹھا سکا اٹھا لیا ۔ پار کے منہ پر کچھ سفید چیز چمکتی پڑی ھوئی دیکھی ۔ اندھیری رات کے سبب سمجھا یہ گوھر سب چراغ ہے ، اٹھایا چاھیے ۔ اٹھایا تو بھاری معلوم ھوئی ۔ عجب کیا یہ زور ھی چیز ہے جو ھاتھ کی انکل میں نہیں آتی ۔ بھلا اسے چکھ کر دیکھوں تو جیبھ پر اس کا مزہ دریافت ھو ۔ جب زبان پر اسے رکھا تو ذایقہ نمک کا معلوم ھوا ، کیونکہ وہ گھر والوں کا تھا ۔ چور نے مال جوں کا توں وھیں رھنے

دیا ، اُس میں سے کچھ نہ لیا ، خالی ھاتھ چلا گیا ۔ دوسرے دن خزانچی نے یہ خبر بادشاہ کو پہنچائی کہ چور خزانے میں پار دے کر زر تک پہنچا ، پر کچھ لے نہ گیا ۔ یہ سن کر بادشاہ متعجب ہوا کہ اس ! زر تک پہنچ کر نہ لے جانا کیا باعث ؟ منادی کرو کہ جس چور نے یہ کام کیا ، ہم نے اُسے امان دیا ۔ سرکار میں آ کر ظاہر کرے کہ ھاتھ لگے پر زر کیوں نہ لے گیا ۔

جب کئی روز اسی طور شہر میں ڈھونڈورا پیٹا رہا ، تب چور نے ھا کراکر کے بادشاہ کی خدمت میں آ کر کہا " یہ حرکت مجھ ھی سے ھوئی ۔" پوچھا " باوجود قدرت کے زر نہ لے جانے کا کیا موجب تھا ؟" بولا " اُس خزانے کے نزدیک ایک اُجلی چیز میری نظر پڑی ۔ گمان ہوا مگر یہ گوھر شب چراغ ھے ۔ اُسے اُٹھا کر میں نے زبان پر رکھا تو نمک تھا ۔ میں نے دل میں کہا اس بادشاہ کا نمک کھا کر نمک کا پاس نہ رکھنا اور حق نمک ادا نہ کرنا جواں مردی و مروت سے بعید ھے ، اس لیے میں نے وہ زر امانت وھیں کا وھیں چھوڑا ۔ اپنی خیانت سے باز آیا ۔" شاہ یہ بات سن کر نہایت خوش ہوا ۔ ایک خلعت فاخرہ اُسے بخش کر پچاس ہزار دینار انعام دیے اور اپنی سرکار کا کار باری بنایا ۔ سچ ھے نمک حلالی ایسی ھی ھے ۔ خدا سب کو نمک حلال رکھے ۔

الٰہی اُسی کا مددگار ہو
جو آقا سے اپنے وفادار ہو
کسی کا جو کھا کر دغا پھر کرے
خدا اُس پہ از غیب کی مار ہو !

حکایت ۴

ایک روز نیشاپور کے بازار میں کئی ایک سوداگر جمع ہو کر آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ ایک لڑکی برس بارہ ایک کی نوخیز، جمال و حسن، لطافت و ملاحت میں نکھ سکھ سے بہت درست، مکھڑا چاند کا ٹکڑا۔ ایک پرانا سا کپڑا جس میں جا بجا چندیاں لگی اور چھید پڑے ہوئے، سارا اُس کا بدن بعینہ جیسے سورج کے کرن چھنا کے تلے نظر آتا تھا، ہر چند تکلف سے وہ ایک طرف چھپاتی دوسری طرف کھل کھل جاتا۔ جہاں سوداگر بیٹھے تھے وہاں آئی اور کھڑی ہو کر بولی "اے خدا کے نوازو! گھر کے بھرے پڑو! مجھ غریب عورت پر رحم کرو، کچھ دو دلاؤ۔ اگرچہ میں بڑے آدمی کی لڑکی ہوں، پر زمانے کی گردش نے تو اس حالت کو پہچانا۔ سوداگر یہ کچھ چال ڈھال دیکھ کر دنگ ہو گئے۔ ہر ایک نے ایک ایک درم اُس کی ہتھیلی پر رکھ دیا۔ اُن میں سے ایک نے کہا "اے ماہ رو! یہ کچھ جوبن خدا نے تجھے دیا ہے کہ ایک عالم تیری راہ پر اپنی آنکھیں رکھتا ہے۔ تو باوجود اس حسن و ادا کے گدائی کرتی پھرتی ہے، خاوند کیوں نہیں کر لیتی، تو اس فلاکت و شدت سے چھٹکارا پاوے۔" بولی "مجھ سی کنگال سے کون شادی کرتا ہے؟" سوداگر بولا "میرے بھی پاس کچھ ایک پیسہ ہے۔ تیری خوشی ہو تو میں تجھے عقد میں لاؤں، سب تیرے حوالے کروں۔" بولی "میں راضی ہوئی تو کیا، میرے والی رضا دیویں تو لگن لگے۔" بولا "تیرے والی کہاں ہیں؟ مجھے بتلا دے تو میں اُن سے تیری درخواست کروں۔" بولی "اچھا تیں میرے پیچھے پیچھے چلا آ۔ اپنے باپ سے تجھے ملا دوں۔" سوداگر یہ شعر پڑھتا ہوا

اس کے پیچھے ہو لیا ۔

بو گل اندام کی خوشبو نہ چلا آتا ہوں
خار کی طرح سے دامن سے لگا آتا ہوں

وہ لڑکی کسی گلی میں ہو کر سوداگر کو ایک دکان پر کھڑا کر کے آپ چلی گئی ۔ بعد ایک ساعت کے سوداگر کو کسی نے پکارا ۔ یہ اس طرف کو چلا ۔ ایک حویلی کے اندر گیا تو دیکھا ایک مکان دلچسپ ، آراستہ ، فرش ستھرے بچھے ہوئے ، ایک پیر مرد خوش گفتار ، پاک دیدار ، ہنستا چہرہ ، چمکتی پیشانی ، بڑھ کر آگے آیا اور بڑی گرم جوشی سے خیر و عافیت پوچھی ۔ بڑے اعزاز و تکریم سے ایک صوفے پر لا بٹھایا ۔ بعد ایک لحظے کے شربت پلایا ۔ پھر دستر خوان بچھا کر کھانا لطیف و لذیذ روبرو رکھا ۔ جب کھانے سے فراغت ہوئی ، بوڑھے نے کہا " صاحب کو کچھ رغبت ہے کہ کھانا ہضم کرنے کے لیے شراب خوش گوار کی طرف میل کریں ؟ " سوداگر نے کہا " اچھا جیسی مرضی ۔ " لیکن دل میں سخت حیران تھا ۔ پیر مرد نے شراب پر کیفیت لا حاضر کی اور کئی پیالے پیہم بھر بھر کر پلائے ۔ جب پردہ حیا کا درمیان سے اٹھا ، اس نے اس بوڑھے سے پوچھا " میں اچمبھے میں ہوں ۔ وہ لڑکی قبول صورت میں نے تو اس قدر عریاں دیکھی تھی ، اب یہ تجمل اور نعمت جو دیکھتا ہوں ، کسی اہل ثروت کو بھی میسر نہ ہوگی ۔ اس وضع کی تنگی سے اس فراخی کو کچھ نسبت ہی نہیں ۔ " بوڑھے نے کہا " اے جوان ! میں گدا ہوں ۔ میرا حرفہ یہی ہے کہ یہ لڑکی اس وضع سے رہے ۔ یہ ہر روز ایک دینار مانگ لاتی ہے اور اسی قدر میری جورو پیدا کرتی ہے ۔ " اور میں بھی اگر زیادہ نہ ہو تو ان سے کم بھی نہیں لاتا ہوں ۔ یہی میری آمد ہے ۔ بھلا میری لڑکی کی گدائی تو تو دیکھ چکا ،

کل علی الصباح مسجد میں آنا ، میری اور میری جورو کی حرفت دیکھنا ۔
اُس رات سوداگر وہیں مہمان رہا ۔ بچھونا بچھا کر سلا رکھا ۔ جب صبح صادق نمودار ہوئی ، بوڑھے نے بیدار کرکے کہا "اُٹھ وضو کرکے بازار کی مسجد میں چل ، میری کارستانی دیکھ ۔" جوان آگے مسجد میں گیا اور بوڑھا بھی پیچھے سے آیا ۔ جب نمازی جمع ہوئے اس نے کھڑے ہو کر کچھ مناقب پڑھنا شروع کیا ، کہ سب کے دل یہاں تک نرم ہوے کہ رقت آنے لگی ۔ تب اُس نے کہا " سنو اے خدا کے بندو ! یہ ٹکڑ گدا ہر چند محتاج ہے ، لیکن خدا پر نظر رکھتا ہے ۔ کسی کے حرام کے مال پر نگاہ اُٹھا نہیں دیکھتا ، کیونکہ یقین جانتا ہے کہ لکھنے والے نے جو کچھ نصیب میں قلم مارا ہے وہ اٹل ہے ۔

لکھا جو نصیبوں میں ٹلتا نہیں
بنا حکم کے پات ہلتا نہیں

آج منہ اندھیرے اسی آسا پر اپنی لو میں اس مسجد کی طرف میں چلا آتا تھا ، کہ گدائی کرکے ہم جوان مردوں سے کچھ بھیکھ (بھیک) لوں ۔ جب مسجد کے نزدیک پہنچا اندھیرا تو تھا ہی کچھ کپڑا سا میرے پاؤں میں اُلجھا ۔ اُٹھا دیکھا تو وہ خریطہ ہے ، پر اُس کے وزن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں خواہ مخواہ کچھ نقدی ہے ۔ اب مہر بانی کرکے مسجد کا امام اسے کھول دیکھ کے اور سب جماعت کو دکھادے ، جس وقت اُس کا مالک پیدا ہووے اُس کے حوالے کرے ۔" خریطہ انھوں نے لے کر جو اُسے کھولا تو عورتوں کا گہنا اور سنگار ، مسی ، کاجل ، کنگھی ، سرمہ دانی ، پازیب ، پایل ، نتھنی ، بلاق ، بالیاں ، اوڑھنی ، کرتی ، ازار ، انگیا ، بیسواز ، وغیرہ زیور دو اڑھائی سو روپے کا مال اُس میں سے نکلا ۔ سب جماعت نے اُس کی امانت و دیانت پر

هزار آفرین کی کہ اس غریب درویش کو شاباش ھے ، جو اس
ناداری میں بیگانے مال پر دل نہیں ڈگا ۔ اس زمانے میں ایسا
کون ھے جو اس طرح حوالے کرے ۔'' تب اُس نے کہا '' تم
مجھے اتنا دلوا دو کہ جس میں ایک مہینے کی روٹیاں چلیں ۔''
سب نے بہ رغبت تمام اُسے تھوڑا تھوڑا دیا کہ قریب دو اشرفی کے
ہوگیا ۔ یہ تو لے کر چمپت ہوا اور سب فجر کی نماز ادا کرکے
چاہتے تھے کہ مسجد سے چلے جاویں ، اتنے میں ایک عورت مسجد
کے دروازے کے سامھنے (سامنے) روتی ، سر پر خاک ڈالتی ، غل مچاتی
گھبراتی ہوئی نظر پڑی ۔ انھوں نے پوچھا '' اے نیک بخت ! تو
کیوں روتی ھے ، تجھے کیا ہوا ؟'' عورت نے کہا '' کیا خاک
بولوں ۔ میں مشاطہ ہوں ۔ میرا یہی کام ھے کہ دلھنوں کا بناؤ
سنگار کروں ۔ آج میرے پڑوس میں ایک غریب آدمی کی لڑکی
کی شادی ھے ۔ عروس کی ماں نے مجھ سے کہا '' کچھ گہنا کپڑا
کسی بڑے آدمی کے یہاں سے ہمیں مانگ لادے ۔ جلوے کے
وقت دلھن کے آنگ میں ڈالیں ، پھر اُن کا انھیں پھجاویں ۔'' میں
بہ کارِ خیر سمجھ کر گہنا جوڑا ایک گرھست کے گھر سے لے کر
ادھر جاتی تھی ، جو غفلت سے اتنے ہی میں وہ خریطہ کہیں
گر پڑا ۔ ڈھونڈ کر بہتیرا ہی سر مارا پر ہاتھ نہیں چڑھا ۔ اب
اس کے مالک کو کیا منہ دکھلاؤں گی ۔ جو بولوں گی کہ راہ
میں گر پڑا تو کب کسی کو باور آوے گا ۔ ہائے ! اس کے
بدلے اس بندی کا جان جاوے گا ۔'' اھل مسجد نے کہا '' کڑھ
مت ، اس زیور کی نشانی تو بتلا کہ اُس میں کیا کیا تھا ؟
تیری بڑی قسمت تھی جو ایک ایمانی بندے کے ہاتھ لگا ۔'' عورت
نے سب اُس کی نشانیاں بتلائیں ۔ انھوں نے وہ خریطہ اسے دیا ۔
تب یہ بولی '' اے جواں مردو ! اب تمھاری حضور عہد کرتی

هوں کہ آج سے یہ کام مشاطہ پنے کا کبھی نہ کروں گی ۔ خدا کے واسطے کچھ اتنا دلادو جس سے روٹی مول لوں ۔ چرخہ پونی کات کر اپنا اور بچوں کا پیٹ بھروں ۔ داناروں کو دعا دیتی رهوں ۔'' یہ کہہ کر آٹھ آٹھ آنسو روتی دھاند هل مچاتی ۔ سب کو اُس کے حال پر رحم آیا ، تھوڑا بہت اُسے بھی دیا ۔

غرض جب سوداگر گھر میں آیا ، بوڑھے نے کہا '' ہماری حرفت تو نے دیکھی ۔ یہ تو ایک شوسا تھا ۔ اسی طرح پیسے ملانے کے بہتر (۷۲) فن مجھے یاد ہیں ۔ تو چاہتا ہے کہ میرے یہاں رشتہ کرے ۔ تجھ سے اسی طرح گدائی ہو سکے گی تو البتہ اپنی لڑکی تجھے دیتا ہوں ، کیونکہ میں نے عہد کیا ہے یہ لڑکی اُسے دوں گا جو شخص گدائی کرکے اپنی وجہ معیشت کی نکالے ۔ تو نے سنا ہوگا کہ آدمی چار نوع پر ہیں : اول بادشاہ ، اُن کو بھی ہزاروں طرح کی آفت کا خوف رہتا ہے ۔ دوسرے وزیر و عامل ، یہ بھی رات دن اندیشے میں گرفتار اور دوسروں کے تابع دار ہیں ۔ تیسرے بیپاری (بیوپاری) ، یہ بھی داد و ستد کے نفع و ضرر میں کوفتہ خاطر رہتے ہیں ۔ چوتھے بازاری ، جب لگ یہ کچھ حرفہ نہ کریں اُن کو روزی نہ ملے ۔ جو ایک دن کاہلی کرکے مزدوری نہ جاویں ، اُسی دن ان کے گھر میں چولھا نہ سلگے ۔ وہ کہاوت ہے '' درزی کا لڑکا جب تک جئے گا تب تک سئے گا ۔'' پس ملک بے درد سر و شغل بے زحمت و سودا گری بدون خسارت و کسب بغیر محنت شیوۂ گدائی ہے ۔ سوال کی متاع ہر ایک بازار میں رواج رکھتی ہے ۔

ہر ایک حرفہ میں جو سر بسر تباہی ہے
فقیر ہو کہ گدائی میں بادشاہی ہے

سوداگر یہ سن کر بولا '' میرے پاس مال و نعمت بسیار و ثروت

بے شمار ، ادنی اعلیٰ مجھ سے واقف ، بھلا میری غیرت کب تقاضا کرے گی جو کسی کے آگے هاتھ پسار کر گدائی کروں۔'' درویش نے کہا '' میں سکھا دیتا هوں۔ ایک کام کر ، چند روز اپنے گھر میں دوالا نکال کر ناخوشی سے بیٹھ رہ۔ جو تیرے دوست تجھ سے احوال پوچھیں تو تو لڑے گاڑھے دوست سے کہنا کہ میں اپنے دل کی بات تم سے کہتا هوں ۔ تم بھی هرگز دل سے زبان تک نه لائیو ۔ بھائی ان دنوں میں مجھے ایسا خسارہ آیا ، سب مال تلف هوگیا ، یہاں تک کہ قوت کو بھی میسر نہیں ۔ نہ کچھ تدبیر بن پڑتی هے ، نه کسو سے مانگ سکتا هوں ۔ اب میں نے یہی ٹھہرایا هے اسی گوشے میں بھوکھے (بھوکوں) مر رھے ۔ بھلے برے میں اپنے کو رسوا نه کیجیے ۔ اس دوست نے البته یه راز فاش کیا ، تو هر ایک سوداگر کچھ نه کچھ تیری تواضع کرے گا ۔''

آخر سوداگر بچے نے یه بات اس استاد کی سنی اور ایک گھر میں چھپ بیٹھا ۔ دوست اس کے پاس آتے جاتے احوال پوچھتے پر یه کسی سے نه کہتا ۔ ایک گہرا آشنا تھا ۔ اس نے بجد هوکر پوچھا تو اس نے کہا '' اگر یه بھید دل میں رکھو ، کسی سے ظاهر نه کرو تو کہتا هوں ۔'' دوست نے کہا '' از برائے خدا کہیے تو سہی ۔'' اس نے وهی بات جو درویش نے تلقین کی تھی تقریر کی ۔ بارے اس مرد نے دوستی کی راہ سے کہ یه ناحق مر جاوے گا ، سب دوستوں میں چرچا کیا ۔ هر ایک نے مهربان هوکر موافق اپنی انی مقدور کے اسے دیا ۔ وہ کہاوت هے '' دس پانچ کی لاٹھی ایک جنے کا بوجھ ۔'' اس کے پاس دولت بے انتہا جمع هوگئی ۔ تب یه خوش هوکر وہ زر درویش کے پاس لے گیا ۔ بوڑھے نے کہا '' اب اپنی لڑکی تجھے دیتا هوں ، بشرطیکه تو پھر

گدائی نہ کرے اور اس شیوے سے باز آوے ۔" بولا " واہ واہ میں تو اس پیشے سے ہرگز توبہ نہ کروں گا ۔ ایک مدت سے سوداگری میں جان و مال لڑاتا رہا ، کبھی دس بیس دینار سے زیادہ فایدہ نہ ہوا ۔ اب تو مفت میں سنکڑوں دینار میرے ہاتھ آئے ، بھلا کیونکر اس پیشے کو چھوڑ دوں ۔" تب درویش نے کہا " اب بھکھ (بھیک) کا مزہ تجھے لگا ، لڑکی کی سادی تجھ سے کر دیتا ہوں ۔" آخر اُس جوھری نے منہ پر خاک لگا کر اُس خاکسار کا لعل پرکھا ۔ مثل ہے " جس کو حرام کے ٹکڑے کا چسکا لگا ، اُس سے محنت کب ہو سکے ۔"

غزل

هر کوئی اپنی شان پر جاوے
پر جواں مرد آن پر جاوے
سیر غیرت سے غار میں مر جائے
نہ گدا ہو دکان پر جاوے
نام پر مرد اپنے جاتے ہیں
آب نا مرد نان پر جاوے
مدعا یہ ہے وہ کسب کرنا
جس سے نام و نشان پر جاوے

دسواں باب حسد و حرص کا

حکایت ۱

کہتے ہیں ایک وزیر ابو تمام نام نہایت عقل مند تھا ـ قضا کار بادشاہ نے اُس پر اعتراض کیا ـ چاہا کہ اُسے گرفت میں لاوے ـ یہ تیور پہچان کر کچھ نقد و جنس ساتھ لے اور سب جہان کا تہاں چھوڑ وقت پا کر نکل بھاگا ـ شہر بہ شہر منزل بہ منزل پڑا پھرنے لگا ـ جب شہر آلان کی سرحد میں پہنچا ، وہاں کی آب و ہوا اُسے خوش آئی ـ پہاڑ کے دامن میں خیمہ مار کر چند روز مقام کیا ـ یہ خبر بادشاہ کو پہنچی ـ اُسے بلا بھیجا ـ یہ کچھ تحفہ ساتھ لے کر حضور میں آیا ـ آداب بجا لایا ـ شاہ نے اُس کا احوال پوچھا ـ اس نے سر بہ سر اپنی سر گزشت کہہ سنائی ـ فرمایا ” تو ہمارے یہاں رہ ، کچھ نباہ کی صورت ہو جاوے گی ـ“ ابو تمام نے وہیں استقامت ٹھہرائی ـ شاہ نے جو اُس کی دانائی اور دور اندیشی دیکھی ، ہر ایک مشورہ اُس سے کرنے لگا ـ ایک روز اُس نے عرض کی ” جہاں پناہ ! اس غریب کے حال پر اتنی عنایت فرماتے ہیں ، ایسا نہ ہو کہ کوئی حسد کی چنگاری سے لگا بجھا کر آتش غضب میں مجھے ڈالے ـ“ فرمایا ” کسی کی بات تیرے حق میں کان نہ رکھی جائے گی ـ“ آخر یہ یہاں تک مقرب ہوا کہ سب پر سبقت لے گیا ـ کاروبار ملکی و مالی اسی سے علاقہ رکھنے لگا ـ

اُس بادشاہ کے چار وزیر تھے ـ جب اُس کا پایہ قایم دیکھا ،

داہ کی آگ میں پھنکنے لگے اور آس میں منصوبہ باندھنے کہ کس داؤ سے اسے گردن کے بل دے پٹکیے ۔ القصہ یہ تجویز ٹھہری کہ شاہ ترکستان کے ایک لڑکی نہایت شکیل ہے ۔ ہر ایک شاہ اُس کی درخواست میں وکیل بھیجتا ہے ۔ جو ایلچی وہاں جاتا ہے ، شاہ ترکستان اُسے ایک دم جیتا نہیں چھوڑتا ۔ اُس لڑکی کی خوب صورتی حد سے زیادہ ہم شاہ کے روبرو بیان کریں ، جو وہ بغیر دیکھے بھالے مشتاق ہو جاوے ۔ وکیل بھیجنے چاہے تو ابوتمام کے بھجوانے کی صلاح دیں گے ۔ بارے دوسرے دن وزیروں نے اُس لڑکی کا ذکر نکالا اور یہاں تک اُس کے جمال کو آب دی کہ شاہ کے منہ میں پانی آنے لگا ۔ آخر لاچار ہو کر وزیروں سے مصلحت کی کہ اُس محبوبہ کے ہاتھ لگنے کی کیا تدبیر ہے ۔ بولے " ایلچی بھیج کر خواستگاری کیجیے ۔" فرمایا " اس کام کے لائق کون ہے ؟" بولے " ابوتمام ، اس سے دانا کوئی خیال میں نہیں گزرتا ، کیونکہ وہ کار آزمودۂ دربار و آداب شاہوں سے خوب واقف ہے ۔ اس سے یہ کام بن پڑے گا ۔" شاہ ابوتمام کو بلا کر یہ مذکور درمیان لایا ۔ بولا " میری جان و مال فدا ہے ۔ کوئی چلے پیروں سے میں سر کے زور سے جانے کو حاضر ہوں ۔ غرض ابوتمام بادشاہ کے حکم بہ موجب سوغات لے کر شاہ ترکستان کے شہر میں پہنچا ۔ ایک مکان پاکیزہ میں اُسے اُتارا ۔ کچھ تحایف جو ساتھ لایا تھا نذر گزرانا اور دختر کی خواستگاری کی ۔ یہ سن کر شاہ ترکستان نے کہا " مجھے شاہ آلان سے بہتر کون داماد ہوگا ، کیونکہ وہ بڑا آدمی ہے ۔ اُس کے رشتے ناتے سے تو مجھے فخر ہے ، لیکن میں نے کچھ دان دہیز لڑکی کے واسطے تیار کر رکھا ہے ۔ کل فجر کو تو لڑکی کو بھی دیکھ اور وہ جہیز اپنی نگاہ میں لا ۔ وہ جہیز اور

لڑکی تمھارے بادشاہ کے لایق ہو تو شادی کی جاوے گی اور تجھے ناپسند آوے تو تو بھی اس خیال میں مت پڑنا کہ تجھے پشیمانی حاصل نہ ہووے ۔'' ابو تمام نے دست بستہ ہو کر عرض کی '' بندے کی کیا مجال جو حرم سلطانی میں جاوے اور کریمۂ معصومہ صلب بادشاہی سے جو ہووے، اس کے سائے پر بھی نظر ڈالے ۔ لیکن دیکھنا جہیز کا کیا احتیاج کیونکہ ہمارا بادشاہ یہ ناتا کچھ مال کے لیے نہیں کرتا ۔''

شاہ ترکستان نے بہت مہربان ہو کر کہا '' ایسے بادشاہ پر آفرین ہے جو تجھ سا ایلچی بھیجے ۔'' چنانچہ پہلے کتنے ایک بادشاہوں کے ایلچی اس لڑکی کی درخواست کا پیام لے کر آئے تھے، میں ہر ایک کے تجربے کے واسطے اُن سے یہی بات کہتا ۔ وے لڑکی کے دیکھنے کو چل دیے ۔ مارے غیرت کے میں انھیں رستے میں مروا ڈالتا ۔ اب تو نے حد ادب پر نگاہ رکھی، معلوم ہوا تیرا بادشاہ عقل مند ہے کیونکہ بادشاہ کی بزرگی ایلچی کی حرکات سے معلوم ہوتی ہے ۔ پھر اچھی ساعت شبھ لگن میں عالم و فاضل و اہل شرع جمع کر کے ابو تمام کی معرفت اُس لڑکی کا عقد شاہ آلان سے باندھا اور بہت سا جہیز دے کر آلان کی طرف بدا کیا ۔ بارے عروس شاہ کی خدمت میں آئی ۔ شاہ نے خوش ہو کر ابو تمام کو اور زیادہ قربت دی، مگر وزیروں کی چھاتی پر سانپ چل گیا ۔ سخت حیران ہوئے کہ اب کیا کیا چاہیے ! آخر تجویز کر کے دو غلام جو بادشاہ کی چنپی کیا کرتے تھے، بہت سے پیسے کی لالچ انھیں بتلائی اور سکھلایا کہ جب بادشاہ بچھونے پر لیٹے اور آنکھیں بند کر لے تو تم نے آپس میں کہنا کہ ابو تمام شاہ ترکستان کی لڑکی پر عاشق ہے ۔ کہتا ہے جو وہ مجھ سے دوستی نہ رکھتی تو اپنی ولایت سے ہرگز

ادھر نہ آتی ۔" ایک رات بادشاہ آنکھیں بند کیے بستر پر لیٹا تھا اور وے دونوں غلام پاؤں داب رہے تھے ۔ ایک نے مٹھیاں بھرتے بھرتے دوسرے سے کہا " بھائی ابو تمام کی نمک حرامی اور بد ذاتی ظاہر ہوئی ۔ وہ کہتا ہے " شاہ ترکستان کی لڑکی جو میری آشنا نہ ہوتی تو اپنے ملک سے یہاں تک کاہے کو آتی ! " یہ بات شاہ نے سنی ۔ آتش غیرت بھڑکی ۔ دل میں کہا جو اور کوئی ایسی بات کہتا تو میں سمجھتا حسد سے کہا ہوگا ، لیکن ان غلاموں کو ابو تمام سے کیا کینہ ہے ۔ تمام رات مارے غصے کے انگاروں پر لوٹتا ، کروٹیں لیتا پڑا رہا ۔ تارے جہاں تاب جب شعلہ بھبھوکا بنا ہوا جلادوں کی طرح ہزاروں خنجریں لے کر نمودار ہوا ، شاہ نے دربار میں بیٹھ کر ابو تمام کو بلا کر کہا " اگر بادشاہ کسی کو اپنی نوازش سے سرورس کرکے مخصوص بناوے اور وہ اپنے آقا کا حق نمک چھوڑ کر اس کی حرم کو بدنام کرے ، پس ایسے شخص کی سزا کیا ہے ؟" ابو تمام نے کہا " اسے قتل کرنا تاکہ زمین ویسے غلط سے پاک ہو ۔" یہ غصے کی آگ سے تاؤ تو کھا ہی رہا تھا ، برداشت نہ کر سکا ۔ ابو تمام کو ایک ہی ضرب میں تمام کر ڈالا ۔ اور شاہ زادی سے بہت رکا رہنے لگا ۔ مارے طیش کے ہاتھ دانتوں سے کاٹتا اور رانوں کو چٹکی سے نہ سوتا ۔ ایک رات فکر سے اس کی نیند اچاٹ ہوگئی ۔ جہاں وے غلام رہتے تھے ، اس دروازے کے آگے آکر پھرنے لگا ۔ آواز سنی کہ وے دونوں آپس میں پیسے بانٹ رہے ہیں اور جھگڑتے ہیں ۔ ایک کہتا ہے کہ حصہ زیادہ مجھے ہونا ، کیونکہ یہ بات میں نے کہی تھی ۔" دوسرا کہتا ہے " تو کچھ قلعۂ خندق نہیں کودا اور تلوار بھی کہیں نہیں ماری ۔ تو بھی ایک جھوٹھ (جھوٹ) بولا میں کیوں کم لوں گا ۔" بادشاہ نے یہ سن کر انہیں بلایا

اور کہا ” سچ کہو، نہیں تو ابھی تم دونوں کو مارے مار کے مار ڈالوں گا ۔“ اُن غلاموں نے بہ لاچاری اقرار کیا کہ ہم کو وزیروں نے لالچ بتائی تھی تو ہم نے ایسی بات کہی تھی ۔ یہ سن کر بادشاہ ہر عجب ایک حسرت کی حالت گزری ، اپنی جلدی پر سخت پشیماں ھوا ۔ دوسرے دن اُن چار وزیروں کو سولی چڑھایا اور شاہ زادی سے نہایت عذر کیا ۔ فائدہ اس حکایت سے یہ ھے کہ ایک حسد کے سبب کتنے آدمی مارے جاتے ھیں ۔ جو کوئی چاھے کہ خوشی سے زندگانی کرے تو حاسد کے حسد سے ایک دم غافل نہ رھے ، کیونکہ حسد ایک آگ ھے ، جلے اور جلاوے ، جو نہ کچھ ملے تو آپ ھی جل بل کر راکھ ھو جاوے ۔

جو حاسد ھو بے شک جہنم میں جاوے
خدا حاسدوں کی نہ صورت بتاوے

حکایت ۲

ایک سیاح سے روایت ھے ۔ کہتا تھا کہ میں عالم شباب اور جوانی کی اُمنگ میں کسی کو کچھ مال نہ سمجھتا ، اکیلا ھی سفر کرتا ۔ ایک دن ایسا اتفاق ھوا کہ تنہا گھوڑے پر سوار ھو کر میں ایک جنگل میں چلا جاتا تھا ۔ دور سے ایک دھرم شالا نظر آئی ۔ اُس میں ایک گوسائیں رھا کرتا تھا ۔ اُس کی یہ عادت تھی کہ کوئی تنہا مسافر وھاں آتا تو اُسے مار کر اُس کا مال اپنے ھاتھ کرتا ۔ مدت سے اسی کام پر تھا ۔ ایک عالم کو مار کھپایا ۔ جب میں وھاں پہنچا اچھے لباس سے دیکھ کر مجھ پر اور

میرے گھوڑے پر دانت رکھا ۔ کچھ کھانا پینا لے آیا ۔ میں نے کھایا ، پھر شراب لا حاضر کی ۔ وہ میں نے پینا شروع کیا ۔ جب دو تین پیالوں کی نوبت پہنچی ، اس کی لہر میں خوش طبعی اور مزاح میں اس سے کرتا رہا ۔ جب پہر ایک رات گئی اور سونے کا وقت آیا ، میرا بستر دروازے کے آگے کر دیا ۔ اسے ایک بیٹا تھا ، اس کا بچھونا مجھ سے ذرا ایک تفاوت پر کیا ۔ تھوڑی دیر کے بعد اس چھوکرے کو میں نے اپنے بستر پر کھینچ لیا اور میں اٹھ کر اس کے بستر پر جا لیٹا ۔ لیکن مجھے نیند نہ آتی تھی ، منہ ڈھانپے پڑا تھا ۔ گھڑی بھر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ وہ گوسائیں کٹاری تیز ہاتھ میں لے کر آیا اور مجھ پر سے لانگھ کر اس لڑکے کی چھاتی پر جا بیٹھا ۔ ایک ہی کٹاری میں اسے فرش کر دیا ۔ میں یہ حالت دیکھ کر ہڑبڑا کر اٹھا کہ یہ ظالم مجھ ہی کو مارا چاہتا تھا ۔ تلوار کھینچ دروازہ روک میں کھڑا رہا ۔ جب اس نابکار بدکار نے مجھے ہشیار اور اپنے بیٹے کو مردار دیکھا ، لرز کر گڑگڑانے لگا اور بڑی عاجزی سے بولا ''اے جواں مرد ! ہر چند میں نے تیرا قصد کیا تھا ، پر خدا نے تجھے سلامت رکھا اور جیسا میں نے کیا ، ویسا میرے آگے آیا ۔ اب تو اپنی سلامتی کے شکرانے میں مجھے امان دے ۔'' میں نے کہا ''اے ملعون ! کٹاری ہاتھ سے ڈال دے اور ہاتھ باندھ ۔'' لاچار اس نے کٹاری ڈال دی ۔ تب میں نے اسے پکڑ مشکیں چڑھا کر ایک کھام سے مضبوط رسی لے کر جکڑ دیا ۔ اتنے میں کتنے ایک سوار وہاں آن پہنچے ۔ میں نے یہ حقیقت ان سے ظاہر کی ۔ انھوں نے اندر آ کر خوب جھاڑا لیا ۔ بہت سا مال وہاں سے نکلا اور کئی لوتھیں بھی مردوں کی نظر آئیں کہ اسی مردود نے انھیں مارا تھا ۔ وہ مال سب مجھے دیا ۔ اس دن سے میں نے

عہد کیا ھے کہ ھرگز سفر بغیر قافلے اور رفیق کے نہیں کروں گا ۔

جو دوستوں کی رفاقت سے کچھ سیاحت ھے
اگرچہ رنج سفر ھے ولیک راحت ھے
سفر وسیلہ ظفر ھے ولے نہ جا تنہا
پرندہ ڈار سے بچھڑا تو پھر قباحت ھے

حکایت ۳

آن دنوں میں کہ سکندر روے زمین کی بادشاھت سر کرتا ھوا چین کی اقلم کے تخت گاہ کے نزدیک پہنچا ۔ ایک دن سکندر دربار کیے بیٹھا تھا جو بساول نے کہا ” شاہ چین کا ایلچی سرا پردے کے باھر کھڑا ھے ۔ اس کے باب میں کیا حکم ھے ؟“ فرمایا ” اسے بلا لو ۔“ جب ایلچی اندر آیا ، تسلیمات بجا لایا اور موافق قاعدے کے کھڑا رھا ۔ سکندر نے کہا ” کیا سندیسا لایا ھے ؟“ بولا ” مجھے ساہ چین کا حکم ھے کہ خلوت میں پیغام کہنا ، جہاں سکندر کے سوا کوئی اور دوسرا نہ ھو ۔“ سکندر نے دربار برخواست کیا مگر کتنے ایک غلام خاصگی کھڑے رھے ۔ پھر ایلچی نے کہا ” سواے آپ کے یہ پیام کسی کے کان نہ پڑا چاھیے ۔“ تب سکندر نے ایک غلام بھی اپنے نزدیک نہ رکھا ۔ پوچھا ” شاہ چین کا کیا قصد ھے ؟“ اس نے جواب دیا ” چین کا بادشاہ میں ھی ھوں ، اس لیے آیا ھوں جو کچھ فرماؤ سو قبول کروں ۔“ سکندر نے متعجب ھو کر کہا ” تو نے کس بھروسے ایسی حرکت کی ؟“ بولا ” میں تیرے تئیں بادشاہ عادل و عاقل

جانتا ہوں ۔ کسی مقدمے میں ہمارے تمہارے درمیان کینہ عداوت
کا دخل نہیں ہوا اور میں کبھی تیرے حق میں کچھ بدی نہیں
لایا ۔ اور مجھے معلوم ہے کہ تیری یہ بھی غرض نہیں جو مجھے
مار کر یہ ملک اپنے قبضے میں کرکے دارالحکومت اور تخت گاہ
اپنی مقرر کرے ۔ بر تقدیر مجھے مار بھی ڈالا تو چین کے لشکر سے
ایک آدمی مارا گیا ، تو کیا میری جگہ دوسرا تخت پر نہ بیٹھے گا ؟
سوائے بدنامی کے اور تجھے کیا حاصل ہوگا ۔'' سکندر نے خیال کیا
یہ مرد دانا ہے ۔ آفرین کی اور کہا '' مجھے تین برس کا خراج
تیری ولایت سے لینا منظور ہے ۔'' اس نے کہا '' مجھے قبول ہے ۔''
سکندر نے اس معاملے کو جلدی قبول کرنے پر اچنبھا کرکے کہا
'' اتنا پیسا تو کس طرح ادا کر سکے گا اور تیری کیا صورت
ہوگی ؟'' بولا '' میں سمجھوں گا کسی نے پہلے ہی حملے میں
ہلاک کیا ۔'' سکندر نے کہا '' جو میں ایک برس کا خراج چھوڑ
دوں ، دو برس کا حاصل لوں تو تیرے حق میں کیسا ہے ؟''
کہا '' پہلی حالت سے البتہ چیزے رفاہیت ہے ۔'' پھر سکندر نے
کہا '' جو میں ایک ہی سال کا خراج لوں تو ؟'' بولا '' اس سے
میری ریاست میں خلل نہ آوے ۔ اگرچہ میں کھوکرا ہو جاؤں
پر میری جڑ بالکل نہ اکھڑے ۔'' سکندر نے کہا '' میں چھ مہینے
کے خراج پر تجھ سے راضی ہوا ۔'' شاہ چین نے تب شکر کرکے
درخواست کی کہ ایک روز سکندر لشکر سمیت میرے خوان پر
بیٹھے ، ایک آدھ لقمہ کھاوے ، مال لے کر پھر آوے ۔ سکندر
نے وہ استدعا قبول کی ۔ بارے جب وہ دن دعوت کا آیا ، سکندر
ساری جمعیت سے اس طرف چلا ۔ اور شاہ چین ایک فوج قاہرہ
مسلح ، جیسی گھٹا امڈی ہوئی ، حد و شمار سے باہر ، جس کے مقابل
سکندر کا لشکر ایک جوق معلوم ہوتا تھا ، بر سر راہ صف باندھ

کر بازو سے کھڑا ہوا ۔ سکندر نے جب دیکھا چار طرف سے اس لشکر نے ہمیں درمیان لے لیا ، تب تو ڈر کر مستعد بہ جنگ ہوا ۔ اتنے میں ساہ چین خدمت میں آ پہنچا ۔ سکندر نے کہا " مگر تو نے دغا کیا ۔" جواب دیا " دغا شیوہ عاجزوں کا ہے ، صاحب مقدور کبھی دغا نہیں کرتے ۔" بولا " یہ جمعیت کیسی ہے ؟" کہا " یہ میرا جزوی لشکر جو داہیں (دائیں) بائیں میری رقاب میں رہتا ہے ، نس پر وہ سب حاضر نہیں ، تمھاری سلامی میں میں نے دکھلایا ، تاکہ تو سمجھے میں عاجزی سے تیری اطاعت نہیں کرتا ، لیکن تیرا اقبال بلند ہے ۔ جو کوئی دولت خدا داد سے لڑے گا سو گرے گا ۔ اسی سبب میں تیرا مطیع ہوا ۔"

سکندر نے کہا " تو لائق احسان ہے ۔ خیر جو کچھ میں نے تجھ سے لینا مقرر ٹھہرایا تھا ، اس سے بھی میں نے ہاتھ اٹھایا ۔" آخر شاہ چین اسے ایک مکان میں لے گیا ۔ دسترخوان بچھوا کر طرح بہ طرح کے طعام چن دیے ، جو سارے لشکر کو کفایت ہو کر بچ رہے ۔ ایک جدا بحوبا[1] اطلس کا جس میں فرش دیبا منقش بچھا ہوا ، وہاں لے جا کر سکندر کو بٹھایا ۔ خوان زرین نقرئی ظروف جڑاؤ کے بے قیمتے جوہر ، یا قوت ، لعل ، موتی ، مرصع ہیرا ، پنا ، زمرد کے بھر کر سکندر کے آگے رکھ کر کہا " کھائیے " سکندر نے کہا " جواہرات کچھ انسان کا قوت نہیں ۔" شاہ چین نے کہا " تو تم کیا کھاتے رہتے ہو ؟" کہا " یہ روٹی جو سب خلقت کھاتی ہے ۔" تب شاہ چین نے کہا " سخت عجب ہے ۔ تجھے کیا یہ روٹی روم میں نہیں ملتی ، کس لیے نا حق اتنا رنج اٹھاتا ہے ؟" سکندر نے تب ایک آہ کھینچ کر کہا کہ اس سفر میں مجھے

---

(۱) مفہوم معین نہ ہوسکا ۔

اتنی نصیحت کا فائدہ ہوا کہ سب رموز دنیا و آخرت اُس سے علاقہ رکھنے ہیں ۔ غرض اُس سے کچھ نہ لیا ۔ یہ قطعہ پڑھتا ہوا وہاں سے چلا ۔

حرص دنیا کی کسی دل سے نہیں دور ہوئی
ہاں مگر ملک قناعت جسے منظور ہوئی
کاسۂ چشم حریصاں نہ بھرے ہے ہرگز
جب تلک خاک لحد اُس سے نہ معمور ہوئی

خاتمہ کتاب کی تاریخ میں

اب یہاں سے یہ کتاب حکایت سیریں کلام سے ساتھ نظم و نثر کے انتظام تاکر بخوبی سر انجام کو پہنچی ۔ ارادہ ہوا کہ اس کا نام بھی ایسا رکھنا چاہیے کہ جس میں تاریخ بھی نکلے ۔ دل نے کہا "سیر عشرت" اچھا نام ہے ، کیونکہ اس کتاب کے دس باب ہیں اور تاریخ سن بارہ سو چوالیس ہجری اسی نام سے نکلتی ہے ۔ پس "سیر عشرت" اس کا نام رکھا ، لیکن "جامع الحکایات" سے یہ کتاب ماخوذ ہوئی اور عہد میں عیسویوں کے ترتیب پائی ، اس لیے منظور ہوا کہ سن عیسوی بھی کہنا ضرور ہے ۔ وہی لفظ "جامع الحکایات" کا اس کے نام سے ملایا تو سن اٹھارہ سو بتیس عیسوی اس سے نکلی ۔

"سیر عشرت جامع الحکایات"

یہاں سے بس نہ لکھ زیادہ عبارت
بتاریخ مسمی سیر عشرت

نا مانوس الفاظ کی فرہنگ

(اختصارات : ف ۔ فارسی ۔ پ ۔ پنجابی ۔ ہ ۔ ہندی ۔
د ۔ دکنی ۔ س ۔ سنسکرت ۔)
تلفظ کے لیے متحرک حروف کی حرکات [ ] میں درج کر دی گئی ہیں ۔

الف

آکھر [کھَ] (س) ۔ درندے کی کھوہ ۔
آلا ڈھالا (د) ۔ آلا بالا ۔ بہر طور ۔ کسی نہ کسی طرح ۔
آلنگ [لَ] (ہ) ۔ فصیل ۔
آنٹ (ہ) مخالف ۔ عناد ۔
آنگ (ہ) ۔ جسم ۔
اتم [اُتّ] (ہ) ۔ عُمدہ ترین ۔
اُجار کھیڑا [اُکھِ] (ہ) ۔ اُجڑا ہوا گاؤں ۔
اجوره دار [اَجُ] (ف) ۔ مزدور ۔
اچنت [اَچِ] (س) ۔ نادانستہ ۔ بغیر جانے بوجھے ۔
اگڑ بگڑ [اَگَ بَ گَ] (ہ) ۔ سفید اور سیاہ ۔
اگن [اَگَ] (ہ) ۔ آگ ۔
الفته [اَلِ تَ] (پ ۔ د) ۔ شریر ۔ بد قماش ۔
(اصل فارسی ہے بہ معنی حیران و سرگردان)
اُلینڈنا [اُلِ] (ہ) ۔ اُنڈیلنا ۔
ان [اَ] (ہ) ۔ روٹی ۔ خوراک ۔ غذا ۔
انجھڑ [اَ چَھ] (ہ) ۔ طلسم ۔ ٹونا ۔ ٹوٹکا ۔
انگ پکڑنا [اَ] (ہ) ۔ موٹا ہونا ۔ گوشت زیادہ ہونا ۔
اوجڑ [اُ] (ہ) ۔ اُجڑا ہوا ۔
اونٹ [اُ] (ہ) ۔ ابل ۔

ب

باڑا (د) ۔ محل ۔
باسن [سَ] (ہ) ۔ برتن ۔

باگھ (ہ) - شیر -

بانچنا [چَ] (ہ) - مطالعہ کرنا - پڑھنا -

بانڈ (د) - پجھاں لنڈ یا ونڈ - موشیوں کا چارا -

بٹا [ُ تّ] (ہ - ب) - دھوکا -

بخرا لگانا [َت] (ہ - ف) - حصوں میں تقسیم کرنا -

بدا [بِ] (ہ) - وداع -

بسنی [بِ] (ہ) عیاس مرد -

بھارے کری [رِ کَ] (د)- مزدور-

بھچک [بھَ چَ] (س) - حیران پریشان -

بھر [بھُ] (ہ) - سوراخ - گڑھا -

بھر لینا [بھَ] (پ - د) - وصول کر لینا -

بھسمنت [بھَ مَ] (ہ) - جو چیز جلا کر راکھ کر دی جائے -

بیانت [بَ] (ہ) - ماں - بچہ پیدا کرنا -

بیری [بَ] (ہ) - دشمن -

پ

پاتر [تَ] (ہ) - رقاصہ -

پار (د) - نقب -

پال (ہ) - خیمہ -

پتال [پَ] (ہ) - پاتال - زمین کے سات زیرین طبقوں میں سے ایک طبقہ جو ناگوں یا سانپوں کا مسکن ہے -

پٹکی [پَ] (د - پ) - پٹخنی -

پردھان [پَ] (ہ) - بادشاہ کا قریب ترین مصاحب -

پن [پَ] (ہ) - پہر -

پوٹ [پُ] (ہ) - گٹھڑی -

پونی [پُ] (پ - ہ) - روئی کا گالا جو کاتنے کے لیے استعمال ہوتا ہے -

پھٹے منہ [پھِ ٹّ] (پ) - لعنت ہے -

پھرے کری (د) - پہرہ دار -

پھند [پھَ] (ہ) - دام - طاقت - جال - قابو -

پھینس [پھِ] (ہ) - وہ دودھ جو بچہ پیدا ہونے کے چند دن بعد مادہ سے حاصل ہوتا ہے -

پیڑھی بہ پیڑھی [پِ] (پ) - نسلاً بعد نسلٍ -

ت

تان ـ دیکھو سر کے تان ـ

ترنت [تُ رُ] (ه) ـ فوراً ـ

تھالی (پ) ـ رکابی ـ

تھل [تھَ] (ه ـ پ) ـ زمین ـ مقام ـ

ٹ

ٹال (ه) ـ گھنٹی ـ

ٹہن [ٹَ] (پ) ـ بڑی شاخ ـ ٹنا ـ

ج

جارا (ه) ـ جڑ ـ

جل [جَ] (ه) ـ پانی ـ

جنا [جَ] (ه ـ ب) ـ آدمی ـ

جوہ (د) ـ ٹوہ ـ

جھاڑا [دَ] ـ تلاش ـ

جھونٹے [جھُ] (ه) ـ زلفیں ـ

جیبھ [جِ] (پ) ـ زبان ـ

چ

چپ کر گئے [چَ] (ه) ـ چٹ کر گئے ـ

چپیڑ [چَ بِ] (پ) ـ چپیٹ (س) طمانچہ ـ

چت [چِ] (ه) ـ دل ـ

چتا [چِ] (ه) ـ آگ ـ

چٹیانا [چُ ٹِ] (ه) ـ زخم لگانا ـ کانٹا ـ چوٹ لگانا ـ

چرسا [چَ] (ه) ـ گائے یا بھینس کی کھال یا چمڑا ـ

چرن برداری [حَ رَ] (ه ب) ـ قدم لینا ـ

چنی [چَ] (ه) ـ حیی ـ مٹھی چاپی ـ

چندیاں [چ] (ه) ـ کپڑے کے ٹکڑے ـ پٹیاں ـ

چھک گیا [چھَ] (ه) ـ پُر ہو گیا ـ مطمئن ہو گیا ـ

چیتنا [چ] (ه) ـ چاہنا ـ سوچنا ـ

چیری [چِ] (ه) ـ لونڈی ـ

خ

ختکے [خُ] (ه) ـ ختکا کی جمع بہ معنی سونٹا ـ

د

داتار (ه) ـ داتا ـ دینے والا ـ

داہ (ه) جلاپا ـ سوزش ـ جلن ـ

درخرچی [دَ] (ہ ۔ ف) ۔ اسراف ۔
فضول خرچی ۔
دشٹ [دِ] (س) ۔ آنکھ ۔ نظر ۔
دلکی [دَ لَ] (دِ) ۔ دلک (ہ) ۔
چمک دمک ۔ جھلک ۔ رونق ۔
دو بھاشی (ہ) ۔ دو زبانیں جاننے
والا ۔ مترجم ۔ ترجمان ۔
دوش (ہ) ۔ تقصیر ۔ قصور ۔
دھٹھائی [دِ] (ہ) ۔ دھٹیگر ۔ ذلیل ۔
کمینہ ۔
دھنونت [دَ وَ] (ہ) ۔ مال دار ۔
دھیز [دَ] (ہ) ۔ جہیز ۔
دیدارو [دِ] (ف) ۔ دیدار کے قابل ۔
قابل دید ۔
دیوا (پ) ۔ دیا ۔ چراغ

ڈ

ڈبرا [ڈَ] (ہ) ۔ پانی کا گڑھا ۔ تالاب ۔
ڈگ [ڈَ] (ہ) ۔ قدم
ڈگا [ڈُ] (ہ ۔ پ) ۔ متزلزل ہوا ۔
پھسل گیا ۔

ر

رانوٹی [ں] (ہ) ۔ راوٹی ۔ خیمہ ۔
رج جانا [رَ] (پ) ۔ سیر ہو جانا ۔
روکھ [رُ] (ہ) ۔ رُکھ ۔ درخت ۔
روھت [رُہَ] (ہ) ۔ رونق ۔ خوشی ۔
تازگی ۔

س

سارکھے (ہ) ۔ سریکھے ۔ مانند ۔
سانجھ (ہ) ۔ شام
سانگ لانا (ہ ۔ ب) منہ چڑانا ۔
سراھیا [سَ] (د ۔ پ) ۔ سراھا ۔
سرفہ [سَ] (پ) ۔ کنجوسی ۔
سر کے تان (د ۔ ب) ۔ سر کے بل ۔
سس [سِ] (ہ) ۔ سر ۔

ق

قبیلہ ۔ بیوی ۔

ک

کارباری (ف) ۔ ملازم ۔
کپٹ [کَ پَ] (س) ۔ بے ایمانی ۔
کٹا [کَ ٹّ] (ہ) ۔ طاقتور ۔
پلا ہوا ۔ مضبوط ۔
کٹک [کَ ٹَ] (ہ) ۔ فوج ۔

کرایہ دار (ف) - مزدور -

کرکی [کَ رِ کَ] (پ) - دام - چوہا پکڑنے کا آلہ

کسنا [کَ] (ہ) - جانچنا -

کف [کُ] (ف) - کفو - برداری -

کندی کرنا [کُ] (ہ) - ٹھکائی کرنا - پٹنا - زد و کوب کرنا -

کنگورا [کَ گُ] (ہ) - کُنگرا -

کودھرسی (ہ) - بے ایمانی -

کھاج (ہ) - خارش -

کھام (ہ) - کھمبا - ستون -

کھند لنا [کَھ دَ] (د) - پاؤں تلے روندنا -

کھنڈت ہونا [کَھ ڈ] (س) منقطع ہونا - ٹوٹ جانا -

کھوکھرا (ہ) کھوکھلا -

کھیڑا (ہ) - دیکھو اجاڑ کھیڑا -

گ

گتا [گُ تّ] (ہ) - واحد ملکیت - شرکت کے بغیر - اجارہ داری -

گرھست [گ ہ] (ہ) - شادی شدہ - بیاھتا -

گمت [گَ مّ] (ہ) - تفریح - عیش عشرت -

گولی [گَ] (د) - گوالا -

گھنی [گھَ] (ہ) - بہت -

گھہ کر پکڑنا [گَ] (د) - جکڑ لینا -

ل

لانگھ (د) - گرز -

لملقہ [لَ] (ف) - انداز گفتگو -

لگ [لَ] (ہ) - تک -

لگاو [لَ] (ہ) - ترتیب - رستے -

لوبھ (ہ) - لالچ -

لونجھی [لَ] (ہ) - نوچی - بیسوا -

م

مانس [نَ] (ہ) - انسان -

مت کا ھین [مَ ہ] (ہ) - عقل کا کھوٹا -

مدھ [مَ] (ہ) - شہد - شراب -

مسیت [مَ سِ] (پ - د) - مسجد -

مکی [مُ کَّ] (پ) - گھونسا ۔

ملاوٹ [مِ وَ] (د) - ساز باز - سازش کرنا -

ملو سے کھانا [مَ لُ] (ف) - غم کھانا - غمگین ہونا -

من [مَ] (د) - کنوئیں کی اندرونی دیوار -

موٹھ (ہ) - ایک قسم کا جاد یا ٹونا جس سے اُس آدمی کی موت واقع ہو جاتی ہے جس کے خلاف یہ ٹونا کیا جائے -

مہا سندر [مَ سُ دَ] (ہ) - بہت خوبصورت -

مہنا [مِ] (پ - ہ) طعنہ -

میا [مِ] (ہ) - رحم -

ن

نابر [بَ] (ہ) - نانار - انکاری - منکر -

ناڑ (ہ) - زخمی -

ناڑی (پ - د) - رگ

نپٹ [ن پَ] (ہ) - لازمی - کاملاً -

ندان [نِ] (ہ) - آخر کار -

نراس [نِ] (ہ) - نا اُمید -

نیر [نِ] (ہ) - پانی -

ہ

ہنکالنا [ہَ] (ہ) ہنکارنا - پرے ہٹانا

ہولنا (ہ) - بیل یا ہاتھی کو ہانکنا -

ہیا [ہِ] (ہ) - دل - دماغ - قلب -

ہین [ہِ] (ہ) - عاری - خالی -

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳ (فہرست)	۱	مرقہ	مرقد
۴ (مقدمہ)	۱۱	Jən	June
۵ ،،	۱۴	aa	a
۱۳ ،،	۱۷	اس کتا	اس کتاب
۱۷ ،،	۱۴	ہے	ہیں
۱۸ متن	۲۱	گدھے	گدھ
۳۰ ،،	۱	کے	ہے
۴۴ ،،	۵	ہیبب	ہیبت
۹۶ ،،	۴	روحافی	روحانی
۱۰۶ ،،	۶	مصاحب	مصاحبت
۱۳۳ ،،	۲۰	چھنینے	چھیننے
۱۵۱ ،،	۲۳	نے	—

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی